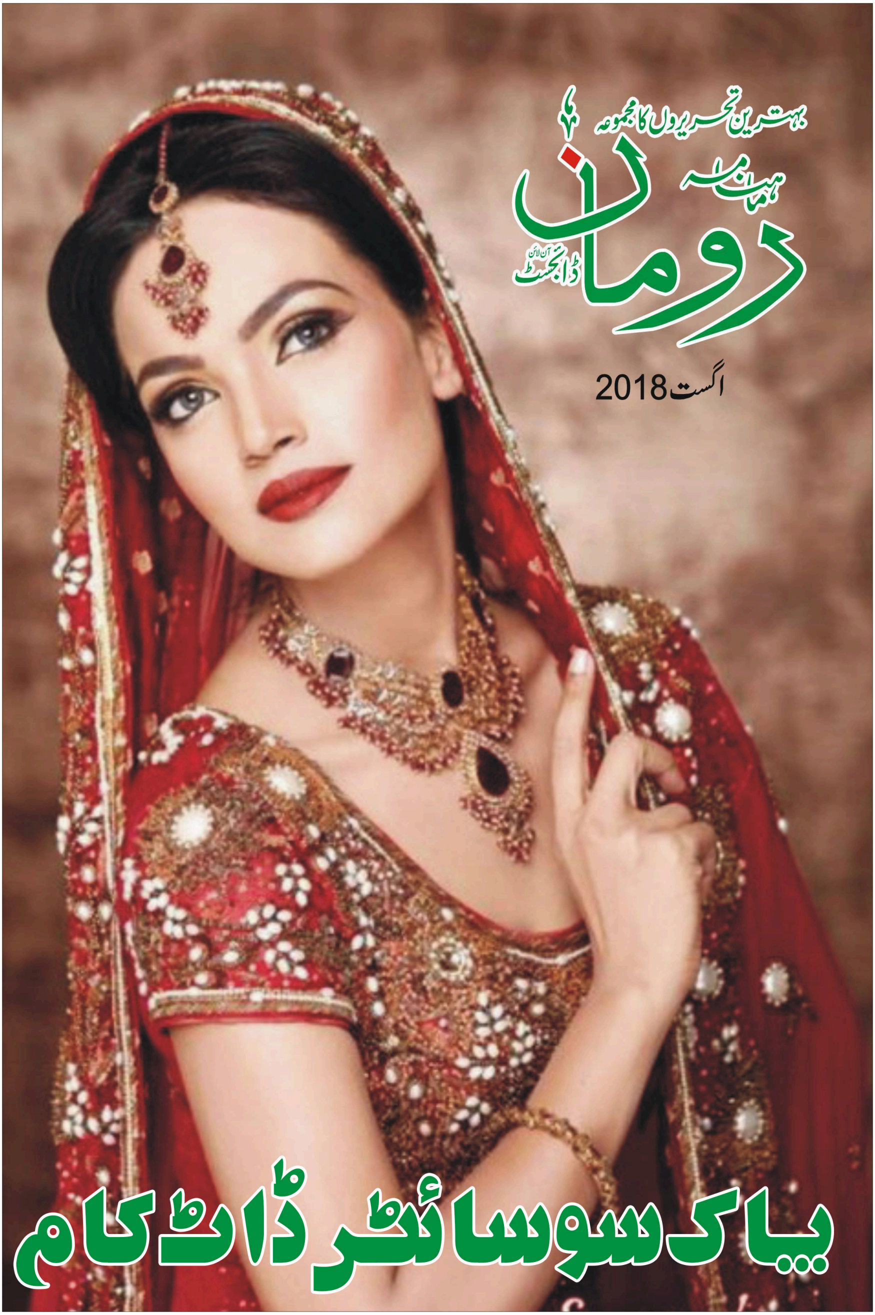

بہترین تحریروں کا مجموعہ
ماہنامہ
رومان
آن لائن ڈائجسٹ
اگست 2018
پاکسوسائٹی ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہترین تحریروں کا مجموعہ
ماہنامہ رومان ڈائجسٹ آن لائن

اگست 2018



E mail: romaan.digest@gmail.com
0334-9366437 - 0344-0913786



انٹرویو

سلسلے

اللہ جل جلالہ کی شان

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی محبت کو سب سے معزز محصول اور عظیم نعمت قرار دیا ہے، میں اسی کی تعریف کرتا ہوں، اور کھانے پینے کی نعمت پر اسی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور وہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے، اس نے انسان کو ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہوں نے ہدایت، نور اور نفس کو عیوب کے پاکیزہ کرنے کی دعوت دی۔ اللہ ان پر اور ان کی آل پر اور تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔



حمد وثنا کے بعد:

میں آپ سب کو مجھ سمیت اللہ کا تقوی اختیار کرنیکی نصیحت کرتا ہوں۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

((یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن لا وانتم مسلمون])) آل عمران:.[102

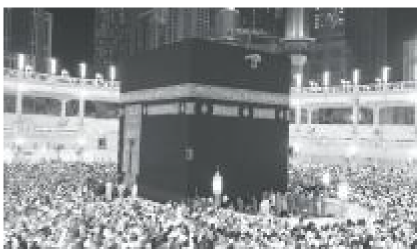
ترجمہ: اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے، دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا اللہ سے

محبت کرنے کی بنیادی وجوہات

اللہ سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے، اور اس وقت تک توحید مکمل نہیں ہوسکتی جب تک بندہ اپنے رب سے مکمل محبت نہ کرے، اور نہ تو محبت کی اس سے زیادہ واضح تحدید کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سیبہتر تعریف ہوسکتی ہے، اور اللہ کے سوا کوئی بھی ایسی ذات) چیز (نہیں جس سے مکمل طور پر محبت کی جائے اور اسی کے لئے ہی الوہیت، عبودیت، خشوع وخضوع اور مکمل محبت لائق وزیبا ہے۔

اللہ تعالی کی محبت کی شان جیسی کوئی شان نہیں، کیونکہ خالق وموجد سے زیادہ دلوں کو کوئی چیز محبوب نہیں، وہ تو الہ ہے، معبودِ برحق ہے، ولی ہے، مولی ہے، رب ہے، تدبیر کرنے والا ہے، رزق دینے والا ہے، موت وحیات کا مالک ہے؛ اوراسی کی محبت دلوں کی نعمت ہے، روح کی حیات ہے، نفس کا سرور ہے، دلوں کی غذا ہے، عقلوں کا نور ہے، اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اوراندرونی عمارت ہے۔اور مخلص دل، پاکیزہ روح اور عقل سلیم کے مطابق اللہ کی محبت، اس سے انسیت اوراس کی ملاقات کے شوق سے زیادہ خوبصورت، پاکیزہ، رازدار اور بہتر نعمت اور کوئی نہیں۔

یحیی بن معاذ فرماتے ہیں: ترجمہ: جب اس کی معافی تمام گناہوں کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس کی رضا کا کیا عالم ہوگا؟ اور جب اس کی رضا امیدوں کو سمیٹ لیتی ہے تو اس کی محبت کیسی ہوگی؟ اور جب اس کی محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ عقلوں کو حیران کردے تو اس کی مودت کیسی ہوگی؟ اوراس کی مودت تو سب کچھ بھلا دے گی تو اس کا لطف کیسا ہوگا؟



اور انسان جتنی زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے اتنی ہی زیادہ ایمان کی لذت اورمٹھاس حاصل ہوتی ہے، اور جس کا دل اللہ کی محبت سے بھر جائے اللہ اسے دوسروں کی محبت، ڈر اور ان پر توکل کرنے سے اس بندے کو بے نیاز کردیتا ہے۔اور صرف اللہ تعالی کی محبت ہی ایک ایسی چیز ہیجو دلوں کو بے نیاز کردیتی ہے، حاجتوں کو پورا کرتی ہے، اور بھوک کو ختم کردیتی ہے۔

اوراگر اللہ تعالی کی محبت کے بغیر اسے وہ سب کچھ مل بھی جائے جس سے اسے لذت حاصل ہو تب بھی اسیا من و اطمینان اور سکون نہیں مل سکے گا، اور آنکھوں کا نور، کانوں کی سماعت، ناک کا سونگھنا، زبان کا بولنا ان تمام نعمتوں کے ختم ہوجانے سے اتنی تکلیف نہیں ہوگی جتنی تکلیف دل سے اللہ کی محبت نکل جانے سے ہوگی بلکہ اگر دل اپنے حقیقی خالق ومالک اور معبود کی محبت سے خالی ہوجائے اور روح مردہ ہوجائے تو وہ جسم کی خرابی سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہے۔

سچی محبت

حقیقی محبت یہ ہے کہ آپ خود کو مکمل طور پر اس ذات کے حوالے کردیں جس سے آپ محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس کچھ نہ رہے، اور اللہ کی سچی وحقیقی محبت وہ ہے جو دیگر تمام محبتوں پر غالب اور مقدم رہے، اور

بندے کی تمام تر محبتیں اسی) اللہ کی (محبت کے تابع وتحت ہونی چاہئیں، اسی میں بندے کی سعادت اور کامیابی ہے۔

محبت کی مقدار میں محبین) محبت کرنے والوں (کیمختلف درجات ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے ممنوں کی محبت کو شدید کہاہے اور فرمایا ہے:

))والذین آمنوا اشد حبا للہِ] ((البقر: .[165

ترجمہ: اورایمان والیتو اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

))شد :((یہ لفظ ان کی محبت کے مختلف درجات ہونے کی دلیل ہے؛ کیونکہ اس کا معنی ہے: زیادہ سے زیادہ محبت۔

اللہ کی محبت کے تقاضے

اپنے نفس، روح اور مال ودولت کی محبتوں کو اللہ تعالی کی محبت پر قربان کردینا، پھر ظاہری وباطنی طور پر اس کی موافقت کرنا، پھر اللہ کی محبت میں ہونے والی کوتاہیوں کو جاننا، سمجھنا، الغرض: آپ مکمل طور پر اپنے محبوب) رب (کے فرماں بردار بن جائیں، اور اپنے نفس کو اسی کی رضا کی خاطر وقف کردیں، اور اس کے ساتھ ساتھ) مسنون طریقے کے مطابق (محبوب) اللہ (کی یاد میں ہی دل لگائیں، اور ہمیشہ اپنی زبان سے اسی اللہ کا ذکر کریں۔

پیارےﷺ اس کے حصول کے لئے یہ دعا کیا کرتے تھے:

سل حب، وحب من یحب، وحب عمل یقرب ل حبِ.

ترجمہ: میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں، اور اس شخص کی محبت جس سے تو محبت کرتا ہے، اور اس عمل کی محبت جس کی بدولت تیری محبت حاصل ہوتی ہے

شدتِ محبت

اگر محبت بہت زیادہ شدید ، عظیم اور بلند ہوجائے تو وہ ولہ یعنی شدتِ غم اختیار کرلیتی ہے، اور وہی انتہا درجہ کی محبت ہے، اور اللہ تبارک وتعالی کی محبت کے لئے تلہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کا مطلب ہے: اللہ کی شدید محبت، اور اس کی محبت جو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی ہے) قرآن کریم، شریعتِ مطہرہ(۔

اور بندوں کے لئے غذا سے زیادہ تلہ) اللہ تعالی، اسکی کتاب اور اسکے دین کی شدید محبت (کی ضرورت ہیکیونکہ غذا کے نہ ہونے سے جسم کو نقصان ہوتا ہے اور تلہ) اللہ تعالی، اسکی کتاب اور اسکے دین کی شدید محبت(کے نہ ہونے سے نفس) روح(کونقصان ہوجاتا ہیاوروہ برباد وہلاک ہوجاتا ہے۔

ممن جب اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے، اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اسی کی طرف آتا ہے، اور جب اسے اللہ کی طرف آنے کی مٹھاس حاصل ہوجاتی ہے تو وہ دنیا کی طرف شہوت کی نظر سے نہیں

دیکھتا، اور آخرت کی طرف سستی وغفلت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

اللہ کی محبت کے نتائج وفوائد

اللہ کی محبت بندے کو واجب اور مستحب) پسندیدہ (کام کرنے اور حرام اور مکروہ) ناپسند (کام چھوڑنے کی ترغیب دلاتی ہے۔ اور دل کو ایمان کی لذت اور مٹھاس سے بھر دیتی ہے۔

ذاق طعم الیمان من رضی باللہ ربا، وبالسلام دینا، وبمحمد رسولا.

ترجمہ: جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

اللہ کی محبت دل سے ہر اس چیز کو نکال دیتی ہے جس سے اللہ کو نفرت ہوتی ہے، اور جسم کے اعضا بھی اللہ کی محبت کی بدولت فرماں بردار ہو جاتے ہیں، جس وجہ سے دل مطمئن ہو جاتا ہے، حدیث قدسی ہے:

..فذا حببته نت سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها.

ترجمہ: اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی وہ سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی وہ بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

انانیت

علایہ راجپوت

پہلی قسط

عجوہ سکول سے آئی تو غصے سے بیگ اتار کر بیڈ پر اچھال کر خود بھی منہ پھلا کر ساتھ ہی بیڈ کی دوسری طرف بیٹھ گئی

ارے آ گئی میری رانی بیٹی گھر... دیکھو آج میں نے اپنی لاڈلی بیٹی کے لئے چکن پلا بنایا ہے بہت پسند ہے نا میری عجی کو چکن پلا عجوہ کی ماما حبیبہ صاحبہ نے مسکرا کر عجوہ سے کہا.....

نہیں نہیں نہیں کھانا مجھے کچھ بھی بولتے ہوئے عجوہ رو پڑی . ارے کیا ہوا میری رانی بیٹی کو بتا کسی بچے نے سکول میں کچھ کہا ہے بتا مجھے؟؟؟

ویسے بھی اسے کوئی ٹیچر کچھ کہہ ہی نہیں سکتی تھیں کیونکہ وہ بہت اچھی اور لائق سٹوڈنٹ تھی اور کلاس میں ہمیشہ اول آتی تھی اس لئے حبیبہ صاحبہ کو یقین تھا کہ اسے کوئی ٹیچر ڈانٹ ہی نہیں سکتی کیونکہ سب ٹیچرز اسے اس کی ذہانت کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے پھر ضرور کوئی اور بات ہے حبیبہ صاحبہ نے سوچا.



کیا بات ہے میری جان آپ کیوں اتنا غصہ ہو رہی ہو اب کچھ بتا بھی.

ماما سب کے بہن بھائی ہوتے ہیں میرے کیوں نہیں ہیں؟؟؟ عجوہ نے معصومیت سے پوچھا

لو اتنی سی بات پر آپ رو رہی تھی حبیبہ نے مسکرا کر کہا.

اتنی سی بات نہیں ہے یہ ماما دیکھیں نہ میرے سب فرینڈز کے چھوٹے بہن بھائی ہیں جنکے ساتھ وہ کھیلتے ہیں میری فرینڈ مانو کا بھی چھوٹا بھائی آیا ہے کچھ دن پہلے اس نے مجھے بتایا وہ بھی اس سے کھیلتی ہے بس اک میرے پاس ہی کھیلنے کے لئے چھوٹا بہن بھائی نہیں عجوہ نے اداسی سے کہا.

اوہ تو اس لئے آپ اداس ہو کہ آپکا چھوٹا بہن بھائی نہیں ہے جس سے آپ کھیل سکو تو خوش ہو جا آپ کے سیم چاچو کا بے بی آنے والا ہے آپ اس سے کھیلنا ٹھیک حبیبہ صاحبہ نے اس کا ماتھا چوم کر کہا.

واقعی ماما سیم چاچو کا بے بی آنے والا ہے؟؟؟ اب تو میں اس سے کھیلوں گی اور مانو کو بھی بتاں گی کہ میرا بھی چھوٹو بے بی آنے والا ہے یا ہووووو

عجوہ پر جوش انداز میں کہتی اپنی ماں سے لپٹ گئی.

....

ساویہ رحمان شہیر رحمان اور سمیر رحمان تین بہن بھائی تھے. ساویہ سب سے بڑی ان سے چھوٹے شہیر اور سب سے چھوٹے سمیر رحمان تھے ان کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور تینوں بہن بھائی شادی شدہ تھے.

ساویہ کے تین بچے رباب اور علشبہ جڑواں بہنیں جبکہ اشہاب دونوں بہنوں سے دو سال چھوٹا تھا.

ان سے چھوٹے شہیر رحمان کی اک ہی بیٹی عجوہ تھی جس کے بعد سب رپورٹس ٹھیک ہونے کے باوجود ابھی تک ان کے ہاں آگے اولاد نہیں ہوئی تھی اور اسی لئے عجوہ اکلوتی ہونے کی وجہ سے گھر بھر کی لاڈلی تھی خاص طور پر اپنے چاچو سمیر کی جنہیں پیار سے وہ سیم چاچو بلاتی تھی.

اور سمیر کی 7 ماہ پہلے ہی اپنی کلاس فیلو فائزہ سے لو میرج ہوئی تھی اور اب فائزہ امید سے تھی گھر میں اتنی دیر بعد آنے والی خوشی سے گھر کا ہر فرد خاص طور پر عجوہ بہت خوش تھی جسے چھوٹے بہن یا بھائی کا بہت شوق تھا. رباب اور علشبہ تو عجوہ سے پانچ سال بڑی تھیں اس لئے وہ ان کے ساتھ کھیلتے ہوئے تھوڑا جھجکتی تھی جبکہ اشہاب اس سے تین سال بڑا ہونے کے باوجود بہت اچھا اور ہمیشہ اس کے ساتھ کھیلتا تھا پر عجوہ کو اپنے سے چھوٹے بچے کے ساتھ کھیلنے کا شوق تھا اور اب اس کا یہ شوق اپنے سیم چاچو کے بچے کے ساتھ ہی پورا ہو سکتا تھا جس کا اسے اب شدت سے انتظار تھا.

جب سے اس کی ماما نے بتایا تھا کہ اس کے سیم چاچو کے ہاں اس کا چھوٹا بہن یا بھائی آنے والا ہے تب سے وہ بہت خوش تھی اور روز حبیبہ سے پوچھتی تھی کہ ماما بے بی کو آنے میں کتنے دن رہ گئے ہیں اور حبیبہ بھی ہنس کر اس کے جواب

میں بس اتنا کہہ دیتیں تھیں کہ بس کچھ ہی دن میں آجائے گا اور 6 سال کی عجوہ بھی گن گن کے دن گزار رہی تھی کہ کب اس کا پیارا سا کزن آئے اور وہ دونوں کھیلیں.

....

وہ دیوانوں کی طرح بھاگ رہی تھی اک پاں سے جوتا بھی اتر چکا تھا اور ویسے ہی بھاگ رہی تھی خوف سے اس کا برا حال تھا اس وقت اسے اپنی عزت سے پیارا کچھ نہ تھا اس لئے اسے اپنے اک پاں کی چپل اتر جانے کی بھی پرواہ نہیں تھی . بس وہ بھاگتی ہی جا رہی تھی بھاگتے بھاگتے اس کا پاں پھسلا اور وہ منہ کے بل گر گئی اور وہ غنڈہ اس کے سر پہ پہنچ گیا.

اوہ سوہنیو ہم سے بچ کے کیوں بھاگ رہی ہو ہم تو قدر دان ہیں آپ کے حسن کو خراج بخشیں اور چلے جائیں گے گھبراتی کیوں ہو جانِ من پاس تو آئیں نشے میں دھت غنڈے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن اس سے پہلے کے وہ حد پار کرتا کسی نے زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور اس کے بعد اسے مکوں اور گھونسوں پر رکھ لیا مارنے والے نے تب تک اسے ملنے کا موقع نہیں دیا جب تک وہ نڈھال ہو کر بے ہوش نہیں ہو گیا

شہیر رحمان اور سمیر رحمان لان میں بیٹھے اپنی کسی بزنس ڈیل کی بات کر رہے تھے جب عجوہ کھیلتی ہوئی آئی اور سمیر رحمان کے پیچھے سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کہ بولی کون؟؟؟ اپنے سیم چاچو کی نیلی آنکھوں والی ڈول عجی سمیر رحمان نے مسکرا کر کہا اور عجوہ کو اپنی گود میں بٹھا کر اس لے گول مول گالوں کو چٹکیوں میں پکڑ کر ڈھیر سارا پیار کر ڈالا.

کیا ہے سیم چاچو آپ ہمیشہ میری چکس کو زور سے کھینچ دیتے ہو اب آپ کا بیبی آئے گا نہ میں بھی اس کی چکس کو زور سے کھینچوں گی ہنہہ عجوہ نے منہ بنا کر کہنے پر شہیر اور سمیر کا قہقہہ بلند ہوا.

ہاں ہاں ہم دونوں مل کر آپ کے سیم چاچو کے بیبی کی چکس کھینچیں گے شہیر رحمان عجوہ کے بابا نے شرارتا کہا جی بابا بلکل عجوہ نے بھی ان کا ساتھ دیا.

ہاہاہا جی آپ کے دل میں جو آئے وہ کرنا بیبی ساتھ آخر آپ اس کی پیاری سی آپی جو ہو گی سمیر رحمان نے عجوہ کو پیار کرتے ہوئے کہا.

اچھا یہ بتائیں آپ نے آپ نے بیبی کے لئے کوئی گفٹ لیا؟؟؟ سمیر نے عجوہ سے پوچھا.

گفٹ لیا نہیں میرے پاس پہلے سے ہے چاچو یہ دیکھیں یہ جو میرا لاکٹ ہے نہ میرے گلے میں اللہ والا یہ میں بیبی کو دوں گی.

پر عجوہ بیٹا یہ تو آپ کا لاکٹ ہے سمیر رحمان نے حیران ہو کر پوچھا تو چاچو پھر کیا ہوا بیبی بھی تو میرا ہی ہو گا نہ عجوہ کے مسکرا کر کہنے پر سمیر رحمان کو اس کی معصومیت پر بہت پیار آیا. چلیں پھر اسی خوشی میں آئسکریم کھانے چلیں سمیر

رحمان کے کہنے پر عجوہ بہت خوش ہوگئی اور اپنے بہت پیار کرنے والے سیم چاچو کے ساتھ لپٹ گئی

....

دو ماہ بعد:

عجوہ سکول سے لوٹی اسے نیچے والے پورشن میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لگتا ہے سب سیم چاچو کے روم میں گئے ہیں میں بھی وہیں جا کے دیکھتی ہوں یہ سوچ کر عجوہ اوپر سمیر رحمان کے کمرے میں چل دی. اوپر پہنچ کر عجوہ نے دیکھا سب گھر والے اک جگہ اکٹھے بیٹھے ہیں اور سب کے چہروں پر پراسراری خاموشی ہے. فائزہ چچی بیڈ پر لیٹی بے آواز رو رہی ہیں اور ان کی بغل میں اک بہت ہی حسین بچہ لیٹا تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر بہت ہی آہستہ آہستہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے, عجوہ چھوٹے سے بچے کو دیکھ کر اتنی خوش ہوئی کہ آ دیکھا نہ تا اور بھاگ کر اس بچے سے لپٹ گئی سیم چاچو کا بیبی آ گیا سیم چاچو کا بے بی آ گیا عجوہ خوشی سے اچھل رہی تھی ارے واہ چاچو دیکھیں نہ اس کی آنکھیں تو نیلی ہیں بلکل میرے جیسی اس نے میری آنکھوں کا رنگ چرایا ہے یہ کتنا پیارا ہے نہ چاچو عجوہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور اپنا سونے کا اللہ والا لاکٹ اتار کر اس کو پہنا دیا.

بسسس عجوہ چپ کرو اور جا اپنے کمرے جاؤ وسمیر رحمان نے چلا کر کہا عجوہ جس نے کبھی اپنے اتنے پیار کرنے والے چاچو کا یہ روپ دیکھنا تو دور سوچا بھی نہیں تھا

خوفزدہ ہو کر وہیں دیوار کے ساتھ لگ گئی.

سمیر رحمان جس کے پاں اپنے بچے کے دنیا میں آنے سے پہلے باپ بننے کی خوشی میں پاں زمین پر نہیں لگتے تھے اب وہی سمیر رحمان اپنے اسی بچے کو خونخوار نظروں سے

دیکھ رہا تھا.

تھوڑی ہی دیر بعد عجیب سے دکھنے والے لوگ آئے اور سیم چاچو کے بیبی کو اٹھا کر لے گئے. سب خواتین نے نم آنکھوں کے ساتھ بچے کو رخصت کیا اور مردوں نے سر جھکا کر . جبکہ سمیر رحمان کی آنکھوں میں تو خون اترا تھا نفرت سے انہوں نے منہ دوسری طرف کر لیا اور عجوہ خوفزدہ ہو کر اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی. اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کہ ان سے اپنا نیلی نیلی آنکھوں والا پیارا سا بیبی چھین لے پر وہ سمیر رحمان کے غصے سے اتنا ڈر گئی تھی کہ اس کی اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت تک نہ ہوئی اور وہ لوگ اسکی بیبی کو لے کر کب کے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے پر اس کا دل اپنے اس چھوٹے سے بھائی میں رہ گیا تھا.

....

وہ کالج کے لئے تیار ہو رہی تھی کہ حبیبہ صاحبہ کی آواز پر پلٹی یہ لو بیٹا ناشتہ کرلو

کل بھی تم ناشتہ کئے بغیر ہی چلی گئی تھی.

اوہ میری پیاری ماما میرے ٹیسٹ ہو رہے ہیں نہ اس لئے میں بہت بزی ہوں اس لئے کھانے کا وقت کم ملتا ہے آپ پریشان نہ ہوں میں کالج کے کنٹین سے کھالیا کروں گی.

جی نہیں آپ ایسا کچھ نہیں کروں گی آئی سمجھ زیادہ بات ہے تو میں روز لنچ باکس دے دیا کروں گی خبردار جو باہر سے اول فول کھایا تو اب چپ چاپ یہ ناشتہ کرو اور میں آپ کے لئے لنچ باکس تیار کرتی ہوں حبیبہ صاحبہ بیٹی کو پیار بھرا ڈانٹ کر کچن کی جانب چلی گئیں اور عجوہ ان کے پیار بھرے انداز پر مسکرا کر رہ گئی.

ناشتہ کر کے عجوہ اپنے کمرے سے باہر آئی تو حبیبہ صاحبہ کو اپنا منتظر پایا. ماما بابا کہاں ہیں عجوہ نے پوچھا.

اوہ سوری بیٹا میں آپ کو بتانا ہی بھول گئی

کہ آپ کے بابا رات ہی کسی کام کے سلسلے میں کراچی گئے ہیں. اف ماما اب میں کالج کس کے ساتھ جاں گی آج تو میرا ٹیسٹ بھی ہے اگر میں لیٹ ہوگئی تو بہت پرابلم ہو جائے گی عجوہ نے پریشانی سے کہا.

ارے میری جان اس کا بھی حل ہے میرے پاس

آپ کی سماویہ پھپھو نے صبح ہی اپنے ہاتھ کا اچار بھیجا ہے آپ کے بابا کے لئے ان کو بہت پسند ہے نہ آپ کی پھپھو کے ہاتھ کا اچار اس لئے.

ارے واہ کون لایا ہے اچار عجوہ نے خوش ہو کر پوچھا

اپنا اشہاب اور کون حبیبہ صاحبہ نے مسکرا کر کہا.

اوہ ہ ہ اچھا اشہاب کا نام سن کر اک دم سے اسکی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں تھی جب سے وہ اشہاب کے نام سے منسوب ہوئی تھی اس نام سن کر جھینپ سی جاتی تھی حالانکہ وہ اشہاب کے ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی تھی پھر بھی جب سے اس کے نام کی انگوٹھی پہنی تھی اک عجیب سی کیفیت تھی جو اس کا نام سن کر ہوتی تھی.

کہاں کھوگئی حبیبہ صاحبہ نے بیٹی کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر پوچھا.

جی ی ی ی کہیں نہیں ماں کی آواز پر عجوہ نے گھبرا کر کہا. ماما بتائیں نہ اب میں کس کے ساتھ کالج جاں؟؟؟ بابا تو ہے نہیں یہاں عجوہ نے پریشان ہو کر کہا.

ارے اشہاب کے ساتھ اور کس کے ساتھ حبیبہ صاحبہ نے مسکرا کر کہا....

جاری ہے

تجھے چاند بن کے ملا تھا جو

عاشہ جبیں

پہلی قسط

چڑیاں رب کے ذکر میں مصروف تھیں اوران کی چہچہاہٹ کی آواز مل کرایک خوبصورت سماں پیدا کر رہی تھی جنہیں صرف وہی سن اور دیکھ سکتے ہیں جو صبح خیز ہوں۔اس نے سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے۔دعا مانگ کر اسنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور جائے نماز فولڈ کر کے قریب رکھے ٹیبل کے نچلے حصے پر رکھا اور برآمدے کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی تو باہر ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھیلنا شروع ہوگ تھی۔ساتھ والے گھر کے ساتھ ان کی دیوار ملی ہوتھی۔اس گھر



کے اندر آم کا درخت بھی تھا جس کا آدھا حصہ ان کے گھر پر تھا جہاں اس وقت چڑیوں کا ایک غول شور کر رہا تھا۔اس نے مٹی کے پیالے اٹھائے اور ایک میں پانی رکھا اور دوسرے میں تھوڑے سے چاول۔

پھر آسمان کی طرف نگاہ کی اور مسکرا۔

ہم شہر میں رہنے والے لوگ جب گاں میں جاتے ہیں تو وہاں کی خوبصورتی سادگی اور قدرتی پن کو دیکھ کر مبہوت رہ جاتے ہیں۔جس طرح جب گاں کے لوگ شہر میں آتے ہیں تو یہاں کی بناوٹ مصنوعی خوبصورتی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں لیکن گاں واقعی گاں ہوتا ہے۔وہ کہتے ہیں نہ

"دیہات اللہ نے بنائے ہیں اور شہر انسانوں نے" صیح کہتے ہیں۔وہ سوچ کر مسکرا جب آواز پر پلٹی۔

احمرین! پڑھ لی نماز تو چائے رکھ لو تمہارے ابو آنے والے ہیں ورنہ غصہ کریں گے۔

جی امی ابھی بنانے ہی چلی تھی میں۔وہ بتاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی۔تو نفیسہ بیگم بھی سر ہلات مڑگ۔

گڈ مارننگ ! فریش آواز میں کہتا ہوا وہ چیر کھینچ کر بیٹھا۔

گڈ مارننگ! آج بڑی جلدی جاگ گئے طالش بیٹے۔وہ بولیں تو اس نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔

جی دادی بس آج اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے تو اس لیے بس ماما جلدی سے ناشتہ منگوا دیں۔وہ رابعہ بیگم کو جواب دیتا ہوا آخر میں عاصمہ بیگم کو دیکھ کر بولا۔

ہاں منگواتی ہوں اتنا تم یہ جوس لو۔انہوں نے گلاس اسکی طرف بڑھایا۔

کوثر کوثر !انہوں نے وہاں بیٹھے بیٹھے آواز لگا تو کوثر جن کے بوتل کی طرح حاضر ہو۔

جا طالش صاحب کے لیے ناشتہ لا گرم گرم۔انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتی مڑگ۔

ماما پاپا اٹھے نہیں کیا ابھی تک۔اس نے جوس کا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے ان سے پوچھا۔

نہیں بیٹا رات کو دیر سے آئے تھے آفس سے اس لیے ابھ تک سو رہے ہیں۔وہ چائے کا سپ لیتی ہو بولیں۔

بھ کتنی دفعہ میں نے تمہارے باپ سے کہا ہے کہ اپنی صحت کا خیال رکھے اب عمر نہیں رہی کام کی پر میری کہاں سنتا ہے اب ماشا اللہ سے جوان بیٹا ہے وہ سنبھال لے گا پر نہیں اسکو تو کام کی لت پڑگ ہے۔رابعہ بیگم خفگی سے بولیں تو دونوں ماں بیٹا مسکرائے۔

دادی آپ خفا نہ ہوں جلد ہی پاپا ریٹارمنٹ لیں لے گے پھر آپ انکو خوب آرام کروائے گا اور پوتے سے کام۔وہ ان کا ہاتھ دبا کر بولا تو انہوں نے سر جھٹکا۔

یہ لیں طالش صاحب ناشتہ۔کوثر ناشتہ رکھتے ہوئے بولی تو اس نے شکریہ کہا اور ناشتہ کرنے لگا۔

ماما میں چلتا ہوں پاپا کو بتا دیجے گا اور ہاں وہ تینوں سو کر اٹھے تو پلیز انہیں مت بتائے گا کہ میں اسلام آباد گیا ہوں ورنہ فون فون کر کے میرا سر کھالیں گے کہ یہ بھی لا دو اور وہ بھی میں بس آج کے دن کے لیے جا رہا ہوں۔ واپس آ جاں گا۔ اوکے دادی اللہ حافظ دیکھ لیں آپ کے بیٹے صاحب آرام کر رہے ہیں اور میں کام اب تو آپ خوش ہیں نہ۔ جھک کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو انہوں نے بدتمیز کہہ کر اس کا سر چوما تو عاصمہ بیگم مسکرا دیں۔ وہ اللہ حافظ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تو وہ بھی اپنی باتوں میں مگن ہو گئیں۔

امی میری گاڑی آنے والی ہی ہو گی میں چلتی ہوں۔ وہ سر پر چادر اوڑھ کر بولی۔

احمرین ! بیٹا آج جلدی آ جانا تمہاری پھوپھو نے آنا ہے اور چچی لوگ بھی آئیں گی۔ نفیسہ بیگم کچن کے دروازے میں کھڑی ہو کر بولیں۔ تو اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

امی یہ سکون نہیں ہے کیا ان لوگوں کو اپنے گھروں میں ہر ویک اینڈ پر آ کر ہمارا ویک اینڈ خراب کر دیتے ہیں۔ احمرین کی بجائے اس سے چھوٹی عمرین بولی تو نفیسہ بیگم نے پہلے کمرے کی جانب دیکھا اور پھر اس کو گھور کر۔ تمہارا باپ اندر ہے سن لیگا تو ابھی سے موڈ خراب ہو جائے گا پتہ بھی ہے وہ اپنے بہن بھاوں کے خلاف کچھ نہیں سن سکتے۔ وہ آہستہ آواز میں اس کو گھور کر بولیں تو اس نے منہ بنایا۔

امی صیح تو کہہ رہی ہے جب بھی دودھیال سے کوآ تا ہے ابو کا موڈ اگلے ویک اینڈ تک خراب رہتا ہے خیر امی میری اسائمنٹ ہے مجھے اس کے لیے لا بریری جانا ہے جلدی کیسے آں گی میں۔ وہ جلدی سے بولی کہ گاڑی کا ہارن بجنے ہی والا تھا۔

بیٹا تمہیں پتہ تو ہے تمہاری دونوں بھابیوں کا ایک نے تو میکہ چلے جانا ہے اور دوسری ادھر ہوتی ہی نہیں پھر میں اکیلے کیا کیا کروں گی۔ نفیسہ بیگم اس دیکھ کر بے چارگی سے بولیں تو اس کا دل کیا اپنا سر دیوار سے مار لے۔

اچھا آ جاں گی میں بارہ بجے تک ایک کلاس بھی مس ہو جائے گی۔ اتنے میں گاڑی کا ہارن بجا تو وہ باہر بھاگی۔

اللہ حافظ اب انکل کی باتیں سننی پڑیں گی۔ وہ جلدی سے بول کر لانج سے نکلی۔ تو انہوں نے فی مان اللہ کہہ کر اس پر پھونک ماری۔ وہ مڑی تو نظر سامنے عمرین پر پڑی جو صوفے پر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔

عمرین۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

چلو جلدی سے ناشتہ کر لو پھر کام کر لینا۔ وہ مسکراہٹ دبا کر پلٹی۔

اففففف پتہ نہیں اس کام مصیبت سے کب جان چھٹے گی ہر ویک اینڈ پر اتنا کام اوپر سے یہ ابو کا میکہ انہہ۔ وہ منہ بنا کر اٹھتے ہوئے بولی اسکو نیند خراب ہونے پر غصہ آیا ہوا تھا۔

ماما یہ دیکھیں اس گدھی نے کیا کام کیا ہے۔رامش ان کے سر پر کھڑا چیخ رہا تھا جب انہوں نے گردن اٹھا ان کی نظر اس پر پڑی تو بے اختیار ہنس دی۔

رامش یہ کپڑے کیسے گیلے ہوئے ہیں۔وہ ہنسی روک کر بولی۔

ماما آپ کی ان دو چڑیلوں نے کیے ہیں۔اچھا بھلا سو رہا تھا میں جو انہوں نے پانی گرا کر ساری نیند بستر اور کپڑے بگھو دیئے۔وہ منہ بناتا ہوا بولا۔

کون حوریہ اور رمشہ انہوں نے بگھویا ہے۔عاصمہ بیگم حیرانگی سے پوچھنے لگیں۔

جی ماما ہم نے بگھویا ہے انہیں اور ان سے پوچھیں انہوں نے رات کے دو بجے ہمارے کمرے میں داخل ہو کر ہم پر کبھی چھپکلی کبھی کاکروچ اور وہ کیا۔۔۔ہاں مینڈک وہ کیوں پھینکے تھے۔اوپر سے ہمیں آواز بھی نہیں نکالنے دے رہے تھے۔حوریہ کی آواز پیچھے سے آ تو وہ غصے سے مڑا۔

رامش ایک منٹ رکو تم لوگوں کو سکون نہیں ہے آدھی آدھی رات کو کیا تماشے لگاتے ہو اور رامش تمہارے پاس وہ چیزیں کہاں سے آ ہاں۔وہ سخت لہجے میں بولی تو رامش نے دانت کچکچا کر انکی طرف دیکھا تو وہ دونوں اس کو چڑانے لگی۔

ماما مذاق تھا اور ویسے بھی نقلی تھیں سب چیزیں انکو تو ویسے ہی شوق ہوتا ہے چیخنے کا۔رامش بولا تو ان دونوں نے گھور کر اسے دیکھا۔

اچھا اچھا بس اب لڑنا نہ شروع کر دینا جا کر چینج کرو بارہ بج رہے ہیں ناشتہ بھی کرنا ہے یا نہیں۔وہ حوریہ اور رمشہ کو منہ کھولتا دیکھ کر بولیں تو وہ چپ کر گیں جبکہ رامش منہ پر ہاتھ پھیرتا ہوا چلا گیا۔

اور تم دونوں شرم کیا کرو بڑا ہے تم لوگوں سے نقلی تھیں وہ چیزیں تو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔وہ ان دونوں کو دیکھ کر بولیں۔

ماما اب ڈر تو ڈر ہے نہ کیا نقلی اور کیا اصلی ویسے لگ اصلی رہی تھیں۔حوریہ بولی تو رمشہ نے بھی سر ہلایا۔

اچھا اچھا رمشہ بیٹا تمہاری ماما کا فون آیا تھا ان سے بات ہو تو بتا رہی تھیں کہ تمہارا سیل آف جا رہا ہے ک دنوں سے ان کی بات نہیں ہو پا رہی کیا کو مسلہ ہے فون کو۔وہ حوریہ کی بات کو نظر انداز کر کے بولیں۔

نہیں پھوپھو وہ دراصل اس رامش کے بچے نے پانی میں پھینک دیا تھا اس لیے وہ بند ہے اب ٹھیک کرواں گی ویسے میں آج انہیں حوریہ کے نمبر سے کال کر لوں گی۔رمشہ نے جواب دیا حوریہ اتنے میں واپس پلٹ گ تھی۔

تم نے بتایا کیوں نہیں اور لا فون مجھے دو اس رامش کے بچے سے ہی ٹھیک کرواتی ہوں اور جا تم بھی فریش ہو جا ناشتہ کر لو۔وہ بولیں تو مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے پٹ گ۔

اب بچو رامش کے بچے۔ وہ سوچ کر مسکرا۔ رمشہ طالش، رامش اور حوریہ کے ماموں یعنی عاصمہ بیگم کے بھا کی اکلوتی بیٹی تھی رمشہ کا ایک چھوٹا بھا بھی تھا۔ رمشہ اور حوریہ کی آپس میں کافی دوستی تھیں دونوں ہی بہنوں کے معاملے میں اکلوتی تھیں سو وہ دوستیں بھی تھیں اور بہنیں بھی۔ رمشہ ادھر انکے پاس ہی ہوتی تھی۔ رمشہ اور حوریہ ایک ہی یونی میں پڑھتی تھیں۔ جبکہ رامش جب انکا پارٹنر نہ بن سکا تو تینوں دو پارٹیز میں تقسیم ہو گئے جس میں وہ دونوں ایک طرف اور جبکہ رامش بیچارا ابھی تک اکیلا تھا۔ ان کی نوک جھونک سے سارا گھر تنگ تھا۔

امی میں وقاص کے ساتھ گھر جا رہی ہوں شام میں آ جاں گی۔ عمرین اور نفیسہ بیگم کچن میں تھی جب نادیہ نے آ کر بتایا۔ دونوں نے ایک ساتھ مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ نک سک سی تیار کھڑی تھیں۔ نفیسہ بیگم نے ایک گہرا سانس لیا اور بس اتنا بوئیں ٹھیک ہے بیٹا تو وہ چلی گ۔

امی ویسے ہمارے گھر کا بڑا مزے کا کام ہے بڑی بہو ہر ہفتے میکے جاتیں ہے اور چھوٹی بہو ہر ہفتے کو سسرال آتی ہیں۔ عمرین برتن دھوتے ہوئے طنزیہ ہنس کر بولی۔ تو نفیسہ بیگم نے اس کی طرف دیکھا اور چمچ دیگچی میں چھوڑ کر بولیں

اب کیا کر سکتے ہیں بیٹا سوچا تھا بہو آئے گی تو گھر میں رونق ہو گی گھر کا تھوڑا ماحول بدل جائے گا پر ایسے نصیب کہاں گھر تو پہلے سے زیادہ ویران ہو گیا ہے۔ بڑی بہو تمہارے ابو کے بھا بہنوں کے روز روز آنے سے تنگ آ کر چلی جاتی ہے اور چھوٹی بہو تمہاری پھوپھو کی بیٹی اور تمہارے باپ کی بھانجی ہے اس کو تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ افسردگی سے بولیں۔

جی تبھی وہ ہر ہفتے نہ صرف ہم سے خود ملنے آتی ہیں بلکہ ساتھ پورے چاچو اور پھوپھو کی فیملی کو بھی لاتی ہیں اور بیڑا غرق ہوتا ہے ہمارا۔ اس نے زور سے پلیٹ سٹینڈ میں رکھی۔

بری بات ہے تمہارے باپ کو پتہ لگ گیا نہ تو پھر تمہارا حشر نشر کر دیں گے اس لیے سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ انہوں نیا س کا غصہ دیکھ کر اس کا تنبیہ کی تو منہ میں بڑ بڑاتی باقی برتن دھونے لگی۔ اتنے میں گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز آ یقیناً بھابی جی کی سواری روانہ ہو چکی ہو گی۔ عمرین جل کر سوچتی برتن رکھنے لگی۔

نفیسہ بیگم اور اکرم صاحب کی چار اولادیں تھیں بلترتیب وقاص، ریان، احمرین، عمرین۔ وقاص کی شادی خاندان سے باہر نادیہ سے ہوتھی جبکہ ریان کی شادی اکرم صاحب کی سب سے بڑی بہن کی بیٹی عازہ کے ساتھ ہوتھی۔ ریان جاب کے سلسلے میں ملک سے باہر ہوتا تھا جس کا بہانہ کر کے عازہ اپنے میکے ہی رہتی تھی۔ اور ہر ہفتے نہ صرف اپنی فیملی بلکہ احمرین کے چاچو کی فیملی کے ساتھ ملنے آتی تھی جن کی دعوت کا اہتمام انہیں ہر ہفتے کو کرنا پڑتا تھا۔ پہلے

پہلی تو نادیہ نے برداشت کیا مگر پھر وہ بھی ہر ہفتے کو اپنے میکے جانا شروع ہوگی۔
اکرم صاحب کی مارکیٹ میں کپڑے کے چار دکانیں تھی۔جنکو وہ دیکھتے تھے۔وہ اپنی فیملی کے ساتھ بیس سال پہلے سیالکوٹ شفٹ ہوگئے تھے جبکہ انکا چھوٹا بھا اور دو شادی شدہ بہنیں گاں میں ہی ہوتیں تھیں۔ بہنوں کا سسرال گاں سے زیادہ دور نہیں تھا اس لیے وہ لوگ آسانی سے اکھٹے ہوکر آجاتے تھے۔اکرم صاحب مزاج کے اتنے سخت تھے کے اپنے سامنے کسی کی نہیں سنتے تھے۔اور انکی اس مزاج کا فادہ اٹھا کر انکے بھا بہن انکو الٹا سیدھا بتا کر غصہ چڑھاتے تھے جس کا نقصان سراسر نفیسہ بیگم اور انکی اولاد کو اٹھانا پڑتا تھا۔

جولا کے دن تھے گرمی سے ہر ذی روح پریشان تھا۔ایسے میں وہ جب گاڑی سے باہر نکلا تو اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔اندر اے سی کی کولنگ نے گرمی کے مزاج کو ٹھنڈا کر رکھا تھا لیکن باہر نکلتے ہی گرمی اپنے مزاج کی گرمی سے بولا دیتی تھی۔وہ آفس کے کام کے سلسلےمیں اسلام آباد آیا ہوتھا۔اس کا ارادہ اپنے بزنس کو انٹرنیشنل لیول پر لے جانے کا تھا جس کے لیے وہ آجکل بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔آج اسے لندن میں ایک بہت اچھی جگہ کی آفر ملی تھی جہاں وہ اپنا کام سیٹ کرسکتا تھا چند دنوں میں اس نے لندن جانا تھا اس جگہ کو وزٹ کرنے تاکہ پھر سودا ہو سکے۔وہ پراپرٹی ڈیلر کے آفس سے نکلا تو دھوپ اور گرمی سے اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ سیل پر کال آنے لگی۔اس نے پاکٹ سے سیل نکال کر دیکھا تو اس کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکڑے۔کال ریسو کر کے فون کان سے لگایا۔
جی فرماں رمشہ بی بی آپ کو پتہ لگ گیا ہوگا کہ میں اسلام آباد پہنچ چکا ہوں۔اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔
ہاہاہا۔۔۔دوسری طرف رمشہ ہنسی۔
طالش بھا جب آپ جانتے ہیں کہ ہم سے کچھ نہیں چھپ سکتا تو آپ کیوں ٹرا کرتے ہیں ہم سے چھپانے کا۔
جی جی بلکل بجا کہا اب یہ بھی بتا دیں کیوں کال کی ہے۔اس نے بے بسی سے کہا۔جانتا تھا بات سنے بغیر چارا نہیں ہے۔
وہ طالش بھا پلیز آپ ادھر گھر چلے جایں امی نے کچھ چیزیں دینی ہے میرے لیے اور حوریہ کے لیے وہ لے آے گا پلیز پلیز۔۔رمشہ منت بھرے انداز میں بولی تو طالش نے گہری سانس لی۔
یار رمشہ تم لوگوں کہ ہر بار یہ کچھ نہ کچھ والی امپورٹ ایکسپورٹ سے میں بہت تنگ آیا ہوں خیر لے آں گا میں۔وہ بولا تو دوسری طرف رمشہ نے ہنستے ہوئے تھینکس کہا اور فون بند کر دیا۔
افففففف یہ لڑکیاں بھی نہ ذرا جو سکون سے اسلام آباد میں رہنے دیں۔اس نے بے بسی سے سوچا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

عمرین جا یہ کولڈ ڈرنک باہر دے کر آ۔ پھر اندر دے آنا عازہ کے روم میں۔احمرین نے ڈش عمرین کو پکڑاتے ہوئے کہا تو اس نے منہ بنایا اور چلی گ۔

وہ چاولوں کو دم پر رکھ کر راتہ بنانے لگی۔ جب عمرین منہ بناتی ہو واپس آ۔اور ڈش زور سے سلیب پر پٹخی۔

کیا ہوا؟ احمرین نے مڑ کر دیکھا تو عمرین کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

عمرین۔۔۔۔وہ دہی کا بال وہیں چھوڑ کر اس کے پاس آ۔

آپی میں نے جان بوجھ کر نہیں گراتھ کولڈ ڈرنک ایاز بھا نے جان بوجھ کر خود اپنے کپڑوں پر گرا ہے اور ابو نے مجھے ڈانٹا ہے۔عمرین کی آنکھ سے آنسو نکل آئے۔

اوہو۔۔عمرین کیا ہوا پہلی بار ڈانٹ کھا ہے کیا یا یہ سب پہلی بار ہوا ہے؟ نہیں نہ تو پھر ہر بار کیوں روتی ہو بڑی ہو جا مجھے پتہ ہے تم نے معزرت بھی نہیں کی ہوگی بلکہ کہا ہو گا کہ تم سے نہیں گری ایاز نے خود گرا ہے ہاں نہ؟ احمرین اس کا منہ اونچا کر کے بولی تو عمرین کچھ نہ بولی تو احمرین نے گہرا سانس لیا۔

عمرین یار موڈ تو صیح کرلو ابھی تو تین چار دن تک ابو کا بات بیبات ڈانٹ سسٹم چلنا ہے اور ہاں اگلی دفعہ میں تمہیں چائے بنا کر دوں گی۔تاکہ اگر ایاز جان بوجھ کر گرانے کا سوچے بھی تو اس کو مزا آ جائے پھر تمہیں ڈانٹ کا بھی افسوس نہیں ہوگا۔احمرین اس کا موڈ ٹھیک کرنے کو بولی تو عمرین ہنس دی احمرین اس کو ہنستا دیکھ کر مسکرا دی۔

اور ہاں آپی چائے زیادہ گرم ہو تا کہ وہ جلے تو صیح۔عمرین جلدی سے بولی تو احمرین نے ہنس دی ہنستے ہوئے اس کی نگاہ سامنے پڑی تو ہنسی کو بریک لگا۔عمرین نے احمرین کے ایکسپریشن دیکھے تو خود بھی مڑ کر دیکھا اس کا حال بھی احمرین جیسا ہوا بلکہ اس کے تو سانس خشک ہو گئے۔

کچن کے دروازے میں ایاز کھڑا ہوا تھا اور وہ ان کو ہی دیکھ رہا تھا اور جس طرح دیکھ رہا تھا لگتا تھا اس نے ان کی ساری باتیں سن لی ہیں۔وہ چلتا ہوا کچن کے اندر آیا اس کی پینٹ اور نیچے سے شرٹ بھیگی ہوتھی یقیناً وہ دھو کر آیا تھا۔

احمرین صیح کہہ رہی ہے عمرین اگلی بار چائے ہی گرانا میری طرف سے اجازت ہے اور احمرین۔۔۔وہ عمرین سے بات کر کے احمرین کی طرف مڑا۔

تم سے ملنے کے لیے۔۔۔میں چائے کی جلن بھی برداشت کر سکتا ہوں۔اس نے مسکرا کر اپنی بات مکمل کی تو جہاں عمرین کا اس کی بات سن کر منہ کھلا وہیں احمرین کا عمرین کے سامنے ایاز کی بے بکواس پر غصہ سے دماغ خراب ہوا۔

ایاز بھا آپ اپنی بکواس بند کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ابو کو بتاں اور آپ کو ابو دھکے دیکر گھر سے نکالے وہ یہ بھی نہیں سوچے گے کہ آپ انکی بہن کے بیٹے ہیں۔اور عمرین تم جا اندر سے امی کو بلا کر لا۔احمرین ایاز کو دیکھتی چبا کر بولی اس کا

ایاز کی باتیں سن کر دماغ خراب ہو گیا تھا اسکی نظریں تو وہ بہت عرصے سے برداشت کر رہی تھی پر آج اسکی اتنی بے باکی پر اسکا دماغ کھولا گیا تھا۔

جی۔۔۔جی آپی بھیجتی ہوں میں امی کو۔عمرین جلدی سے بول کر کچن سے نکل گی تو وہ بھی ایاز کو ایک نظر دیکھ کر راستہ بنانے لگی۔

ایاز چند لمحے اس کو دیکھتا رہا اور پھر دو قدم چل کر آگے ہوا اور بولا۔

تمہاری یہی اکڑ مجھے متاثر کرتی ہے احمرین اور ماموں کی تو تم بات ہی مت کرو ان کو کس طرح قابو کرنا ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں اور بہت جلد ویسے بھی وہ مجھے اپنی فرزندگی میں لے لیں گے۔اس نے مسکرا کر بات مکمل کی جہاں اس کا راستہ میں چیچ ہلاتا ہوا ہاتھ ساکت ہوا تھا وہیں وہ مسکرا کر پلٹ گیا تھا۔چند لمحوں تک وہ ہل بھی نہ سکی اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا

یہ کیا کہہ رہا تھا فرزندگی اس کا کیا مطلب لیکن۔۔۔ابو۔۔۔وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی جب نفیسہ بیگم نے اس کو کندھے سے چھو کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

احمرین کہاں ہے تمہارا دھیان کب سے آوازیں دے رہی ہوں سن بھی رہی ہو یا نہیں۔وہ اسکو دیکھ کر بولیں تو وہ چونکی۔

وہ امی۔۔۔نہیں بس آپ۔۔۔وہ کھانا بن گیا ہے میں پانچ منٹ میں لگاتی ہوں آپ پھوپھو اور چاچو لوگوں کو کھانے کا کہہ دیں۔وہ بے ربط سا بولی تو انہوں نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا۔

احمرین بیٹا کیا ہوا طبعیت ٹھیک ہے نہ یہ کس طرح۔۔۔

امی ٹھیک ہوں وہ بس تین گھنٹے سے کچن میں تھی نہ اس لیے بس گرمی لگ رہی ہے شدید۔آپ بس کھانے کا کہہ دیں۔

وہ واپس مڑتے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ کو سوال کرتی وہ برتن نکالنا شروع ہو گی۔

اچھا میں عمرین کو بھیجتی ہوں کھانا لگا دے گی۔وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولیں اسنے کو جواب نہ دیا تو مڑ گی۔

ان کے جانے کے بعد احمرین نے مڑ کر دیکھا اور پاس رکھی چیر پر یوں بیٹھ گی جیسے ساری توانائی نچڑ گی ہو۔عمرین کے آنے کی آواز آئی تو جلدی سے اٹھی اور برتن سیٹ کرنے لگی فلحال وہ کسی بھی سوال جواب کے موڈ میں نہیں تھی۔

بھ بھا صاحب لگتا ہے آپ کی بڑی بہو کو ہمارا آنا پسند نہیں ہے تبھی ہمارے آنے پر ہر دفعہ اپنے میکے چلی جاتی ہے۔اکرم صاحب کی بڑی بہن رقیہ بولی تو ان سب نے پہلو بدلا۔

اکرم صاحب نے ایک کھا جانے والی نظر اپنی بیوی پر ڈالی اور بولے۔

بھ یہ تو اس عورت کا کام تھا کہ بہو کو اس گھر کے طور طریقے سکھاتی لیکن اس نے تو نہ خود سیکھے اور اور نہ اپنی اولاد کو سکھائے تو بہو کو کیا سکھاتی۔وہ زہر خند لہجے میں بولے تو رقیہ بیگم نے ایک طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا۔

نہیں بھا ماشا اللہ بھابھی نے بڑی اچھی تربیت کی ہے بچوں اور بچیوں کی اب نادیہ بیٹی تو چلو ہفتے کے ہفتے جاتی ہے لیکن اپنی عازہ بھی تو ہے رہتی ہی میکہ میں میں ہے سسرال کا پتہ ہی نہیں۔ چھوٹے چاچو کی بیوی طنزیہ بولی تو جہاں عازہ نے منہ بنا کر ان کی طرف دیکھا وہیں رقیہ پھوپھو نے ان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور فورا بولی۔

ارے عازہ کی کیا بات بیچ میں اس کا تو یہ بھی گھر وہ بھی گھر اور وہاں تو وہ میرے اکیلے پن کی وجہ سے رہتی ہے ایاز تو سارا دن گھر سے باہر ہوتا ہے یہی رکھتی ہے میرا دھیان اور عازہ اپنے شوہر کی مرضی سے رہتی ہے خیر سے ایاز کی دلہن لے آں پھر رہ لے گی عازہ بھی۔ جہاں عازہ نے ماں کو آنکھیں دکھا وہیں ایاز نے نظر اٹھا کر احمرین کو دیکھا جو انجان بنی کھانے کی چیزیں پکڑا رہی تھی۔ چچی نے ہنہ کہہ کر اپنا رخ بدل لیا جبکہ پھوپھا اب کو نیا ٹاپک چھیڑے اکرم صاحب سے محوگفتگو تھیں۔ احمرین سمیت عمرین اور نفیسہ بیگم بھی جانتی تھی کہ یہ لوگ تو کھانا کھا کر آرام سے اپنے اپنے گھر چلے جایں گے لیکن اکرم صاحب ان کا کھانا پینا حرام کردیں گے۔ ہر بار ایسا ہی ہوتا تھا پھوپھو یا چاچو لوگوں میں سے کو ایک ایسی بات ضرور کرتا تھا جس سے اکرم صاحب کا دماغ کا میٹر گھوم جاتا اور پھر اگلے چار دن تک شدید گولہ باری جاری رہتی۔ احمرین نے عمرین کو کچن میں جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی مڑ گ۔ بھوک اور تھکن سے اسکا برا حال تھا۔

وہ باہر آیا تو موسم کی دلکشی نے اسکا موڈ خوشگوار کردیا۔ صبح ہی وہ لندن سے واپس آیا تھا بزنس سائٹ کے لیے انہیں پرفیکٹ جگہ مل گ تھی۔ وہ پیمنٹ کر کے اور جگہ فائل کر کے اپنی ٹیم کو چھوڑ وہیں چھوڑ آیا تھا تا کہ باقی کام وہ ہینڈل کرلے۔ وہ ابھی سو کر اٹھا تھا فلاٹ سے واپسی پر وہ آتے ہی سب سے مل کر سو گیا تھا۔ جب سویا تھا تو دوپہر کے ایک بجے دھوپ خوب چمک رہی تھی لیکن اب آسمان کو پورے بادلوں نے گھیرا ہوا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مسرور کر رہی تھی۔

آٹ۔۔۔آواز سنی تو نیچے جھانک کر دیکھا تو پورے لان میں حوریہ رمشہ اور رامش دوڑ رہے تھے۔ رامش آگے تھا اور اسکے ہاتھ میں بیٹ تھا یقیناً ہمیشہ کی طرح وہ آٹ ہوا ہوگا لیکن مان نہیں رہا ہوگا۔ اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور واپس مڑ گیا۔

یہ کیا ہو رہا ہے رامش۔۔۔؟ وہ لان میں آ کر بولا تو وہ سب بھاگتے بھاگتے رک گئے۔

بھا دیکھیں یہ رامش کا بچہ آٹ ہوا ہے پر مان نہیں رہا۔ رمشہ بولی تو حوریہ نے بھی سر ہلایا۔

نہیں بھا میں تو ابھی سیدھا کھڑا بھی نہیں ہوا تھا جب انہوں نے بال کروادی اور بال وکٹس کو لگ گ۔ اس لیے میں آٹ نہیں ہوا۔ رامش بیٹ کو ایک ہاتھ سے دوسرے میں کرتا ہوا بولا تو ان دونوں نے اس کے جھوٹ پر اسکو گھور کر دیکھا۔ طالش خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

رامش تم آٹ ہو اور رمشہ حوریہ یار بندہ کسی ایمان دار آدمی کے ساتھ کھیلتا ہے ہر بار تم لوگ اس کی شکایت لگاتے ہو اور پھر کھلتے بھی اسی کت ساتھ ہو۔۔وہ حیرانگی سے بولا

تو طالش بھا آپ کھلیں نہ ہمارے ساتھ پھر ہم اس کے ساتھ نہیں کھیلے گے۔حوریہ بولی

تو رامش نے اس طوطا چشمی پر انہیں گھورنا شروع کر دیا۔

نہیں بھ میں نہیں کھیل سکتا تم لوگوں کے ساتھ بہت تھکا ہوا ہوں ابھی اور حوریہ رمشہ چلو شاباش جا چائے بنا کر لا اور پلیز خود لانا کوثر کو مت کہہ دینا بہت بری چائے بناتی ہے وہ۔طالش بولتا لان چیر پر بیٹھا تو ان دونوں نے منہ بنایا اور حوریہ چلی گ تو رمشہ نے بال رامش کی طرف پھینکی جو انکا منہ بنا رہا تھا اس نے ہنستے ہوئے بال کیچ کر لی اور وہیں بیٹھ گیا۔اور طالش سے اس کے وزٹ کے بارے میں بات کرنے لگا۔

آپی کیا بات ہے تین چار دن سے آپ بہت چپ چپ سی ہیں۔یونیفارم استری کرتے ہوئے اس کے ہاتھ تھمے۔اس نے مڑ کر عمرین کی طرف دیکھا اور بولی۔

ایسی تو کو بات نہیں عمرین پہلے کونسا میں قہقے مارا کرتی تھی جواب خاموش ہیں۔وہ سست روی سے اسکو دیکھ کر بولی اور واپس آرن سٹینڈ کی طرف مڑ گ۔

-نہیں۔۔۔پہلے میں نے سوچا شاید آپ ابو کی وجہ سے چپ چپ ہیں کیوں کہ جب سے پھوپھو لوگ ہیں ابو کا پارہ آسمان پر چڑھا ہوا ہے لیکن ایسا تو ہر بار ہوتا ہے لیکن اب کی بار آپ کسی اور بات پر پریشان ہیں۔کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ایاز بھا کی بات پر۔عمرین نے وہ بات پوچھ ہی لی جو اتنے دنوں سے اسے تنگ کر رہی تھی۔

-اسنے مڑ کر عمرین کو دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہی تھی اسکے دیکھنے پر نظر جھکا گ۔اس کے چہرے پر جھجک اور ڈر صاف لکھا تھا۔

-اسی کو بات نہیں ہے اور ویسے بھی ایاز بھا کی بکواس پر کان دھرنے کی کو ضرورت نہیں ہے۔۔۔اسے یک دم خیال آیا تو رک گ اور پھر فورا بولی۔

-عمرین تم نے امی کو تو نہیں بتایا نہ مطلب ایاز بھای۔۔۔دیکھو عمرین امی سے اس بات کا تذکرہ مت کرنا خوامخاہ پریشان ہوں گ ٹھیک ہے۔احمرین اس کے پاس آ کر بولی تو عمرین نے نفی میں سر ہلایا۔

-نہیں امی کو نہیں بتایا میں نے پر آپی۔۔

-پر ور کچھ نہیں تم جا اور چائے بنا لا اچھی سی امی کو یہی بلا لینا ابو کے جانے کیبعد رو رہی تھیں۔احمرین نے کہا تو وہ

عمرین اچھا ٹھیک ہے کہتی اٹھ کر باہر گ تو احمرین اس کی چھوڑی ہو جگہ پر بیٹھ گ۔

-اللہ۔۔۔۔پلیز ایسا کچھ نہ ہو جیسا ایاز بھا نے کہا تھا اففففف۔۔۔انلوگوں کے ساتھ میرا کیسے گزارا ہوگا جنھوں نیساری عمر ہماری زندگیوں کو جہنم بنائے رکھا ہے۔وہ بند آنکھوں سے اللہ سے دعا کر رہی تھی۔اس دن کے بعد ایک دن بھی اسکا سکون سے نہیں گرزر رہا تھا نہ یونی میں چین تھا اور گھر تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا سکون کا۔اب کچھ ہوا کہ تب کچھ ہوا کہ خوف نے اسکا سکون برباد کیا ہوا تھا۔اور یہی بات عمرین نے نوٹ کی تھی۔لیکن وہ اپنا خوف کسی سے بھی شیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ماما یہ اپنیطالش بھا کی شادی کب کرنی ہے۔بوڑھے ہو رہے ہیں یہ ابھی کل مجھے کہہ رہے تھے کہ یار ۸۲ سال کا ہو گیا ہوں اس سال میں۔رامش آم کو فورک سے منہ میں ڈالتا ہوا بولا تو ان سب نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔حوریہ نے رمشہ کو آنکھوں سے رامش کی طرف اشارہ کیا کہ اب کو نیا ڈرامہ ہونے لگا ہے۔

ہیں کیا مطلب۔۔رابعہ بیگم حیران ہوتی ہوی بولیں۔تو جمال صاحب اور عاصمہ بیگم نے بھی سوالیہ نظروں سے رامش کی طرف دیکھا۔

بھ مطلب اب انکی شادی ہو جانی چاہیے نہ اور کب کرنی ہے یہ کہہ رہے تھے۔رامش مسکرا کر بولا تو رابعہ بیگم ہنس دی۔

لو بھ عاصمہ تم کہتی ہو کہ وہ شادی کے لیے مانتا نہیں ادھر تو وہ خود اپنے منہ سے شادی کا کہہ رہا ہے۔وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

کہاں امی جان یہ تو بکواس کر رہا ہے پتہ ہے آپ کو کسی لڑکی کی تصویر نہیں دیکھتا وہ اور کہو بھی تو کہتا ہے ماما جب کرنی ہوگی آپ کو بتا دوں گا مجھ سے نہیں دیکھی جاتی یہ تصویریں وغیرہ۔عاصمہ بیگم بولیں تو رامش نے افسوس سے سر ہلایا۔

بس ماما جان ہوگ پھر انکی شادی لکھ لیں انہوں کی نہیں ہونی شادی اور میں بھی کنوارہ ہی رہوں گا۔رامش افسوس بھرے لہجے میں بولا تو رابعہ بیگم اور عاصمہ بیگم دونوں نے دہل کر اسکی طرف دیکھا۔

شرم کرو رامش سوچ سمجھ کر بولا کرو اللہ نہ کرے مجھے تو اپنے دونوں پوتوں کو دولہا بنے دیکھنے کا بہت شوق ہے اس سے پہلے کہ میری سانسیں بند ہو جائے۔آخر میں رابعہ نم آواز میں بولیں تو جمال صاحب جو خاموشی سے باتیں سن رہے تھے۔فورا سیدھے ہوئے اور بولے۔

امی جان اب آپ سوچ کر بولیں آپ کا سایہ اللہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔اگر آپ چاہتی ہیں تو ہم طالش کی بعد میں کر دیتے ہیں پہلے رامش کی کر دیتے ہیں لڑکی بھی موجود ہے اور لڑکا بھی۔وہ آخر میں شرارت سے رامش کو دیکھ کر بولے تو جہاں وہ جھنیپ گیا وہیں رمشہ نے شرم سے سر جھکایا۔حوریہ نے اس کی کمر پر کہنی ماری تو اس نے اس کو چٹکی کاٹی۔رابعہ بیگم اور عاصمہ دونوں ہنس دی۔

تم جاہل عورت ہی رہی ساری عمر سوچا تھا کہ شہر جاں گا تو تمہاری سوچ میں بھی تبدیلی آ جایں گی اور شاید میرا گھر بھی سنور جائے گا پر پتہ نہیں کہاں قسمت پھوڑ دی اماں نے ساری زندگی جاہل عورت کے ساتھ گزارنی پڑ رہی ہے۔ اکرم صاحب اونچا اونچا بول رہے تھے۔ نفیسہ بیگم ہمیشہ کی طرح سر جھکائے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی صفا دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس کو اکرم صاحب ہمیشہ کی طرح اپنی ہی سنا کر نظر انداز کر رہے تھے۔

واہ ابو اگر گاں سے شہر میں منتقل ہونے سے فطرت اور سوچ بدلتی تو واقعی آج شہر کے لوگ گاں کے لوگوں سے فراغ دل محبت کرنے والے اور عزت کرنے والے ہوتے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ عزت اور محبت اپنی سوچ اور تربیت سے آتی ہے جگہیں بدلنے سے نہیں۔ احمرین تلخی سے بس سوچ ہی سکی تھی بول نہیں جانتی تھی اگر بولا تو پھر نہ اسکی خیر ہوگی اور نہ امی کی۔ اسلیے اس نے بس سوچنے پر اکتفا کیا۔ اکرم مزاج کے اتنے سخت تھے کہ شاید ہی انہوں نے کبھی اپنی اولاد سے نرمی سے بات کی ہو اور یہ بات سارا خاندان جانتا تھا جس کا وہ فادہ اٹھاتے تھے۔

ہاں یار کیسے ہو شرم کر کبھی خود سے بھی کال کر لیا کر۔ نبیل کی بات سن کر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آ گ۔

بس یار آجکل بزنس باہر سٹیبلش کرنے کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں وقت ہی نہیں مل رہا تھا ورنہ تجھے تو میں بھول کر فون نہ کرنے کی غلطی کر سکتا ہوں بھلا جانے کب ناراض ہو کر کیس کر دے اور میں بیچارا مفت میں جیل بگھتوں۔ طالش چیر سے ٹیک لگا کر مسکراتا ہوا بولا تو دوسری طرف نبیل نے قہقہ لگایا۔

یار طالش تم کبھی نہ بدلنا دوسروں کو لاجواب کر دینا تو کوئی تم سے سیکھے۔ اچھا یہ بتا تو کب آ رہا ہے سیالکوٹ؟ نبیل نے پوچھا تو طالش سیدھا ہوا۔

سیالکوٹ؟؟ ادھر کیا کر رہے ہو تم مہینہ پہلے تو تم لاہور میں ہی تھے۔ اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہک ہا۔۔۔ یار کیا بتاں یہ پولیس لان میں ایک ہی خرابی ہے آپکو ایمند ار رہنے نہیں دیتی وہاں کے ایک افسر کو مسلہ ہو گیا تھا مجھ سے بس کروا دیا ٹرانسفر ادھر تمہاری بھابی تو خوب ناراض ہے مجھ سے۔ نبیل بولا تو طالش نے گہرا سانس لیا

یہ تو واقعی افسوس کی بات ہے لیکن خیر اب لگ رہا ہے کہ حالات بدل جایں گے ان شا اللہ بس قیادت بدلنے کی دیر ہے۔ وہ پر امید لہجے میں بولا تو نبیل نے ان شا اللہ کہا۔

اچھا یہ بتا تو ادھر کب آ رہا ہے تمہاری بھابی بھی بلا رہی ہیں میری شکایتیں کرنی ہوگی اس نے تم سے۔ نبیل دوبارہ بات کی طرف آتا ہوا بولا۔ تو طالش ہنسا۔

اچھا یار ابھی تو چار پانچ دن تک لاہور سے نکلنا امپاسبل ہے تھوڑا کام ہے ان شا اللہ نیکسٹ ویک میں چکر لگاں

گا۔وہ پین پکڑتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن سوچ لے نہ آیا تو پھر پولیس آئے گی تمہیں لینے۔دوسری طرف سے دھمکی آ تو وہ ہنس دیا۔پھر وہ اپنے کالج دور کو یاد کرنے لگے کافی دنوں بعد انکی فون پر بات ہو رہی تھی ورنہ دونوں اپنی اپنی پریکٹکل لاف کو سیٹ کرنے میں مصروف تھے۔

نفیسہ نفیسہ بیگم۔۔۔کدھر ہو تم کب سے آواز دے رہا ہوں سنتی کیوں نہیں ہے یہ عورت۔وہ آواز دیتے ہوئے جھنجھلا کر بولے تو احمرین جلدی سے چولہا بند کر کے لانج میں آ جہاں وہ ٹی وی کے آگے بیٹھے ہوئے نیوز دیکھ رہے تھے۔

جی ابو۔۔۔وہ سر پر دوپٹہ صحیح کرتے ہوئے بولی۔

ماں کہاں ہے تمہاری کب سے آواز دے رہا ہوں مجال ہے جو کو جواب ہی دے دے۔وہ اس کو دیکھ کر غصے سے بولے۔تو اسنے گہری سانس لی۔

وہ امی کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی ابو اس لیے وہ تھوڑی دیر پہلے ہی میڈیسن لیکر لیٹی تھیں سو گ ہوں گی۔اس نے تحمل سے جواب دیا تو وہ منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے۔اس کو سمجھ نہیں آ لیکن سمجھنے کی اسے ضرورت بھی نہیں تھی جانتی تھی کیا کہا ہوگا انہوں نے۔

آپ کو کو کام تھا کیا ابو۔مجھے بتا دیں میں کر دیتی ہوں۔اس نے پوچھا۔تو انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور بولے۔

ہاں کام کیا ہوگا مجھے وہ تم لوگ کپڑے وغیرہ استری کر لینا صبح جانا ہے گاں سب نے تمہاری پھوپھو نے بلایا ہے ہم سب کو کھانے پر۔

ہم سب کو؟؟اس نیقدرے حیرانگی سے پوچھا تو اکرم صاحب نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی۔تو وہ فورا بولی۔

جی ٹھیک ہے ابو میں کر لوں گی جانا کتنے بجے ہے؟

صبح ناشتہ کر کے جایں گے اور ہاں اپنی بھابھی کو بھی بتا دینا کہیں صبح پھر میرے گھر والوں کے آنے کا سوچ کر اپنے میکہ نہ تشریف لے جایں اسے بھی بلایا خاص طور پر تمہاری پھوپھو نے۔انہوں نے آخر میں طنزیہ انداز میں کہا تو اس نے گردن ہلا دی۔

ٹھیک ابو میں جاں۔۔۔اس نے پوچھا تو وہ جو ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے دیکھے بنا گردن ہلا دی تو وہ شکر کا کلمہ پڑھتی ہو واپس مڑ گ۔وہ اکرم صاحب کو چائے پکڑا کر اپنا اور عمرین کا کپ لیکر روم میں آ گ جہاں عمرین موبال پر اپنی فرینڈ سے بات کر رہی تھی۔عمرین نے چائے کا کپ پکڑا تو وہ بھی خاموشی سے چائے لیکر اپنے سنگل بیڈ پر بیٹھ گ۔ان کے روم میں دو سنگل بیڈ تھے دونوں کے بیڈ کے سامنے وال کے ساتھ سٹڈی چیر اور ٹیبل رکھا ہوا تھا۔عمرین کی سائیڈ وال پر دیوار میں مرر فکس تھا۔جسکے آگے انہوں نے ایک ریک رکھ کر اپنی چیزیں رکھی ہوتھی۔

احمرین کی ساڈ وال پر لکڑی کی دیوار میں ہی الماری تھی۔اور اسکیساتھ ہی باتھ روم تھا۔

ہوگ آپ فری؟ عمرین کی آواز سن کر وہ چونکی۔

ہاں ہوگ۔تم نیکر لی بات اپنی فرینڈ سے۔وہ سپ لیتے ہوئے بولی تو عمرین نے سر ہلا دیا اور سیل اسکی طرف بڑھا دیا۔جسے لیکر اسنے تکیے کے پاس رکھ لیا۔

کیا بات ہیآ پی آپ کچھ سوچ رہی ہیں۔عمرین اسکو خاموشی سے چائے پیتا دیکھ کر بولی۔دراصل عمرین خود تو آجکل انٹر کے ایگزامز کے بعد فری تھی لیکن احمرین کو یونی ہفتے میں دو تین دفعہ جانا پڑتا تھا ایک تو وہ سوشل سوسائٹیز کی ورکر تھی اور دوسرا انکا کچھ کورس رہتا تھا جس کے لیے جانا پڑتا تھا۔رات کو چائے پیتے ہوئے احمرین اس سے ساری باتیں یونی کی ڈسکس کیا کرتی تھی۔دونوں میں تھا تو چار سال کا فرق لیکن دونوں کی خوب بنتی تھی۔لیکن آج احمرین چپ چاپ بیٹھی تھی۔

کچھ نہیں تم پلیز چائے پی کر اپنے اور میرے کپڑے پریس کر لینا۔اس نے اسکی بات کو ٹالتے ہوئے کہا تو عمرین چائے کا کپ رکھ کر سیدھی ہو۔

کیوں اس وقت کس لیا ور کہاں جانا ہے ہم نے؟ وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی تو؟ تو احمرین طنزیہ مسکرا۔

پھوپھو کہ ہاں انہوں نے کھانیپر بلایا ہے ہم سب کو ابو کا آڈر ہے صبح ناشتے کے بعد نلکنا ہے اسی لیے۔عمرین پہلے تو حیران ہوا اور پھر ہنسنے لگی

اچھا یہ معجزہ کیسے ہو گیا اور آپ کیوں پریشان ہیں نہ جائے گا کہ دیجے گا کہ یونی جانا ہے۔وہ ہنسی روک کر بولی۔وہ سمجھ گ تھی کہ احمرین جانا نہیں چاہتی اسی لیے چپ ہے۔

نہیں کر سکتی نہ یہ بھابھی نے بھی جانا ہے ساتھ ورنہ انکو روک کر میں ابو سے کہہ دیتی اور بھابھی کے ساتھ گھر رک جاتی لیکن بھابھی کا جانا بھی ضروری ہے ورنہ ابو کا غصہ سوا نیزے پر چڑھ جائے گا۔اور کل آف ہے میرا۔وہ جھنجھلا کر بولی تو عمرین نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

اچھا ویسے جانا کیوں نہیں چاہتی آپ کیا۔۔۔ایاز بھا کی۔۔۔عمرین نے کہا لیکن احمرین کو خود کو گھورتا دیکھ کر چپ کر گ اور چند لمحوں بعد اپنی بات کا اثر زائل کرنے کو مسکراتے ہوئے بولی۔

آپی چلیں نہ دیکھیں ہر بار ہم انکی دعوت کرتے تھیاب اگر انکو خیال آ ہی گیا ہے تو کفران نعمت کیوں کرے ہم اور ہم بھی جا کر خوب نخرے کریں گے آخر کو پھوپھو پلس بھابھی کا میکہ ہے۔آخر میں وہ آنکھ مارتی ہو بولی تو احمرین بھی ہنس دی۔

اچھا اب بس کرو یہ کپ رکھ کر آ اور آ کر پلیز استری کر لو کپڑے۔وہ اسکو اپنا خالی کپ پکڑاتیہوئے بولی تو وہ منہ بناتی اٹھ گئی

یہ کپڑے مجھ سے ہی کیوں کرواتی ہیں آپ۔وہ کپ پکڑ کر بولی تو احمرین بس مسکرادی۔عمرین روم سے چلی گ تو اسنے بیڈ سے ٹیک لگا۔اس کا قطعی دل نہیں کرر ہا تھا جانے کو۔پھوپھو کیگھر جانا اتنا مشکل ہرگز نہ ہوتا جتنا ایاز کی موجودگی کو سوچ کر مشکل لگ رہا تھا پتہ نہیں کیا مصیبت پڑگ ہیگلے زندگی مشکل کردی ہیاب کل پتہ نہیں کتنی دیر برداشت کرنا پڑے گا۔۔۔وہ بیزاری سے سوچتی ہوآ نکھیں موندگ۔

اسلام علیکم دادی کسیی ہیں آپ۔۔۔وہ ان کے پاس صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا اور چائیکا کپ ان کو پکڑا کر اپنے کپ سے سپ لیکر بولا۔

واعلیکم سلام جیتے رہو۔۔میں ٹھیک ہوں خیریت بیٹا تم گئے نہیں آج آفس؟وہ اسکو گھر دیکھ کر حیرانگی سے بولیں

نہیں بس آج موڈ نہیں تھا اس لیے شام کو لگاں گا چکر۔وہ ٹی وی آن کرتے ہوئے بولا تو انہوں نے سر ہلا دیا تو وہ مسکرا کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا جہاں الیکشن کی آمد کا شور مچا ہوا تھا۔

طالش بیٹا تمہارا سیٹ ہو گیا کام لندن میں؟چند لمحوں بعد رابعہ بیگم کی آواز سن کر اس نے والیوم بند کیا اور گردن موڑی۔

جی دادی اللہ کا شکر ہے بس اب تھوڑا بہت کام رہ گیا تھا وہ میرا منیجر دیکھ رہا ہے۔طالش بولا تو انہوں نے سر ہلایا۔

ماشااللہ ماشااللہ تو پھر بیٹا کیا تم دیکھو گے کام وہاں۔۔یا جمال دیکھے گا۔وہ پوچھتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

دادی جان!نہ تو میں جاں گا اور نہ پاپا جایں گے وہاں کا چارج ہمارا منیجر سنبھالے گا میں تو بس کبھی کبھی چکر لگاں گا ویکلی یا منتھلی۔وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتے ہوئے بولا۔تو انہوں نے سر ہلا دیا اور مسکرا کر بولیں۔

میں یہی تمہاری ماں سیکہہ رہی تھی کہ تم تو لاہور سے باہر بڑی مشکل سے دن گزارتے ہو کہاں ملک سے باہر ورنہ تمہاری عمر کے بچے گھر میں کہاں ٹکتے ہیں۔اسکی بات سن کر ہنسا۔

جیتے رہو خوش رہو بیٹا۔۔۔اب یہ بتا شادی کب کررہے ہو ہم بھی اپنے پوتے کی خوشی دیکھنا چاہتے ہیں۔وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتیہوئے بولیں۔انکی بات سن کر اسنے حیران ہو کر ان کی جانب دیکھا۔

کیا بات ہے دادو۔۔آج آپ کو میری شادی کا خیال کیسے آ گیا؟طالش حیرانگی سے بولا۔

بس بیٹا اب مرنے سے پہلے بس تمہاری خوشی دیکھنا چاہتی ہوں تمہاری پیاری سی بیوی آئے گی میں اس کے اور تمہارے بچے۔۔۔۔

ایک ایک منٹ دادو۔۔اس کو اتھو لگتے لگتے بچا۔

یہ آپ اتنی آگے کی سوچنے والی نیں ہیں ماما نے کہا ہے نہ آپ سے اور یہ تو آپ سوچے بھی مت کہ آپ کو کہیں جانے دوں گا۔وہ کپ ٹیبل پر رکھ کر بولا تو انہوں نے گہری سانس لی۔مجال ہے جو یہ لڑ کا کسی دام میں پھنس جائے۔

اچھا اب آپ مجھے مزید ایموشنل کرنے کی کوشش مت کریں اور کرلوں گا شادی میں جب کو لڑکی پسند آ جائے گی۔آخر میں وہ شرارت سے بولا تو انہوں نے یوں سر ہلایا کہ بس طالش بیٹے ہوگ پھر تو تمہاری شادی۔اسے چائے کا کپ دوبارہ پکڑا اور ٹی وی کا والیم کھول دیا تو وہ بھی خاموشی سے چائے پینے لگیں۔

اے کیا کر رہی ہو۔۔۔آواز سنتے ہی اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تو سامنے رامش کھڑا ہوا تھا اور اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔وہ فورا سیدھی ہو۔

کچھ نہیں بس سوچ رہی تھی۔رمشہ نے سنجیدگی سے

کہا۔تو وہ پہلے حیران ہوا پھر خود بھی چیر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھا اور پھر بولا۔

کیا عافیہ صدیقی کو چھڑوانے کا پلین سوچا ہے یا نواز شریف کی بیگم کلثوم بیگم کا حال احوال معلوم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔وہ بھرپور سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔پہلے تو رمشہ نے حیرانگی سے اسکو دیکھا وہ اتنی سنجیدہ انداز میں کی جانے والی بات کا اتنا ہی سنجیدہ انداز میں مذاق اڑاتے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوا اور پھر دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔

پتہ ہے تم اتنے قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے کچھ شر کیا جائے دفع ہو جا۔اس نے کہا اور سیل اٹھا کر اسکو استعمال کرنے لگی رمشہ۔۔۔۔رمشہ۔۔۔رامش نے اسکو پکارا پر وہ سیل پر لگی رہی۔تو وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور اسکے ہاتھ سے سیل چھین کر واپس آرام سے چیر پر بیٹھا۔

یہ یہ کیا بدتمیزی ہے سیل واپس کرو میرا۔۔۔رمشہ غصے سے بولی تو وہ ہلکا سا ہنسا۔

اچھا نہ یار رمشہ ایک تو تم میری ہر بات کا برا منا لیتی ہو مذاق کر رہا تھا میں اچھا بتا کیا بات ہے کیا سوچ رہی تھی تم؟

رامش نے کہا تو رمشہ نے ناراض نظروں سے اسکی جانب دیکھا اور پھر تھوڑی دیر اس کو دیکھنے کے بعد بولی۔

مجھے امی کی یاد آ رہی ہے ہر بار امی بلاتی تھی پر میں جاتی ہی نہیں تھی چھٹیوں میں جاتی بھی ہفتے بعد واپس بلکہ کبھی ادھر کبھی ادھر اور اب کی بار میرا لمبا جانے کا پلین تھا تو ماما پاپا عرے پر جا رہے ہیں۔وہ اداسی سے بولی تو رامش اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

اچھا تو یہ بات ہے ایسا کرتے ہیں کل ہم اسلام آباد جاتے ہیں ابھی چار پانچ دن ہے ان کے جانے میں پھر وہ سعودیہ چلے جائے گے اور ہم واپس گھر ٹھیک ہے۔وہ تسلی دیتا ہوا بولا تو رمشہ مسکرا دی۔

بس اسی طرح مسکرایا کرو مجھے اچھا لگتا ہے تمہیں مسکراتا ہوا دیکھ کر۔وہ یک دم پٹڑی سے اترا تو اس نے گڑبڑا کر نظریں بدلیں وہ ہنس دیا

رامش اسکو دیکھ رہا تھا جو اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

رامش ۔۔۔۔کیامسلہ ہے؟ آخر وہ جھجلا کر بولی تو رامش ہنس دیا۔

کومسلہ نہیں اچھا تمہاری دوسری پاٹنر کہاں ہیں نظر نہیں آ رہی ویسے بھی اس نے تمہیں اکیلا چھوڑ کیسے دیا؟ رامش شرارت سے بولا تو رمشہ نے سکون کا سانس لیا۔

وہ نہارہی ہے اسلیے میں اکیلی ہوں تبھی تم۔جیسے لوگ فادہ اٹھارہے ہیں۔آخر میں وہ منہ بنا کر بولی تو رامش ہنس دیا۔

اچھا چلو ہم آسکریم کھانے چلتے ہیں بہت مزہ آئے گا۔وہ اٹھتا ہوا بولا۔

نہیں میں نہس جارہی اکیلےتمہارے ساتھ حوریہ آ جائے تو اسکو بھی ساتھ لیکر جایں گے۔رمشہ ہچکچا کر بولی۔تو رامش کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

جی نہیں میں تمیں اکیلے ہی لیکر جاں گا چلو۔۔۔۔یار اسکے ساتھ پھر کسی دن لیں جاں گا نہ۔وہ منت بھرے انداز میں بولا تو رمشہ نے بےبسی سے اندر کی جانب دیکھا۔

حوریہ ناراض ہو جائے گی اگر اسکو پتہ لگا کہ۔۔۔وہ تذبذب کا شکار تھی۔جب رامش اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھا تا ہوا بولا کوناراض نہیں ہوتی اور اگر تم نہ گ میرے ساتھ تو میں ناراض ہو جاں گا اور اسکے لیے ہم پیک کروالیں گے خوش چلو اب۔وہ اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے چلو رامش تم بھی نہ۔۔رمشہ ہار مانتے ہوئے بولی تو رامش نے مسکرا کر اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔اور وہ دونوں گیٹ کی جانب چل دے۔

یار آپی میں تو سخت بور ہو رہی ہوں۔عمرین نے کہا تو احمرین مسکرادی۔

وہ لوگ اس وقت اپنی بڑی پھوپھو کیہاں بھیٹی ہوتھیں۔ان کے ساتھ ساتھ چاچو کی فیملی کو بھی بلایا تھا۔ان کے چاچو کے دو ہی بیٹے تھے جو سٹڈی کے لیے باہر ہوتے تھےاس وقت چاچو چچی اور احمرین کے امی ابو دونوں پھوپھو کے ساتھ باہر بیٹھے ہوئے تھے۔جبکہ عازہ ریان سے بات کر رہی تھی اسکی کال آ ہوتھی۔ایاز باہر کچھ کھانے پینے کو لینے گیا ہوا تھا۔بڑی بھابھی بھی اپنے سیل کے ساتھ بزی تھی۔ایسے میں وہ دونوں ہی بور ہو رہی تھیں۔

اچھا چلو دیکھتے ہیں کہ عازہ فری ہوہے یا نہیں چائے بناتے ہیں۔احمرین اٹھتے ہوئے بولی تو عمرین نے بھی سر ہلا دیا وہ لوگ تو دن میں جانے کتنی بار چائے پیتی تھیں اور آج تو بس ناشتے میں پی سکے تھے۔

عمرین ایسا کرو تم ادھر ہی بیٹھو میں بنا کر لاتی ہوں ٹھیک ہے ابو یا امی بلا سکتے ہیں۔احمرین نے کہا تو عمرین نے سر ہلا دیا تو وہ مسکرا کر کمرے سے باہر آ گ۔

قطار میں چار کمرے تھے جنکے آگے لانج تھا اور ایک کونے میں کچن تھا۔لانج سے باہر پھوپھو نے بہت سارے

درخت لگائے تھے اس وقت جنکی چھاں میں سب بڑے بیٹھے تھے۔وہ کچن میں جانے کے بجائے دایں طرف مڑ گ جہاں سے عازہ کے بات کرنے کی آواز آ رہی تھی۔

وہ دستک دیکر اندر داخل ہوتو عازہ نے چونک کر دیکھا۔اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

عازہ مجھے چائے بنانی تھی دودھ ہے کیا فریج میں؟اس نے پوچھا تو عازہ تھوڑا حیران ہو پر جلد ہی اپنی حیرانگی پر قابو پا کر مسکرا کر بولی۔

ہاں ہے جا کچن میں بنالو تمہارا اپنا ہی گھر ہے تمہارا حق ہے بھ جا۔عازہ مسکرا کر بول رہی تھی اور جبکہ احمرین کے سر پر سے اسکی بات گزر گ۔لیکن کچھ نہ بولی اور بس مسکرا کر باہر آ گ۔تو عازہ کی آواز اسکے کانوں میں پڑی

ہاں کچھ نہیں ریان احمرین تھی آپ تو جانتے ہیں وہ مجھے کتنی عزیز ہے اور کیوں نہ ہو ایاز کی پسند ہے۔وہ ٹھٹک کر رک گ۔چند پل کھڑی رہی اور پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گ۔

وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی اس کے ذہن میں عازہ کی باتیں گھوم رہی تھیں۔

افف۔۔۔یہ دونوں بہن بھامل کر مجھے پاگل بنا دیں گے۔احمرین نے جھنجھلا کر سوچا چائے تیار تھی وہ آنچ دھیمی کر کے مڑی ہی تھی جب ہلکی سی چیخ کے ساتھ وہ پیچھے ہٹی تھی۔

اس سے دو قدم دور ایاز اسکے پیچھے کھڑا تھا اور نجانے کب سے کھڑا تھا۔اس نے ناگواری سے ایاز کی جانب دیکھا لیکن لہجے کو نارمل کر کے بولی۔

اوہ ایاز بھا ڈرا دیا آپ نے۔۔۔وہ میں چائے بنا رہی تھی آپ۔۔آپ پیے گے کیا؟ایاز نے مسکرا کر سر ہلایا تو وہ جلدی سے اسکی سائیڈ سے نکلی اور ریک سے کپ نکالنے لگی۔

دو ڈش میں کپ رکھے۔اب کی بار وہ چولہے کے آگے نہیں گ بلکہ ساڈ سے ہی ساس پین پکڑا اور چائے ڈالنے لگی۔ایاز خاموشی سے اسکو دیکھ رہا تھا اور وہ مکمل نظرانداز کرتی ہو چائے ڈال رہی تھی۔ایک ڈش میں چائے کے کپ بھر کر اس نے ساس پین نیچے رکھا اور اٹھا کر باہر جانے لگی جب ایاز اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔

کیا بات ہے احمرین ناراض ہو مجھ سے کیا؟وہ اس سے اہسے بات کر رہا تھا جیسے انکے درمیان برسوں ک بے تکلفی تھی۔

احمرین نے نظر اٹھا اور پھر ہموار لہجے میں بولی۔

ایسی کو بات نہیں ہے ایاز بھامیں کیوں ناراض ہوں گی آپ سے اور پلیز پیچھے ہٹے مجھے چائے دینی ہے باہر پھوپھو لوگوں کو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔چند لمحے ایاز خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔تو وہ جلدی سے باہر کی طرف بڑھ گ۔

احمرین! ایاز نے پکارا تو وہ یک دم مڑ کر پیچھے دیکھنے لگی۔

آج میں تمہارا سب سے زیادہ منتظر تھا ایک بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے چائے دیا پھر کرتے ہیں میں یہی ویٹ کر رہا ہوں۔ وہ اسکو بغور دیکھتا بول رہا تھا۔ احمرین خاموشی سے پلٹ گ جبکہ وہ وہیں کھڑا مسکرا تا رہا چند پل کے بعد وہ شاپر سے کھانے پینے کی چیزیں نکال کر پلیٹس میں رکھتا رہا جب باہر سے کسی کے آنے کی آواز آ تو مسکرا کر سیدھا ہوا مگر اندر داخل ہوتی عمرین کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹی دوسری جانب عمرین بھی رک گ۔

اوہ ایاز بھا کیسے ہیں آپ؟ عمرین نے پوچھا تو وہ بمشکل سر ہلا کر جواب دیکر تیزی سے اسکی سائیڈ سے نکل گیا۔

اوہ۔۔۔ تبھی آپی نے مجھے چائے لینے بھیجا ہے۔ عمرین مسکرا کر چولہے کی طرف بڑھ گ۔

احمرین ایاز کی کوبات نہیں سننا چاہتی تھی اور ایسے چھٹکارا ممکن بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا اب وہ واپسی تک کمرے سے نہیں نکلے گی۔ اس نے چائے لینے عمرین کو بھیجا تھا تا کہ ایاز سمجھ جائے کہ وہ اسکی کس بات میں دلچسپی نہیں رکھتی۔

طالش تو نے آنا ہے یا نہیں بس مجھے بتا دے ایک بار۔۔۔ نبیل دھمکی آمیز انداز میں بولا تو طالش نے قہقہ لگایا۔

یار اتنا بے چین کیوں ہو رہا ہے آ رہاں ہوں اس ویک اینڈ پر۔ طالش نے بتایا جانتا تھا اب بھی نہ بتایا تو اسنے واقعی پولیس بھیج دینی ہے۔

دیکھ لینا اگر نہ آیا تو پھر دیکھ لینا پولیس آئے گی۔ اور سب کے سامنے تیرا وہ حال کرے گی۔۔۔۔

اچھا اچھا زیادہ دھمکیاں نہ دو مجھے تو لگ رہا ہے کہ تو مجھے وہاں اپنے کسی ایسے ہی مقصد کے لیے بلا رہا ہے۔ طالش مسکرا کر بولا تو نبیل ہنس دیا۔

جی نہیں میرا ایسا کوارادہ نہیں لیکن تم نے مزید دیر کی تو پھر ایسا ہی کروں گا سوچ لو۔ نبیل نے کہا تو طالش ہنس دیا۔

اچھا رہ کہاں رہے ہو ایڈریس تو بتا دو کہ خوار ہوتا رہوں میں وہاں۔ طالش نے پوچھا تو نبیل جلدی سے اسے ایڈریس لکھوانے لگا۔ تو طالش نے اسے ایک بار پھر یقین دہانی کروا کر کال بند کر دی۔ اور چیزیں سمیٹتا گھر جانے کو اٹھ گیا۔ جب اسکے نمبر پر کال آ اس نے چونک کر سیل دیکھا اور نمبر دیکھ کر ایک گہری سانس لی۔

ہاں بولو۔ فون کان سے لگائے وہ بولا۔

محبت درد کی صورت

ثمن چوہدری

محبت درد کی صورت

گذشتہ موسموں کا استعار بن کے رہتی ہے..

شبانِ ہجر میں روشن ستار بن کے رہتی ہے..

منڈیر پر چراغوں کی لویں جب تھرتھراتی ہیں..



سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس جگہ کو سہلایا تھا

اگر آپ نہیں میری زندگی میں، تو کوئی بھی ہو کیا فرق پڑتا ہے آپ کی محبت میرے دل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ زندہ رہے گی میں اب کبھی اس ادھوری محبت کا ماتم نہیں کروں گا محبتیں تو ہوتی ہی ادھوری رہنے کے لیئے ہیں

وہ خدیجہ کے تصور سے مخاطب ہوا

انہوں نے یکدم اپنے دل پر ہاتھ رکھا جیسے ڈائری نہیں ان کا دل جل رہا ہو دل ہی تو جل رہا تھا ان کا

مجھے معاف کر دینا خدیجہ اس محبت کو زندہ رکھنے کے لیئے میں اپنی زندگی میں موجود لوگوں کو تکلیف نہیں دے سکتا

وہ دل ہی دل میں خدیجہ سے مخاطب ہوئے .....

انہوں نے آخری بار آتش دان کی طرف دیکھا اور اٹھ کر وضو کرنے چل دیئے

....

دور کہیں فجر کی اذان سے وہ واپس اپنے حال میں لوٹے تھے، ڈائری ویسے ہی ان کی گود میں دھری تھی

ان کی اور جیا کی شادی کو کم و بیش پانچ سال ہو گئے تھے، ان گزرتے سالوں نے اللہ نے انہیں بہت خوشیوں اور عزت سے نوازا تھا

ملک کے نامور شعرا میں ان کا شمار ہوتا تھا

ایک اچھی نوکری، محبت کرنے والی بیوی اور ان کے آنگن کے تین پیارے پھول جن کی قلقاریوں سے انہیں اپنی زندگی حسین لگتی تھی

سب کچھ تو تھا پھر کمی کہاں تھی زندگی میں ... خدیجہ کی محبت کو انہوں نے دل کے ایک کونے میں دفن کر دیا تھا لیکن کبھی کبھار یہ محبت درد کی صورت دل میں چٹکیاں لیتا تو انہیں اپنی اس نامکمل محبت کا دکھ ستانے لگتا، پھر وہ خود کو اپنے بچوں میں گم کر لیتے ... انہوں نے ڈائری کے صفحات پھاڑ کر آتشدان میں پھینکنا شروع کر دیئے ان کے دل میں درد کی ایک لہر اٹھی جسے انہوں نے نظر انداز کر دیا، پوری ڈائری آتشدان میں پھینک کر

نگر میں ناامیدی کی ہوائیں سنسناتی ہیں..
گلی میں جب کوئی آہٹ کوئی سایہ نہیں رہتا..
دکھے دل کے لیئے جب کوئی بھی دھوکا نہیں رہتا..
غموں کے بوجھ سے جب ٹوٹنے لگتے ہیں شانے تو..
یہ ان پہ ہاتھ رکھتی ہے،
کسی ہمدرد کی صورت.

)امجد اسلام امجد(

اوائل سردیوں کی راتیں، ہر طرف ہو کا عالم تھا، دور کہیں سے جھینگروں کے بولنے کی مدھم آوازیں آ رہی تھیں، پورے گھر میں اندھیرے اور خاموشی کا راج تھا

سوائے ایک کمرے کے، جہاں آتشدان کی جلتی آگ کی روشنی کھڑکی سے جھانکتی گھر میں موجود کسی مکین کا پتہ دے رہی تھی

آتشدان کے سامنے بیٹھا وہ نفوس، دنیا و مافیہا سے بے خبر جانے کن سوچوں میں گم تھا، مجھے یہ ڈائری جلا دینی چاہیئے، اس ساکت بیٹھے نفوس کے لب ہلے، اگر کبھی جیا نے یہ ڈائری دیکھ لی تو اس کا نازک سا محبت بھرا دل ٹوٹ جائے گا اور ویسے بھی "یادیں ڈائری میں قید رکھنے کے لیئے تھوڑی ہوتی ہیں یہ تو صرف الفاظ ہوتے ہیں کتھارسس کے لیئے، اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیئے .... یادیں تو ہمیشہ دلوں میں زندہ رہتی ہیں ...

اچھی اور بری یادیں، جنہیں ہم کبھی بھلانا نہیں چاہتے کسی متاعِ حیات کی طرح سنبھال کے رکھتے ہیں اور انہی یادوں میں اپنے ماضی کو جیتے ہیں "!!

اس ساکت وجود نے سر ریوالونگ چیئر سے ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں وہ بھی اس لمحے اپنے ماضی کو جینا چاہتے تھے ماضی اڑان بھر کر 20 سال پیچھے چلا گیا تھا ....

انہوں نے محبت کو تب محسوس کیا، جب وہ اس لفظ اور جذبے سے بھی نا آشنا تھے، وہ نویں جماعت کے طالب علم تھے، کیا عمر تھی تب انکی صرف پندرہ برس، وہ انہیں کیوں اچھی لگی تھیں وہ نہیں جانتے تھے، اس کا بولنا، باتیں کرنا، ہنسنا، کیا چیز تھی جو انہیں اس کا اسیر کر گئی تھی، دیکھنے میں وہ کوئی بہت خوبصورت لڑکی تو نہیں تھی، عام سے خدوخال والی عام سی لڑکی، وہ ان کی فرسٹ کزن تھی خدیجہ ....

حسان تم روز روز کیوں آتے ہو ہمارے گھر؟؟؟ جب سے خدیجہ اسے اچھی لگنے لگی تھیں تب سے وہ روز کسی نہ کسی بہانے ان کے گھر پہنچ جاتا تھا، وہ، میں تو بس یونہی، اس کی زبان لڑکھڑا گئی کچھ لینے آیا تھا امی نے بھیجا ہے، اسے بروقت بہانہ سوجھا، اور ویسے بھی یہ میرے تایا ابو کا گھر ہے میں جب مرضی آں حسان نے گردن اکڑا کر روز روز آنے کی توجیہہ پیش کی

مجھ سے نہیں ہوتی روز روز خاطر مدارت خدیجہ نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا

یہ کیا کرر ہے ہو؟؟ خدیجہ نے حسان کو انگلی پہ کچھ گنتے دیکھ کر غصے سے پوچھا .... آپ کے ماتھے کے بل گن رہا ہوں، مجھے دیکھ کر جن کی تعداد دوگنی ہوجاتی ہے، حسان نے بھی کمال معصومیت سے جواب دیا ....

حسان تمیز سے رہا کرو بڑی ہوں میں تم سے، ان کے ماتھے کے بل کچھ اور گہرے ہوگئے تھے .... لیکن میں نے تو تمیز سے ہی گنے ہیں قسم لے لیں جو میرے ہونٹ بھی ہلے ہوں، حسان بھی آج انہیں زچ کرنے پر تلا تھا ..... اف کیا مسئلہ ہے تمہیں اور کتنی بار بولا ہے مجھے آپی یا باجی کہا کرو وہ زچ ہو کر بولیں .....

میری تو صرف تین آپیاں ہیں اتنی زیادہ بہنیں میں افورڈ نہیں کرسکتا، حسان کمالِ بے نیازی سے کہتے ہوئے چارپائی پر بیٹھ گیا

مجھے چاچو سے شکایت کرنی پڑے گی تمہاری چاچو ہی کہلوائیں گے اب تم سے، خدیجہ نے چاچو کی دھمکی دی

انہیں اچھی طرح پتہ تھا حسان کتنا ڈرتا ہے چاچو سے کر دیجیئے گا شکایت میں مکر جاں گا .... حسان کے اطمینان میں زرا برابر فرق نہیں آیا تھا

اچھا اب میں چلتا ہوں آپ نے سارا موڈ خراب کر دیا ہے میرا، یہ کہتے ہوئے حسان دروازے کی جانب بڑھ گیا .... کیا لڑکا ہے یہ آندھی کی طرح آتا ہے اور آندھی کی طرح بھاگ جاتا ہے خدیجہ نے غصے میں بڑبڑاہٹ کی

گھر آ کر بھی حسان کا موڈ خراب ہی رہا، وہ خدیجہ سے باتیں کرنے گیا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح ان سے جھگڑ کر آ گیا تھا، کیوں کرتی ہیں وہ میرے ساتھ ایسا، سب کے ساتھ ہنستی بولتی ہیں صرف میرے ساتھ جھگڑتی ہیں کیوں؟ حسان نے دکھ بھرے لہجے میں خود کلامی کی

....اس نے دراز سے ڈائری نکال کر آج کی ساری باتیں اس پر لکھ ڈالیں، یہ ڈائری وہ گھر والوں سے چھپا کر لایا تھا ورنہ ابو جی سے ڈانٹ نہیں مار متوقع تھی ....

وقت اڑان بھر کر دو سال اور آگے چلا گیا، کچھ بھی نہیں بدلا تھا حسان اور خدیجہ کی نوک جھونک، لڑائی اور نہ ہی حسان کی خدیجہ کے لیئے محبت، بلکہ وقت ساتھ ساتھ یہ محبت اور گہری ہو گئی تھی

امی مجھے ہاسٹل نہیں جانا پلیز، حسان نے منت بھرے لہجے میں کہا، ان کے گاں میں صرف میٹرک تک سکول تھا اور اب ایف ایس سی کے لیئے امی ابو اسے شہر بھیج رہے تھے، آگے پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے تو کام سیکھ لو کوئی اور اگر پڑھنا ہے تو پھر ہاسٹل تو جانا پڑے گا بیٹا

امی نے اسے رسان سے سمجھایا، حسان کو صرف خدیجہ سے دور جانے کی فکر تھی وہ کیسے انہیں دیکھے اور بات کیئے بغیر رہے گا، ایک طرف خدیجہ سے دور جانے کا دکھ تھا تو دوسری طرف انجینئر بننے کا خواب بھی، اگر میں پڑھوں گا نہیں تو امی ابو خدیجہ کا رشتہ کیسے مانگیں گے یہ توجیہہ اس کے دماغ نے دے تھی جسے دل نے فورا قبول کر لیا تھا وہ خوشی خوشی ہاسٹل جانے کے لیئے رضامند ہو گیا

آج وہ ہاسٹل جانے سے پہلے آخری بار خدیجہ کو دیکھنے آیا تھا، اسلام وعلیکم تائی امی، گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے ہی تائی امی چارپائی پر بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں

حسان نے اندر داخل ہوتے ہی ادب سے سلام کیا ...

وعلیکم اسلام کیسا ہے میرا بچہ تائی امی نے ماتھا چوم کر حال پوچھا .... ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں تائی امی؟

بات کرتے ہوئے حسان کی نظریں گھر میں خدیجہ کو ڈھونڈ رہی تھیں ....

ٹھیک ہوں بیٹا اللہ کا کرم .... یہ کیا لائے ہو تائی امی نے اس کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کی بابت پوچھا

یہ لیں حلوہ امی نے بھیجا ہے .... حسان نے پلیٹ ان کی طرف بڑھائی

یہاں رکھ دو خدیجہ اٹھا لے گی، آ بیٹھو یہاں تائی امی نے اسے چارپائی پر بیٹھنے کو کہا

تائی امی خدیجہ آپی کہاں ہیں حسان نے بالآخر خدیجہ کا پوچھ ہی لیا، اس نے خدیجہ کے ساتھ آپی کا صیغہ لگا لیا تھا مبادا تائی امی سے ڈانٹ نہ پڑ جائے .... لو آ گئی

تمہاری خدیجہ آپی، تائی امی خدیجہ کو آواز دینا ہی چاہتی تھیں جب انہوں نے اندر سے نکلتی خدیجہ کو دیکھ کر کہا ... ارے واہ حسان صاحب آئے ہیں کیا بات ہے بڑے دنوں بعد نظر آئے ہو، خدیجہ نے حسان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا

حسان کو خدیجہ کی بات پر بے طرح خوشی ہوئی مطلب وہ اس کے آنے پر خوش تھیں

سنا ہے ہاسٹل جا رہے ہو تم.... چلو اچھا ہے میری جان تو چھوٹے گی خدیجہ نے سامنے والی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا، ان کے اس جملے نے حسان کے جذبوں پر اوس ڈال دی، اسے لگا تھا خدیجہ اس کے جانے کا سن کر دکھی ہونگی لیکن .... جی جا رہا ہوں کل ہاسٹل آئندہ آپ کو تنگ کرنے نہیں آں گا حسان نے نروٹھے پن سے جواب دیا، ارے بیٹا ایسا کیوں بولتے ہو تمہارا اپنا گھر ہے جب چاہے آ تائی امی نے اسے پیار سے چمکارا اور تم خدیجہ ہر وقت لڑتی نہ رہا کرو بچے سے تائی امی نے حسان کی طرفداری کی، چلو اٹھو چائے وغیرہ بنا بچے کے لیئے، یہ حلوہ بھی لے جا تمہاری چچی نے بھیجا ہے میں نماز پڑھ لوں تائی امی نے خدیجہ کو ہدایت دی اور اندر کی جانب نماز پڑھنے چل دیں

بیٹھو بچے تمہارے لیئے چائے لے کر آتی ہوں خدیجہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا ... رہنے دیں چلتا ہوں میں آپ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتی ہیں یہ بھی نہیں دیکھتیں کہ مجھے دکھ ہوتا ہے یہ کہہ کر حسان تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے سے باہر نکل گیا

خدیجہ ارے ارے رکو کرتی ہی رہ گئیں عجیب لڑکا ہے مذاق بھی برداشت نہیں کرتا خیر اچھی بات ہے ہاسٹل جائے گا تو روز روز دماغ کھانے نہیں آئے گا میرا خدیجہ نے خود کلامی کی

گھر آ کر حسان کمرہ بند کر کے بیٹھ گیا، اسے خدیجہ کے رویے نے بہت تکلیف دی تھی، آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے نہیں جاں گا میں آئندہ ان کے گھر , سمجھتی کیا ہیں وہ خود کو، میری محبت کا مذاق اڑاتی ہیں کبھی نہیں جاں گا میں ان کے گھر ..... یہ ساری باتیں اس نے ڈائری میں لکھی تھیں دل کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا تھا

اگلے دن وہ ہاسٹل چلا گیا، زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا تھا پڑھائی اور ہاسٹل کی مصروف زندگی میں بھی وہ دو کام کرنا کبھی نہیں بھولا تھا، خدیجہ کو یاد کرنا اور ڈائری لکھنا ,

ان دو سالوں میں بارہا حسان گھر گیا، لیکن کبھی تائی امی کے گھر جانے کی کوشش نہیں کی کبھی جو دل خدیجہ کو دیکھنے کی خواہش کرتا تو حسان اس خواہش کے آگے خود ہی بند باندھ دیتا اور ڈپٹ کر اپنے دل کو خاموش کروا دیتا....

وقت کے پر نہیں ہوتے لیکن جس تیزی سے اس کے کالج کے دو سال گزرے تھے اس پر اسے شدید حیرانگی تھی

وہ بہت خوش تھا انجینئرنگ میں اس کا ایڈمشن ہو گیا، اس کے خواب کی تکمیل میں اب کچھ وقت ہی باقی رہ گیا

تھا

یونیورسٹی میں زندگی کا نیا باب شروع ہوا، زندگی ویسی ہی مصروف تھی جیسے کالج میں تھی

کچھ بھی نہیں بدلا تھا سوائے دوستوں کے، کچھ دوستوں کا ساتھ چھوٹ گیا تھا تو کچھ نئے دوستوں کا اضافہ بھی ہوا تھا

دسمبر کی سرد راتیں، وہ ہاسٹل کے کمرے میں اکیلا بیٹھا سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا

کبھی کبھی یہ تنہائی بھی جان لیوا عذاب بن جاتی ہے

حسان نے خود کلامی کی، آج اس کے دونوں روم میٹس گھر گئے ہوئے تھے اور وہ کمرے میں اکیلا اس تنہائی سے نبرد آزما ہو رہا تھا

حسان نے اٹیچی کیس سے ڈائری نکالی اور بیڈ پر بیٹھ گیا

آج میں بہت دنوں بعد ڈائری لے کے بیٹھا ہوں

کیا لکھوں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ....

" کبھی کبھی ہمارے پاس الفاظ نہیں ہوتے کچھ کہنے کے لیئے اپنے دل کا حال بیان کرنے کے لیئے، حالانکہ دل کرتا ہے کچھ کہا جائے اپنے اندر کا سارا دکھ سارا لاوا نکال دیا جائے .... پر کہا کس سے جائے ہر انسان کی زندگی کی سب سے بڑی مشکل یہ ہی ہے "

حسان کے ہاتھ روانگی سے چل رہے تھے

" ستم گر یہ کیسی سزا چل رہی ہے

حیات اب بہ سوئے قضا چل رہی ہے "

) حسان احمد (

اس نے آج اپنی زندگی کا پہلا شعر لکھا تھا .... کاش خدیجہ کبھی جان پائیں کہ میں ان سے کتنی محبت کرتا ہوں....

" محبت عمریں دیکھ کر تھوڑی کی جاتی ہے محبت تو بس ہو جاتی ہے کوئی خوبصورت انجانا لمحہ آپ کو عمر بھر کے لیئے کسی کا اسیر کر جاتا ہے "

ڈائری رکھ کر حسان نے دوبارہ سگریٹ سلگا لیا تھا، اگر ابو کو پتہ چل جائے کہ میں سگریٹ پیتا ہوں تو میری موت متوقع ہے سگریٹ پیتے ہوئے وہ ہمیشہ یہ ہی سوچتا تھا، لیکن انہیں کیا پتہ کہ سگریٹ نہ پیوں تو دل جلتا ہے میرا، خدیجہ کی یاد مجھے پاگل کر دے گی

موبائل فون کی گھنٹی نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا تھا .... سکرین پہ گھر کا نمبر جگمگاتا دیکھ کر اس نے سگریٹ بجھا کر کال رسیو کی

اسلام وعلیکم امی جی کیسی ہیں آپ

شکر ہے اللہ کا میں ٹھیک ہوں میرا بچہ کیسا ہے اور پڑھائی کیسی جا رہی ہے اپنی صحت کا خیال تو رکھ رہے ہو نا، امی نے فکرمندی سے ایک ہی سانس میں تین، چار سوال کر ڈالے تھے ان کی محبت پر حسان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

جی امی میں ٹھیک ہوں، پڑھائی بھی ٹھیک جا رہی ہے اور اپنا خیال بھی رکھتا ہوں آپ بتائیں ابو جی، باجیاں کیسے ہیں سب

حسان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

ہاں بیٹا سب ٹھیک ہیں اور تم اگلے مہینے گھر ضرور آنا خدیجہ کی شادی ہے اگلے مہینے کی اٹھارہ کو ... دو، تین

دن پہلے آجانا کوئی کام وغیرہ بھی ہوگا نا تمہارے تایا، تائی کو .... امی نے روانگی میں کیا بات کہہ دی تھی وہ نہیں جانتی تھیں

خدیجہ کی شادی؟؟؟اس کے لب ہلے

یہ خبر نہیں تھی بلکہ بم تھا جو حسان کے سر پر پھٹا تھا

امی اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں لیکن اسے کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی اس کا دماغ صرف ایک ہی بات پر اٹک گیا تھا، خدیجہ کی شادی ....

ٹھیک ہے بیٹا اپنا خیال رکھنا اور شادی پہ ضرور آنا اللہ حافظ جی امی جی آجاں گا اللہ حافظ یہ چھوٹا سا جملہ کہنے کے لیئے اسے اپنی پوری ہمت جمع کرنی پڑی تھی

خدیجہ کی شادی نہیں، نہیں مجھے غلط فہمی ہوئی ہے سننے میں، ان کی شادی نہیں ہوسکتی اور اگر ہوئی تو صرف مجھ سے ہوگی میں ان سے محبت کرتا ہوں

وہ کسی اور کی نہیں ہوسکتیں کبھی نہیں اس نے جلدی سے اٹھ کر اپنا بیگ نکالا اور کپڑے رکھنے لگا جلدی جلدی دو چار جوڑے بیگ میں ٹھونسے اور اٹھ کر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا، دروازہ کھولنے کے لیئے اس نے جیسے ہی ہینڈل پر ہاتھ رکھا کچھ سوچ کر اس کا ہاتھ بے بسی سے اس کے پہلو میں آ گرا تھا .... سارا جوش اور غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا کیا کہوں گا میں گھر والوں سے اور کس بنا پر؟؟ خدیجہ تو مجھ سے محبت ہی نہیں کرتیں اس نے غصے سے بیگ کمرے کے ایک کونے میں اچھالا اور بیڈ پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا ..... کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسا، کیوں؟

کیوں آپکو میری آنکھوں میں اپنا عکس نظر نہیں آیا ؟؟؟ وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن اس کی چیخیں اس کے سینے میں ہی دب کر رہ گئیں، آنسو پلکوں کا بند توڑ کر گالوں پر بہہ رہے تھے، وہ نیچے بیٹھ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اسے لگا جیسے صدیاں بیت گئی ہیں وہاں بیٹھے .... صدیاں ہی تو بیت رہی تھیں اس پر

حسان، حسان کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھے ہو، سوئے کیوں نہیں کیا ہوا ہے؟

اسے اپنے قریب اپنے روم میٹ اور عزیز دوست سلیم کی آواز سنائی دی اس نے خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جیسے پہچاننے کے مراحل طے کر رہا ہو ... تم ..... کب ...... آئے اس کی زبان سے الفاظ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے

میں بس ابھی آیا ہوں آ بیڈ پر لیٹو سلیم نے سہارا دے کر اسے بیڈ پر لٹایا، سو جا شاباش اس نے کمبل اوڑھا کر بتی بند کر دی

حسان نے کچھ کہے بنا آنکھیں موند لی تھیں

نیند بھی بڑی ظالم چیز ہے انسان کتنا بھی دکھی کیوں نہ ہو نیند کی آغوش میں سب کچھ بھول جاتا ہے

کچھ دیر کے لیئے وہ بھی اپنی محبت کے لٹنے کا غم بھول گیا تھا، صبح وہ شدید بخار میں پھنک رہا تھا سلیم نے ایک عزیز دوست کی طرح اس کا خیال رکھا اس نے ایک لفظ بھی نہیں پوچھا تھا حسان سے، شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا خود سے، بہر حال حسان نے شکر ادا کیا تھا ورنہ وہ اس کی باتوں کا کیا جواب دیتا

پھر بہت سارے دن یونہی گزر گئے، حسان نے دنوں کا حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا اس کی ظاہری حالت میں تو فرق آ گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے اشتہار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن اندر پکتے لاوے نے اسے نڈھال کر دیا تھا

گھر والوں کو امتحانات کا بہانہ بنا کر خدیجہ کی شادی پر جانے سے انکار کر دیا

خدیجہ کی شادی سے کچھ دن پہلے اسے موبائل فون پر اجنبی نمبر سے میسیج آیا حسان کو بہت حیرانگی ہوئی اس نے میسیج اوپن کیا

اسلام وعلیکم پیارے حسان، امید ہے تم ٹھیک ہو گے یہ میرا تمہیں پہلا اور آخری میسیج ہے، میسیج پڑھ کے تمہیں نام بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی

میں ہمیشہ تمہیں اس لیئے اگنور کرتی تھی کیونکہ میں تمہاری آنکھوں میں اپنے لیئے پسندیدگی کے رنگ دیکھ چکی تھی .... تم بچے تھے تب اور میں تم سے سات سال بڑی، سوچتی تھی میرا رویہ تمہارے دل سے میری محبت ختم کر دے گا لیکن میں غلط تھی، وقت کے ساتھ مجھے تمہاری محبت پر یقین آ گیا لیکن دنیا کے رسم ورواج محبتوں کو نہیں سمجھتے، محبتیں اور انسان رسم ورواج کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں

آپ کسی کی چاہت ہیں یہ خواہش ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے لیکن کچھ خواہشات دلوں میں دفن کرنے کے لیئے ہوتی ہیں جیسے ہماری یہ خواہش ہمیشہ دلوں میں دفن رہے گی، بس ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ اگر مجھے اپنی پسند کی شادی کا اختیار دیا جاتا تو میرا انتخاب صرف تم ہوتے، ہو سکے تو میرے تمام برے رویے کے لیئے مجھے معاف کر دینا فقط خدیجہ

میسیج پڑھ کر خوش ہونے کی بجائے حسان کے دل کا بوجھ کچھ اور بڑھ گیا تھا کاش آپ انجان رہتیں میرے جذبوں سے ... میں کیسے اس بوجھ کے ساتھ جیئوں گا کہ آپ میری وجہ سے تکلیف میں ہیں اس نے ایک لمبی سانس خارج کی یہ سانس کسی شدید خواہش کی نہیں تھی بلکہ دل کے اس بوجھ کی تھی جو شاید دوگنا ہو گیا تھا مہینے دنوں اور سال مہینوں کی طرح گزر رہے تھے اس کی ڈگری مکمل ہو گئی اور آج وہ چھ سال بعد ہمیشہ کے لیئے گھر آ گیا تھا، گھر والوں سے ملکر وہ اپنے کمرے میں آ گیا کتنا یاد کرتا تھا وہ اپنے کمرے کو ... لیکن آج اسے یہاں کی ہر چیز اجنبی لگ رہی تھی، وہ بیڈ پر جوتوں سمیت نیم دراز تھا جب امی دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آئی تھیں ... آیئے امی حسان جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا ..... شکر ہے میرے بچے کا پردیس تو ختم ہوا کتنا یاد کرتی تھی میں اپنے بیٹے کو ... امی نے اس کا ماتھا چوم کر کہا حسان کی روح تک میں سکون اتر گیا تھا ماں کی محبت بھی کتنی خوبصورت چیز ہے آپکو اندر تک پرسکون کر دیتی ہے .... میں بھی تو آپکو بہت یاد کرتا تھا کبھی کبھی تو دل کرتا تھا آ کہ آپ کی گود میں چھپ جاں جیسے بچپن میں چھپتا تھا حسان نے پیار سے ان کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے کہا

مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے بیٹا جی امی جی حکم کریں اس نے فرمانبرداری سے جواب دیا .... میری اور

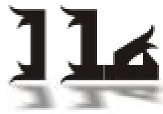
تمہارے ابو کی خواہش ہے کہ جویریہ ہمارے گھر کی بہو بنے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو، تم بھی سچ رہے ہو گے کہ تمہارے آتے ہی میں نے یہ بات چھیڑ دی لیکن بیٹا ہم تمہارے گھر آنے کا ہی انتظار کر رہے تھے وہاں پڑھائی کے دوران تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتے تھے .... اور ویسے بھی بیٹا وہ تمہاری پھوپھو کی اکلوتی بیٹی ہے اللہ اس کے نصیب اچھے کرے اگر وہ کہیں باہر جائے گی تو پتہ نہیں کیسے لوگ ملیں کیسا سسرال ہو؟؟ اب تم بتا، اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا دو ہمیں تمہاری خواہش اپنی خوشی سے زیادہ عزیز ہے اور اگر نہیں، تو جیا میں کوئی برائی نہیں ہے امی نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا امی نے مسکراتے ہوئے بات ختم کی

پسند تو کوئی نہیں امی جی، حسان کی اس بات پہ دل میں کسی درد نے چٹکی لی تھی، لیکن میری نوکری تو نہیں ہے ابھی پھر شادی؟؟؟ اس نے سوالیہ نظروں سے امی کی طرف دیکھا، ارے بیٹا ابھی رشتہ پکا کرنا ہے بس، شادی تمہاری نوکری کے بعد ... میں بہت خوش ہوں تم نے ہماری بات کا مان رکھا امی کے لہجے سے خوشی چھلک رہی تھی .... آپ کا حکم سر آنکھوں پر میری پیاری امی، پوچھا کیوں آپ نے، حکم دینا تھا مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا حسان نے ان کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا .... میرا بچہ جیتے رہو خوش رہو امی نے اس کی پیشانی چومی، میں تمہارے ابو کو بتاتی ہوں یہ خوش خبری .... امی کے جانے کے بعد حسان نے اپنی ڈائری نکال کر الماری میں محفوظ جگہ پر چھپا دی، تا کہ کوئی کبھی بھی اس راز تک نہ پہنچ سکے کہ خدیجہ اس کی محبت تھی، اس نے

اکثر بھول جاتی ہو

جاناں مبین

ہمارے گھر میں ایک بجلی کی تار کو چھوٹا سا کٹ لگا ہوا ہے تو روزانہ دن میں دو تین مرتبہ میں وہاں سے کرنٹ کھاتی ہوں لیکن روز ہی اس پہ ٹیپ کرنا بھول جاتی ہوں اکثر رمضان کی رات کو دودھ ابال کر الماری میں رکھ دیتی ہوں تو صبح کو اس کا دہی ہی نہیں بنتا کیونکہ میں دودھ کو جاگ لگانا بھول جاتی ہوں سحری کے وقت سب گھور گھور کے میری طرف دیکھ کر گلاس میں لسی کی جگہ دودھ پی رہے ہوتے ہیں اور ساتھ میں مجھے دودھ کی افادیت اور لسی کے نقصانات پر اپنی جان بچانے کے لیے ایک عدد لیکچر بھی دینا پڑتا ہے اور تو اور تھوڑے دن پہلے تو حد ہی ہو گئی جب میری سب دوستوں نے مل کر بریانی کھانے کا پروگرام بنایا ایک نے چٹنی لے کر آنی تھی ایک نے کوک اور ایک نے برتن اور میں نے بریانی بنا کر لے جانی تھی مگر جب سب برتن سجا کر مجھ سے پوچھنے لگیں کہ بریانی کہاں ہے تو میں نے کہا ہیں کونسی بریانی پھر مجھے یاد آیا کہ وہ تو میں پکانا ہی بھول گئی۔ میں نے بہت کہا کہ خالی پلیٹوں میں چٹنی ڈال کر آنکھیں بند کر کے چمچ سے پیتے ہیں بریانی سمجھ کر مگر میری کسی نے ایک نہ مانی اور پھر میری وہ ہوئی ہاں جی وہی جو اکثر ہوتی ہے لو جی بھلا اب آخر میں بھی انسان ہوں اتنی سی بھول چوک تو ہر انسان سے ہو ہی جاتی ہے کمپیوٹر تھوڑی ہوں جو ہر بات یاد رکھوں۔



ھادیہ امجد

امی کیا کر رہی ہیں؟ ننھے موسی نے باورچی خانے میں ماں کے پاس آ کر کھڑے ہوتیہوئے پوچھا۔

اپنے بیٹے کیلیے پاستا بنا رہی ہوں۔فہمیدہ نے جھک کر اسکے گال پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

آ ہا۔۔پاستا۔مطلب آج مزہ آ جائے گا۔موسی خوش ہو کر کہنے لگا تو فہمیدہ اس دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

میں تھوڑی دیر باہر کھیل آں۔ساتھ ہی اس نے باہر جانے کی اجازت مانگی۔

چلے جالیکن جلدی آ جانا۔انہوں نے اجازت دیتے ہوئے کہا تو موسی باہر بھاگ گیا۔

وہ گراونڈ میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اسکی نظر گراونڈ کے ایک کونے میں درخت کے نیچے بیٹھے بچے پر پڑی جو بہت حسرت سے انہیں کھیلتا دیکھ رہا تھا۔بچہ بہت گندی حالت میں تھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ نہ تو وہ کی دن سے نہایا ہے اور نہ ہی اس نے کپڑے بدلے ہیں۔

کیا دیکھ رہے ہوا سے موسی۔اسکے ایک دوست علی نے گیم چھوڑ کر اسے جب مسلسل اس گندے بچے کو دیکھتے پایا تو



وہ اس سے پوچھنے لگا۔

وہ بچہ ہمارے ساتھ کھیلنا چاہتا ہے۔موسی نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔

تم پاگل ہو گے ہو۔دیکھو وہ کتنا گندا ہے جیسے کتنے دنوں سے نہایا ہی نہ ہو۔ہم اسے اپنے ساتھ کیھلا سکتے ہیں۔علی نے ناگواری سے کہا۔

اسکے پاس کپڑے نہیں ہوں گے اس وجہ سے وہ نہا نہیں سکا ہو گا۔موسی نے اپنے پاس سے وجہ بنای۔

تم اسے چھوڑو۔آ ہم کھیلتے ہیں۔علی نے اسے بلایا لیکن موسی اسکی ان سنی کرتے ہوئے اس بچے کے پاس چلا گیا۔

تم کیسے ہو۔ادھر بیٹھ کے کیا دیکھ رہے ہو۔ویسے تمہارا نام کیا ہے۔وہ اس بچے کے پاس جا کر کہنے لگا۔تمہارا کھیلنے کو دل کر رہا ہے نا۔وہ تو تمہیں اپنے ساتھ نہیں کھیلایں گے۔آ میں کھیلتا ہوں تمہارے ساتھ۔اس نے اپنے دوستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھ ہی اس پیشکش کی۔لیکن وہ بچہ کچھ نہ بولا بلکہ سہا سہا اسے دیکھنے لگا۔

تم ڈر کیوں رہے ہو۔موسی پھر اس سے پوچھنے لگا۔ دیکھو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔تمہیں بھوک لگی ہے نا۔میرے گھر چلو میری ماما بہت اچھی ہیں۔تمہیں کچھ کھانے کو بھی دیں گی اور نے کپڑے بھی دیں گی۔تم وہ پہن لینا پھر یہ لوگ تمہیں اپنے ساتھ کھیلا لیں گے۔

موسی کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے بھی اٹھانے لگا۔بچے نے پہلے اپنا ہاتھ کھینچا مگر پھر اٹھ کر چل دیا اسکے ساتھ۔

تم اس گندے بچے کو کہاں لے کر جا رہے ہو؟اسکے ایک دوست ارسلان نے کہا۔

گھر لیکر جا رہا ہوں۔موسی نے جواب دیا۔

لیکن کیوں۔علی نے ناگواری سے پوچھا مگر موسی بغیر جواب دیے اسکا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف چل دیا۔

امی۔امی۔وہ گھر آ کر لانج میں کھڑا اپنی امی کو آوازیں دینے لگا۔

آ گیا میرا بیٹا۔وہ لانج میں آیں لیکن اسکے ساتھ کھڑے بچے کو دیکھ کر ٹھٹکیں۔یہ کون ہے؟انہوں نے پوچھا۔

اسے بھوک لگی ہے۔کھانا لا دیں۔موسی نیکہا۔

لیکن یہ ہے کون کہاں سے لیکر آئے ہو اسے۔انہوں نے کڑی نظروں سے دیکھا۔

اسکا نام فیروز ہے۔ہم گراونڈ میں کھیل رہے تھے تو یہ وہاں بیٹھا ہمیں دیکھ رہا تھا۔میرے دوست اسے کھیلا نہیں رہے تھے۔اسے بھوک بھی لگی تھی اور اسے کپڑے بھی چاہیے تو میں اسے گھر لے آیا ہوں۔اور اس نے مجھے ابھی راستے میں بتایا کہ اسکے امی ابو ایک کار ایکسڈنٹ میں فوت ہو گے ہیں اور اسکے چچا نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔یہ بیکن ہاس میں پڑھتا تھا لیکن اپنے امی ابو کے جانے کے بعد سکول نہیں جا سکا۔ ہمیں اسکی مدد کرنی چاہیے نا۔میں اسے اپنے کپڑے دیتا ہوں تا کہ یہ نہا لے اور پھر ہم مل کے پاستا کھایں گے جو آپ نے بنایا ہے۔اس نے تفصیل سے سب

بتاتے ہوئے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لیگیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسکے ساتھ آیا تو وہ اچھی حالت میں تھا۔اتنی دیر میں موسی کے ابو آ گئے تو اسکی امی نے انہیں بھی ساری بات بتا دی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ان سب نے مل کر شام کی چائے پی۔

میں چاہتا ہوں کہ فیروز ہمارا بیٹا بن جائے۔وہ اللہ کی مرضی تھی کہ اسکے والدین چلے گئے اور اسکے چچا نے پوچھا نہیں۔تو آج سے یہ ہمارے گھر ہمارے ساتھ رہیں گا۔مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ یہ دوسروں کا دکھ سمجھتا ہے اور انکی مدد کرنا جانتا ہے۔موسی کہ ابو نیا سکے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا۔

یاہووو۔۔اب تم ہمارے گھر رہو گے۔کتنا مزہ آئے گا۔اب تم ہمارے گھر رہو گے اور میں کھیلوں گا تمہارے ساتھ۔موسی نے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر باہر لیگیا تو پیچھے اسکے امی ابو مسکرانے لگے۔

ام علی۔۔۔۔۔۔

آج مجھے وہ واقعہ بہت یاد آ رہا ھے کہ۔۔۔۔۔

ایک مشرک عورت میرے پیارے آقا ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر کہا کرتی تھی تو نبی پاک ﷺ کا دل دکھا اور سرور کائنات ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ھے کو میرا سچا عاشق جو اس مشرک عورت کو سزا دے کر جہنم واصل کر سکے تو سب صحابہ کرام اسے سزا دینے کی تدبیریں سوچنے لگے۔۔۔۔۔ایک نابینہ صحابی بھی وہاں موجود تھے۔۔۔۔۔اگلی صبح وہ نابینہ صحابی اس گستاخ رسول ﷺ کو عبرت کا نشان بنا چکے تھے اور خود کو ایک سچا عاشق رسول ﷺ ثابت کر چکے تھے۔۔۔۔۔

ہاااااااااااائے افسوس ہماری تو آنکھیں بھی ہیں۔ہاتھ بھی موجود ہیں۔دہھن میں زباں بھی موجود ھے۔مگر ہم مسلمان گونگے۔اندھے۔بہرے۔اور یہودی لیب کے غلام بن چکے ہیں غلامی محمد ﷺ کو ترک کر کے یہودی لابی کا پٹہ گلے میں ڈالے جنت کی طلب کو مٹا کر جہنم واصل ہونے کی تگ ودو میں لگے ہیں۔۔۔۔۔

اے مالک کائنات۔رب دو جہاں اپنے محبوب ﷺ کی حرمت کی حفاظت کے لیے کسی کو تو سچا عاشق رسول ﷺ بنا دے۔۔۔۔

یا اللہ حرمت رسول ﷺ کی حفاظت فرما۔۔۔۔۔۔

آمین یا رب العالمین۔۔۔

گستاخ نبی ﷺ کی ایک سزا

سر تن سے جدا۔سر تن سے جدا

ایک لڑکی دیوانی سی

کومل احمد

"بابا دس دن رہ گئے ہیں بڑی عید آنے میں میرا بکرا کب آئے گا۔؟ " روحی نے منہ بسورا ابا بانے نے مندی لال سرخ آنکھیں کھول کر دیکھا رات کے تین بج رہے تھے "یا اللہ روحی "وہ کراہے "تم سوتی کس وقت ہو "وہ اسے گھورنے لگے۔"بابا بکرا منڈی جانا ہے "روحی نے ضد سے کہا۔"روحی پتر میں نے تجھے دو ویڑے لا کر تو دیے ہیں اب بکرے کا کیا کرے گی؟ "ابا جھنجھلائے،"ابا "وہ صدمے سے بولی،"اب میں میں جوان جہاں لڑکی پنڈ میں ویڑے گھماتی اچھی لگوں گی۔اور میری ساری سہیلیاں مرجانی بکرے گھماتی پھر رہی ہیں ایک میں ہوں جو گھر تھاپے سونگھ سونگھ تھاپا بن گئی ہوں۔ "روحی نے نہ نظر آنے والے آنسو صاف کئے۔"لاحولولہ "ابا نے اسے پڑے



انس رہی تھی۔"تم لوگ سوئی نہیں؟"جہانداد قمیض پہنتے مسکرایا"بھائی ہم باتیں کرتے رہے پتہ ہی نہ چلا اب نماز پڑھ کے سوئیں گے۔"وہ بھی مسکرا کی وضو کرتا باہر چلا گیا وہ دونوں سونے کے لئے لیٹی تو زیبا کو پھر یاد آیا"لینز نہیں اتارنے۔۔؟"وہ بولی تو روحی جھنیپ گئی۔"میری اصلی آنکھیں ہیں لینز نہیں ہیں۔"روحی نے شرماتے بتایا۔"ہائے اللہ ایسی ڈرونی آنکھیں۔" زیبا اٹھ کے بیٹھ گئی روحی بھی پریشان سی اٹھ گئی پوری آنکھیں اور منہ کھول کے اسے دیکھنے لگ گئی جیسے ساری غلطی روحی کی ہو، جہانداد اندر آیا تو حیران رہ گیا دونوں چارپائی پے آمنے سامنے بیٹھی ایک دوسرے کو گھور رہی تھی۔"کیا ہوا؟"جہانداد متجسس ہوا"بھائی انکی آنکھیں اصلی ہیں میں سمجھ رہی تھی لینز لگے ہیں"روحی نے آنکھیں جھکا لی جہانداد نے قہقہہ لگا کے زیبا کی چٹیا کھینچی"پتہ ہے مجھے ہفتے بھر سے دیکھ رہا ہوں اب تو خواب میں بھی یہی آنکھیں آتی ہیں۔۔"جہانداد نے شرارت سے روحی کو دیکھا۔

"ہیییییں ں ں ں؟؟؟؟"وہ دونوں حیران ہوئی جہانداد گڑبڑایا"کچھ نہیں سو جاو دونوں"کہتے وہ واپس اند دچلا گیا۔صبح ناشتہ کرتے وہ اسے واپس چھوڑ آیا۔گھر والے روحی کو دیکھ کے نہال ہو گئے چاچی نے منہ پھیر لیا"رات بھر اس ایس پی کے گھر تن تنہا رہ کی آئی جانے کیا گل کھلائے ہوں۔"چاچی کی زبان کے سامنے خندق تھی ماں کی بات سن کر سمیع کو بھی شک ہوا۔ پھر جہاں شک کا بیج بو دیا جائے وہاں کوئی رشتہ پروان نہیں چڑھتا۔اپنی ایسی ذلت سن کر روحی نے منگنی کی انگوٹھی منہ پے دے ماری۔چاچی خوشی سے بہن کے گھر رشتہ لے گئی روحی کی جان اس حادثے نے ایسی چھنی کے اسے چپ کے قفل لگ گئے گھنٹوں خلاوں میں گھورتی رہتی۔یا ایک ہی اینگل سے دیکھتی رہتی کبھی ریت کے گھر بنانے لگتی۔دادی اور ابا نے بہت سمجھایا مگر وہ آفسردہ رہتی بےکل سی عید ایسے ہی گزر گئی جس شوق اس نے بکرے خریدے تھے وہ سب دفن ہو چکے تھے۔عید کے بعد فوراہی سمیع کی شادی بھی ہوگئی۔روحی اسی سکول میں پڑھانے لگ گئی۔جس میں اس نے بکرے باندھے تھے۔آتے جاتے تھانے کو دیکھتی رات کبھی کبھی تکیہ بھی بھگو دیتی سد شکر کہ آنسوں کا رنگ نہیں ہوتا ورنہ رنگوں سے عشق کرنے والی راحی کا تکیہ صبح سب سے زیادہ رنگین ملتا۔"میں نہیں جا سکتی مگر وہ تو آ سکتا تھا ناں، کیا اسے وہ نہیں ہوا جو مجھے ہو چکا ہے"روحی کو دکھ ہوا"کاش وہ خود آ جائے"مگر لاکھ دعاں پر بھی وہ نہیں آیا زندگی وقت کسی کے بنا روکتی نہیں نا ہی ٹھہرتی ہے وقت کا کام ہے گزرنا تو وہ گزرتا ہی گیا۔ چھ مہینے گزر گئے روحی جب کسی سے بھی نہ سنبھلی تو دادی نے کہہ دیا"اب رشتہ ڈھنڈو۔"مگر کوئی بھی روحی کی پاکیزگی پے اعتبار کرنے پے تیار نہ تھا دادی نے جہانداد کے اگے جھولی پھلانے کی اجازت دے دی ابا اور چاچا گئے مگر انکے گھر لگا تالا انکا منہ چڑا رہا تھا۔ ہفتے بعد بھی تالا تھا تھانے سے پتہ چلا اس حادثے کے بعد جہانداد کا ٹرانسفر کر کے اسے کسی دوسرے گاوں بھیج دیا

تھارات ایک بڑا آفسر نشے میں دھت آیا اور بے ہودہ انداز میں بولا" کدھر ہے وہ چھمک چھلو، سنا ہے بڑی توپ چیز ہے۔؟ "جہانداد مودب سا کھڑا تھا آفسر ہنس کے چابیاں کھنکالنے لگا پھر روحی کا لاک اپ کھول کے اندر چلا گیا سارے تنظیم والے معنی خیز ہنسنے لگ گئے جہانداد کی کنپٹیاں سلگنے لگ گئی۔ دس منٹ تک روحی کی چیخوں کی آواز آنے لگ گئی جہانداد نے ریولور لوڈ کیا اور اس طرف چلا گیا جا کر سیدھا آفیسر کے سر کے پچھلے حصے پر رکھ دیا۔"اسے چھوڑ دیجئے سر ہم قانون کے رکھوالے ہیں یہ درندگی ہمیں زیب نہیں دیتی۔" جہانداد کی آواز میں عزت قائم تھی۔ آفیسر بھنایا۔ "چل بے بڑا آیا میرے بعد توں مزہ چکھ لینا "وہ خباثت سے ہنسا۔" مجھے مجبور نہ کیجئے سر کہ میں آپ پر گولی چلا دوں۔ "جہانداد نے خود کو کنٹرول رکھ کر کہا۔ "مرد کبھی کمزور نہیں ہوتا جہانداد تو کیا سمجھتا ہے سب پاگل ہیں سب سمجھتے نہیں تو نے اس چھمک چھلو یہاں کیوں رکھا ہے سارا پنڈ باتیں بنا رہا ہے تم دونوں کے بارے میں تیری کونسا یہ گھر والی ہے آج ہے تو امرت پینے دے اسکا کل چلی جائے گی کسی اور کو اٹھا لانا تو بھی خوش ہم بھی خوش پر موشن کی فکر ہر گز مت کرنا "روحی ڈری سہمی بیٹھی دیوار سے چمٹی تھی بڑی بڑی آنکھیں وحشت سے مزید کھل گئی۔ جہانداد کو ان میں اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔" ویسے داد دینی ہوگی تیری چوائس کی جہانداد "آفسر قہقہہ لگا کے ہنسا" کیا مچھلی پکڑی ہے" کہتے ساتھ ہی وہ روحی کی طرف بڑھا جہانداد نے ایک مکا آفیسر کے منہ پے رسید کیا جس سے اسکے جبڑے ہل گئے ہولدادار اور باقی سب لوگ جہانداد کو قابو کرنے لگے آفیسر ہنسا اور روحی کو پکڑ لیا وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے "دیکھ جہانداد تیری محبوبہ تیرے سامنے میری ہوگی۔ "جہانداد ہاتھ چھڑواتا جیب میں رکھی پسٹل تک گیا اور ایک فائر کر کے آفسر کی ٹانگ زخمی کر دی باقی لوگ ڈر کے باہر بھاگ گئے جہانداد روحی کا بازو پکڑ کر باہر لایا اور لاک اپ بند کر دیا روحی جہانداد کے شانے سے لگی با آواز روتی رہی جانے کیوں جہانداد کے اندر باہر سکون پھیل گیا روحی کا رونا جب حد سے بڑھ گیا تو اسے بحال کرنے لگا تو وہ پریشان ہو گیا۔ "روحی کچھ نہیں ہوا دیکھو تم ٹھیک ہو وہ جانور اندر بند ہے تم میری ذمہ داری پر تھی میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہونے دیا۔ "جہانداد نے اسکا چہرہ تھام کر کہا روحی نے بھیگا چہرہ نفی میں ہلایا" مجھے اپنی پروا نہیں تھی مجھے پتہ تھا آپ مجھے کچھ نہیں ہونے دیں گے اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں بھی باقی نہیں رہتی۔ "وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ جہانداد اسکے لفظوں میں چھپے درد کو جانے سمجھ پایا تھا یا نہیں مگر وہ مسکرا کر اسکا سر تھپکنے لگا۔" مجھے کیا ہونا تھا روحی میرا روز کا یہی کام ہے۔ "وہ دھیرے سے ہنسا۔

"وہ لوگ اگر آپ کو گولی مار دیتے تو "روحی کانپ اٹھی۔ "ماری تو نہیں نہ، اب تمہیں آدھی رات تمہارے گھر بھی نہیں لے کر جا سکتا میرے گھر میں میری بہن اور امی ہیں کیا تم چلو گی صبح ہوتے ہی تمہیں باحفاظت

ئی تھی۔ڈریپ لگے وہ نڈھال پڑی تھی اسکی ایک ہی ضد تھی۔"مجھے پزا ہی کھانا ہے۔ "وہ منہ بسورنے لگی جہانداد نے اتنی ڈھیٹ لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی وہ دانت پیس کر پزا منگوانے لگا پزا آتے ہی روحی اس پر ٹوٹ پڑی۔"یہ بوتل ہے بیماروں والی۔ "روحی سپرائٹ کی بوتل دیکھ کر خفا ہوئی۔"مجھے کوک چاہیئے "وہ ایک ادا سے بولی۔جہانداد کے سر پر لگی تلوں پر بجھی۔وہ ننگھے پیر انگاروں پر ناچ رہا تھا۔"یہ میں نے آسمان سے برستی نہیں پکڑی نا زمین پرا گی تھی۔سو فیصد حلال میری اپنی کمائی سے منگوایا ہے تاکہ تم میری کسٹڈی میں مرنہ جاو مجھے اللہ کو بھی جواب دینا ہے "جہانداد کی بات پر روحی نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔اور بولی۔ "اچھا پھر میں پی لیتی ہوں ہوسکتا ہے یہاں بیٹھے بیٹھے اس سے پزا ہضم نہ ہو اور میں فوڈ پوئزننگ سے مرجاں کاش تمہیں حساب نہ دینا پڑے۔ "روحی کی بات پر جہانداد سر پکڑ کر رہ گیا۔۔

"اللہ جی یہ میرے کونسے گناہ کی سزا ہے؟ "جہانداد کراہ کے رہ گیا آدھے گھنٹے دوسری بوتل آگئی روحی نے خالی بوتل جہانداد کو واپس کی "یہ لو اور کیا یاد کرو گے کیسی نرم دل مجرم سے پالا پڑا تھا آدھی ہی پی "روحی کی فراخدلی پر وہ بھنا کر رہ گیا۔۔"بہت شکریہ "!وہ جلتا کڑتا باہر چلا گیا۔۔ابا چوتھے دن آئے آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے تھے روحی نے منہ موڑ لیا"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی"۔ابا افسردہ ہو گئے جہانداد سے جیل کھلوا کے منانے کی فرمائش کرلی،،"یہ جیل ہے ہوٹل نہیں۔ "جہانداد جل کر بولا۔"پر میری دھی رانی خفا ہے "ابا جہانداد پے خفا ہوئے جیسے سارا قصور اسی کا ہو جہانداد نے منہ بنایا"میں جیل نہیں کھولوں گا یہ بھاگ جائے گی۔ "اتنی بات سن کے روحی جہانداد سے خفا ہو گئی اور روتے روتے ابا سے جہانداد کی شکایت ابا سے کردی۔ابا نے جہانداد کو گھوری ڈالی دادی نے ایک کراری دھپ رسید کی ہولدادا اور کونسٹیبل کے سارے پیلے دانت باہر آگئے۔جہانداد نے دماغ میں چلتا سوال پوچھ ڈالا کیا"آپ سب پاگل خانے سے آئے ہیں پہلی بار جیل دیکھی ہے؟" وہ خفگی سے بولا"جیل ہے یہ تم لوگوں کا گھر نہیں اور میں یہاں ایس پی ہوں تم لوگوں کا جوائی) دماد (نہیں جو اس کو،کوکا کولا پلاتا رہوں۔ "روحی نے گھوری ڈال کے سر سے پیروں تک جہانداد کو دیکھا جو ابا سے بیل کی بحث میں مصروف تھا۔" کمینہ ہمیع سے تو زیادہ کیوٹ ہے ہائے وے کاش یہ میرا منگتر ہوتا کتنی ٹور ہوتی تھی میری سہلیوں میں میری "اور حسرت سے بولی۔

جہانداد کی کڑی آواز گونجی"اب تم لوگ سب پاگل خانے واپس چلے جاو اور جب تک کیس چلتا ہے کوئی ادھر نہ آئے۔ "روحی بھی غصے سے منہ پھلا کے بیٹھ گئی پھر کسی کو روحی سے ملنے نہ دیا گیا۔ایک رات جہانداد کی نائٹ ڈیوٹی تھی وہ باقی آفسر کی طرح اونگ کر نہیں جاگ کر دیوٹی نبھا رہا چھوڑ آوں گا کیا تم مجھ پر اعتبار کرو گی۔؟ "جہانداد نے پوچھا۔روحی اثبات میں سر ہلا سیدھی ہوئی اسے اب احساس ہوا کے وہ تب سے

جہانداد کی پناہ میں تھی۔ وہ اس سے نظر ملائے بنا جیپ میں بیٹھ گئی جہانداد اسے اپنے گھر لے گیا۔ جہانداد کی بہن نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے چیخنے لگ گئی "اماں لگتا ہے بھائی شادی کر آیا ہے ساتھ میں بھابھی لے آیا ہے۔ "اندر سے آواز آئی "بچے بھی آئے ہیں یا خود ہی دونوں آ گئے "ماں بہن کی مسخری پر جہانداد شرمندہ سہ ہو گیا۔ "انکو مزاق کرنے کی عادت ہے تم آو "جہانداد نے اسے راستہ دیا اور بہن کو گھورا۔ روحی ہچکچاتی اندر چلی گئی اماں واری صدقے جانے لگی۔ جہانداد سیدھا کمرے میں چلا گیا روحی گھر کا جائزہ لینے لگی دو کمرے چھوٹا سہ صحن ٹوٹے دروازے کا واش روم سیڑھیوں کے نیچے کچن وہ بے دلی سے گھر کو دیکھتی رہی اسے نیند آ رہی تھی اماں جہانداد کی تعریف کر رہی تھی ساتھ ہی روحی کا بائیو ڈیٹا لے رہے تھی۔ جہانداد کی بہن نے دانت نکال کے پوچھا "آپ کتنی کلاسیں پاس ہیں جی؟" "سولہ " کہہ کے وہ جمائیاں لینے لگی جہانداد باہر آتا ٹھٹک گیا وہ تو اسے چھوٹی بچی سمجھ رہا تھا ماسٹرز کیا ہوا انسان سلجھا نظر آتا ہے اگر یہ ایسی پڑھی لکھی ہے تو یہ اتنی بے وقوفیاں کیوں کرتی ہے جہانداد غیر ارادی طور پر اسے دیکھنے لگا۔ "بھائی بھی سولہ جماتیں پڑھے ہیں" بتا کر وہ خوشی سے ہنسی، "اچھا "وہ ہلکا سہ بولی "آپ کھانا کھائیں گی جی؟ "بات کرتے وہ ہنسی روحی کی آنکھوں کی چمک تیز ہو گئی وہ اور کھانے سے منع کر دے ہو ہی نہیں سکتا جہانداد مسکرایا۔ جہانداد کی بہن نے اسے بلایا۔ "بھائی آپ بھی منہ ہاتھ دھو لیں۔ اور بھابی آپ لینز بھی اتار لیں کہیں گر ہی نہ جائیں۔ "بہن کی آواز پر جہانداد ٹھٹکا پھر آہستہ سے بولا "وہ تمہاری بھابی نہیں ہے۔ "جہانداد کا حتمی لہجہ دیکھ کر اماں منہ پے انگلی رکھ کے اسے دیکھنے لگ گئی زیبا بھی اسے گھورنے لگ گئی۔ ۔ "پھر کون ہے یہ کہیں بھگا کر تو نہیں لے آیا" اماں مشکوک ہوئی۔ "اللہ کو مانوں اماں اتنا بے غیرت لگتا ہوں میں آپکو۔ ضرورت مند تھی۔ بس مشکل میں تھی میں نے مدد کر دی صبح اس کے گھر والے لے جائیں گے تم محلے میں کسی سے ذکر نہ کرنا بس آج کی رات رکھنا ہے روحی کو "وہ بے زار تھا اماں ہونق ہو کے دیکھنے لگ گئی زیبا بھی بدمزہ ہو کے کھانا لگانے لگ گئی روحی مسکرا کر کھانا دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑی۔ کھانے سے پہلے کبھی روحی انکاری تھی جواب ہوتی یہ تو خالص جہانداد کی ماں کے ہاتھ سے بنے قیمہ کریلے تھے۔ قیمہ کریلے کھا کے وہ لسی کی فرمائش کرنے لگ گئی۔ زیبا اس کی کھلی طبعیت سے نہال ہو گئی جہانداد بھی چھت پے سونے چلا گیا ساری رات وہ زیبا سے باتیں کرتی رہی فجر کے وقت جہانداد نیچے آیا تو دونوں کسی بات پر لـ گیا تھا۔ محلے والے کہتے کے وہ اپنی ماں بہن کو لے گیا روحی کی نمازیں پابند اور سجدے طویل ہو گئے "اللہ اس بھری دنیا میں کہاں سے ڈھونڈو میں جہانداد کو اللہ آپ میری مدد کریں ناں۔ ایسے تو میں مر جاوں گی۔" مگر کوئی دعا قبول نہ ہوئی وہ اگلی بار مزید شدت سے دعا مانگتی مگر وہاں کوئی آس نہ تھی۔ دعائیں رد کر کے لوٹا دی جاتی مگر روحی کا ایمان تھا دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اگر

صرف رب سے ہی مانگی جائیں۔ایسے ہی ایک دن بیٹھی وہ بچوں کے ٹیسٹ چیک کررہی تھی سمیع چلا آیا یہاں وہاں کی چند باتوں کے بعد سمیع نے اسے شادی کی آفر کی۔سمیع کی آفرسن کروہ سکتے میں چلی گئی۔
دادی نے سے پوتی کا زرد رنگ برداشت نہ ہوا تو جوتی پکڑ کر سمیع کی کمر میں ماردی" نکل نس فٹے اپنی پیسٹری جیسی وٹی سے دل بھر گیا سال بھی نہ ہوا تجھے عشق اتر گیا "وہ منہ بسورتا چلا گیا اگلے سال چھوٹی عید پے روحی نے پوچھا"ابا چھوٹی عید پے بکرا کیوں نہیں لے سکتے مجھے بکرا چاہیئے مجھے سکول میں باندھنا ہے۔"
کہتے ساتھ ہی وہ رودی ابا بھی بیمار رہنے لگ گئے دونوں چھوٹی بہنیں بھی بیاہ کے پیا دیس چلی گئی اس سال روحی نے پھر بکرا لیا پھر سکول میں باندھ کے تصویر دی مگر جہانداد کا سایہ بھی اسے پکڑنے نہ آیا۔وہ رودی اللہ سے شکوہ کرنے لگی خود تھانے لڑنے چلی گئی اپنی شکاعت کرنے لگی ادھیڑ عمر ایس پی نے پاگل سمجھ کے نکال دیا وہ بسورتی واپس آئی۔۔"دادی اس ملک میں کوئی نظام ٹھیک نہیں میں خود غلطی مان رہی ہوں اور کوئی مجھے جیل میں نہیں ڈالتا۔ "دادی کی گود میں سر رکھے روحی نے شکوہ کیا۔دادی نیر وحی کو ایسے دیکھا جیسے ہو چھ رہی ہو" دماغ پھر گیا ہے۔۔؟ "دادی کی نظر کا مفہوم سمجھتے وہ جلتی کڑتی اندر چلی گئی۔عید پھر اداس گزر گئی سمیع کے ہاں بیٹی ہوگئی روحی بھی دادی کے ساتھ دیکھنے گئی یک دم روحی مسکرائی اسے بہت دیر بعد شرارت سوجھی بچی کے کان میں جھکی روحی بولی۔"تیری ماں چڑیل ہے ناں۔ "بچی کھلکھلا اٹھی اور سمیع نے ایسے گردن اکڑائی جیسے بڑا مار کا مارلیا ہو جیسے۔۔۔جیسے کے چلو چھوڑیں مٹی ڈالیں اس سمیع پے۔
روحی کی بہن کے ہاں اسکی چھوٹی کی نند کی شادی تھی وہ لوگ دوسرے گاوں گئے تھے راستے میں گاڑی خراب ہوگئی روحی نیچے اتر کے ہاتھ پیر کالے کرنے لگی پاس سے موٹر بائیک والا گزر رہا تھا پہلے گزر گیا پھر الٹے پیر واپس آیا۔۔اور حیرت سے بولا۔"تم روحی ہو نہ روحی۔ "آواز پہچانتے روحی ساکت سوئی۔
"سسس "روحی کا ہاتھ گرم تار سے جل گیا مڑ کر دیکھا آیا کے خواب تو نہیں مگر وہ سچ تھا آنکھوں پے کالا دھوپ کا چشمہ لگائے وہ گھنی منچھوں تلے زیرِلب مسکرا رہا تھا۔روحی نے ہاتھ بڑھا کے دیکھا یہ وہم تو نہیں جہانداد اسکی اس حرکت سے مسکرایا ابا برے تپاک سے ملے آخر کو ہونے والا گمشدہ داماد جو مل گیا تھا۔
جہانداد نے گاڑی ٹھیک کی۔روحی خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی۔پانی کی بوتل سے ہاتھ منہ دھو آئی جہانداد نے رسمن انکو گھر بلایا وہ سب فورا تیار ہوگئے وہ کندھے اچکا کے انکو گھر لے آیا اماں نے جاتے پوتی کے لئے جھولی پھیلا لی زیبا اور اماں کے ہاتھ پاوں پھول گے۔ جہانداد جو انہیں چھوڑ کر نکل گیا تھا۔استمس کال مار کے مٹھائی لانے کو کہہ دیا۔وہ حیران پریشان مٹھائی لایا تو ابا نے پورا گلاب جامن منہ میں ڈال کے گلے لگا لیا سب جذباتی ہوگئے روحی شرما گئی جہانداد بھی سر پے ہاتھ پھیرتا باہر چلا گیا۔۔اللہ اللہ کر کے شادی کا دن آیا تو

وہ کنفیوز تھا جبکہ روحی ایکسائٹ سمیع نے جل کے کہا "مت کرو شادی جیل میں ڈال دے گا چھوٹی چھوٹی بات پے، "روحی نے شرما کے کہا" دل کی جیل میں "۔۔وہ' فٹے منہ " کرتا باہر نکل گیا۔دلہن بنی سبز آنکھوں والی روحی قیامت لگ رہی تھی اور جہانداد کسی فلم کا ہیرو وہ کمرے میں آیا تو وہ آرام سے سو رہی تھی جہانداد مسکرایا۔چٹکی بجائی تو ہڑ بڑا کی اٹھی جہانداد نے اسکے ہاتھ میں پیاری سے گولڈ کی رنگ پہنا کے ہاتھ لبوں سے لگائے وہ ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔۔"ارے بھء تھوڑا شرما جاو مانا کے تم میں شرم نہیں ہے لیکن آج تو شرما جاو "جہانداد کی فرمائش پر اچانک روحی شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگی اور جہانداد فدا ہونے کی۔"سنو روحی میں نے یہ انگوٹھی اماں کی دی ہے تمہیں ولیمے کے بعد واپس کر دینا "جہانداد نے بتایا تو روحی کا منہ بن گیا۔ "اور میری منہ دیکھائی۔"؟جہانداد معنی خیز مسکرایا"میں نے اپنی سونی اور انوکھی بیوی کے لئے انوکھا تحفہ لیا ہے بلکل اس کے شان وشیاں " کہہ کر وہ ہنستے باہر گیا اور واپسی پر ایک بکرے کی رسی پکڑ کے لے آیا جسے جا بجا مختلف رنگوں سے رنگا ہوا تھا روحی"ماں صدقے جائے میرا کاکا " کہہ کے اسکے ساتھ سیلفیاں لینے لگ گئی۔ جلدی سے سیلفی لیتے روحی نے فیس بک پے ڈال دی۔ جہانداد بکرے کو باہر باندھ آیا پھر روحی کی آنکھوں کی تعریف کرنے لگا اس بار وہ سچ میں شرما گئی جہانداد نے اسے پکڑ کے اپنی قربت میں لے لیا سونے سے پہلے روحی کی آواز آئی"جہانداد تم نے مجھے یاد کیا تھا"

جہانداد اسکے بالوں میں انگیاں چلاتا بولا"میں تمہاری یاد سے پیچھا چھڑوانے ہی یہاں آیا تھا ورنہ میں اس آفیسر سے لڑ سکتا تھا مجھے یاد تھا تم منگنی شدہ ہو مجھے کیا پتہ تھا جیل پلٹ ہوتے تم منگنی توڑ دو گی ہو تو پکی مجرم۔۔" جہانداد کی پر سکون آواز سنتے روحی نے اسکے سینے پے سر رکھ کے آنکھیں موند لی۔

جہانداد نے پوچھا"روحی تم نے مجھے یاد کیا "روحی شرمائی پھر بولی"ہاں دن رات سوچتی تھی کاش تو میرا بکرا ہوتا میں تجھے اپنے گھر میں باندھتی اور آتے جاتے چھیڑتی "جہانداد کی بالوں میں گھومتی انگیاں رک گئی پھر صدمے سے بولا" شکر ہے تو نے یہ نہیں کہہ دیا بعد میں بوٹیاں کر کے کھا جاتی میں تو عشق کے ہاتھوں مر جاتا۔ "روحی کی پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا جب آیا تو دونوں ہنس کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔۔

دھکیلا۔روحی کی موٹی گرین آنکھوں میں آنسو بھر گئے) مگر مچھ کے آنسو (وہ ابا کی چادر سے ناک پونچھتی باہر نکلی۔دادی تہجد پڑھنے کے بعد تخت پر اونگھ رہی تھی گویا فجر کے انتظار میں ہوں۔روحی تخت پہ دادی کے پیروں میں بیٹھ کر رونے لگی آہستہ آہستہ رونے کی آواز ساتھ والے گھر صحن میں چار پائی ڈال کے سوئے سمیع تک پہنچ گئی۔

"یہ کیسا شور ہے اللہ "وہ ہڑ بڑا کے اٹھا اور دیوار کے پار جھانک کر صدمے سے بولا" دادی کو بھی عید پے مرنا تھا بعد میں مر جاتی۔ "چپل پہن کے اپنے ابا اماں کے کمرے کا دروازہ پیٹا" خس کم جہاں پاک، تیری نانی کا

چالیسواں ہے جو آدھی رات دروازہ توڑ رہا ہے۔" کوئی اور وقت ہوتا تو سمیع ان القابات کا جواب شوق سے دیتا ابھی بیچارہ صدمے میں تھا "ابا جی دادی مر گئی۔ "اطلاع دیتے وہ ابا کے ری ایکشن کا انتظار کرنے لگا۔ابا جی کی پوری آنکھیں کھول گئی۔" تجھے کس نے بتایا اوے منحوس مارے "اماں بھی خوشی سے نیند توڑ کے دوڑتی آئی۔"وہ تایا کے گھر سے روحی کے رونے کی آوازیں آ رہی ہیں تخت پر اماں کی لاش پڑی ہے۔ "ابا سنتے ہی باہر کو لپکے جبکہ اماں عید کے دن پہنے جانے والا جوڑا اور فیر اینڈ لولی لگانے لگی۔"اماں تم تیار کیوں ہو رہی ہو؟ "سمیع سے رہا نا گیا تو پوچھ لیا۔"لومڑی کے منہ والے سارا پنڈ آئے گا جنازے پر کیا سر جھار کہ منہ پھاڑ چلی جاوں۔ "ماں کے خطاب پر سمیع جز بز ہوا پھر اپنا حلیہ دیکھا،اتنے میں ابا واپس آئے آتے ہوئے ڈیوری سے وائپر بھی لے آئے، سدھا سمیع کی کرینہ کپور جیسی نازک کمر پر مارا۔"ہائے اوے میرا لک توڑ دتا ابا جی لگتا آپکا ایک دیگ بریانی میں دو جنازے اٹھانے کا ارادہ ہے، "سمیع نے درد سے بلبلاتے کہا" بکواس بند کر نا ہنجار اماں زندہ ہے اور چنگی بھلی ہے۔ "وہ خفگی سے بولے اماں کو اپنی تیاری خراب ہونے کے تکلف تھی سو وہ اندر جا کے کپڑے بدلنے لگ گئی۔"یہ کیسے ہو سکتا ہے ابا میں اپنی آنکھوں سے دیکھا روحی رو رہی تھی اماں کے پیروں سے لپٹ کر۔ "سمیع نے حیرانگی سے کہا۔ "ہاہ اور تمہارے پیروں سے لپٹ کر روتی بکرا مانگ رہی ہے وہ وڈے

پائن نے منع کر دیا تو اماں کی منت کرنے لگے پکڑ یہ پیسے اور ابھی جا کر بچی کو بکرے لے کر دے "سمیع نے خفگی سے ابا پھر پیسوں کو دیکھا۔

"ابا جب میں نے پیسے مانگے تھے پینٹ کوٹ کے لئے تب تو کہا تھا کے کوئی پیسے نہیں اب روحی کے بکروں کے لئے درخت سے آئے ہیں "سمیع نے خفگی سے کہا۔

"عقل سے کام لے سمیع روحی میری "نوں "ہے۔ اور اسکی کی خوشی مجھے بہت عزیز ہے تمہارے پنٹ کوٹ پہننے سے ہمیں کیا ملتا مجھے تو اسکا چمکتا چہرہ دیکھ کر سکون ملتا ہے۔ "سمیع سے مزید بیعزتی برداشت نہیں ہوئی تو وہ منہ پھولائے باہر نکل آیا ۔منہ میں ڈوپٹے کا کونہ ڈالے پراندہ ہلاتے آنکھوں میں بھر بھر لگایا کاجل اورنج لپ سٹیک لگائے وہ تیار تھی۔"اپنی ماں کے ویا کا لہنگا بھی پہن آتی "سمیع نے اسکی تیاری خوب سراہی۔"ہائے وے چلیا وہ تو اپنے ویا پر ہی پہنوں گی" سمیع نے خفگی سے اسے دیکھا۔"چلو ہم بکرا لینے جا رہے تمہارا دلہا نہیں۔ "سمیع کی بات پر وہ شرمانیکی ایکٹنگ کرنے لگی"دلہے کے ساتھ تو جا رہی ہوں بکرا لینے۔ "وہ اترائی۔"چلو بھی پڑو کے ساری عمر گپیں ہی مارنی ہیں۔ "سمیع اوف موڈ سے اسے بکر منڈی لے گیا۔"سمیع سفید کالے اور بران کے علاوہ اور کوئی رنگ کا بکرا نہیں ہے۔مجھے سرخ کلر پسند ہے مجھے سرخ بکرا لینا ہے۔ "روحی نے روہانسی آواز میں کہا۔سمیع نے عجیب انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔"رنگ کروا دوں۔؟ "وہ گویا مزاق بنا رہا تھا مگر روحی فوراوہ

معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کے بولی۔" کیا تم رنگ کر دو گے بکرا "روحی کے انداز پر سمیع کا رواں رواں اس کی اس ادا پر فدا تھا۔ بڑی تگ و دو سے دو بکرے لئے جو ایک عدد کالا اور دوسرا سفید تھا الگ الگ نسل کے دو بکرے تھے سمیع اور روحی کی بحث جاری تھی۔

" گھر جا کے ہمیں جوتے پڑنے ہیں۔ دونوں چھترے لیتے یا دونوں بکرے مگر نہیں ایک چھترا لے لیا ہے اور دوسرا بکرا کا جوڑ ہے انکا؟ " وہ خفگی سے بولا روحی نے ناک سے مکھی اڑائی" میرے پیٹے ڈال دینا میں سنبھال لوں گی۔ "وہ اثبات میں سر ہلا کے چل دیا، خلاف معمول کسی نے بکروں سے کچھ نہیں کہا البتہ دادی نے صلواتیں سنائی کے "جوڑی لیتے۔ " مگر وہاں کان دھرنے والا کوئی نا تھا سو وہ بھی دیواروں سے ٹکرا کر خاموش ہو گئی۔ روحی نے ڈٹ کے بکروں کے سامنے بیٹھ کے دو پڑاٹھوں اچار کا ناشتہ کیا او مگ چائے کا پیا پھر سفید والا بکرا لے کر نکل گئی شام میں جب واپس آئی تو بکرا تو ساتھ تھا مگر سفید نہیں۔ لال سر دادی حق دق ابا اور سمیع دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

چاچا جن کے پیسے لگے تھے وہ کبھی بکرے اور کبھی روحی کو صدمے سے دیکھتے، پھر سب کی ہنسی کا فورا چھوٹ گیا اور روحی برامان گئی رات میں ابا نے دیکھا کوئی تبیلہ فارغ نہیں تھا تو قریب کے پرائمری سکول میں باندھ دیئے روحی نے واپس پلٹتے بکروں اور باقی جانوروں کی تصویر لی اور فیس بک پر اپلوڈ کر دی۔ تیزی سے لوگوں کے کمینٹ آ رہے تھے ظاہر ہے اب لال بکرا دیکھ کر لوگ پوچھیں گے ہی تصویر اس قدر پیاری آئی تھی لوگ شیئر کرنے لگ گئے اور یہ پیاری سی جوڑی مشہور ہو گئی صبح الیاس صاحب کا دروازہ تڑ کے بج رہا تھا مگر اس بار پولیس آئی تھی۔" سمیع الیاس کے خلاف اریسٹ وارنٹ ہے۔ "بات سنتے سمیع سرپٹ اندر بھاگا۔" لیکن ہوا کیا ہے؟ "روحی نے جھانک کر پوچھا۔" ہونا کیا ہے جی آپکے جانور سکول میں بندھے تھے وہ درس گاہ ہے جی ہاں وہاں بچے پڑھتے ہیں یہ قانون کی خلاف ورزی ہے۔ " کانسٹیبل نے بتایا ل" لیکن وہاں اور بھی لوگوں کے جانور تھے "روحی کی زبان میں کھجلی ہوئی۔" نہ جی ہم صبح ناظم صاحب کے ساتھ گئے تھے وہاں صرف آپ کے بکرے تھے۔" کانسٹیبل نے روحی کو بتایا" لیکن آپکو شکایت کس نے کی؟ "روحی نے تفتیش کرنا مناسب سمجھا،" جی کرنی کس نے تھی آپ نے ہی سوشل میڈیا پر اپلوڈ کی وہ شئیر ہوتی ہوئی" جہانداد صاحب " تک پہنچ گئی۔ اور لے آئے وارنٹ آپکے خلاف " کانسٹیبل نے دانت نکوسے "یہ جاہل جہانداد کون ہے "دادی نے اپنی نازک کر پر ہاتھ جما کے پوچھا۔ کانسٹیبل جز بز ہوا۔ "ماں جی نیا ایس پی لگا ہے بہت کڑک ہے۔" کانسٹیبل نے انہیں ڈرایا۔" ساری غلطی روحی کی ہے ہائے وے میرا جوان بیٹا ویاسے پہلے جیل چلا گیا" چاچی نے شو لگایا۔ پنڈ والے اکھٹے ہو گئے سمیع خوف سے چارپائی کے نیچے چھپ گیا۔ اماں نے اوپر بستر رکھ دیئے۔ پولیس حیران تھی ابھی تو اندر گیا تھا روحی کو غصہ

آیا سمیع کی بزدلی اور چاچی کے ڈراموں پر وہ تڑخ کے بولی "پہنائے ہتھ کڑی انسپکٹر صاحب اس گھر میں کوئی مرد نہیں۔ "وہ جھانسی کی رانی بنی۔ " کانسٹیبل سچ میں روحی کو ہی لے گیا۔ جہانداد آیا تو کسے کے رونے کی آواز پر اسکی گھور سیاہ آنکھوں میں الجھن ابھری پین کی نوک سے مونچھیں کھجائی اور بھاری مردانہ آواز میں پوچھا" کون ہے یہ کس سلسلے میں ہے یہاں؟ " کانسٹیبل نے پہلے پیلے دانت نکالے پھر بتانا شروع کیا۔"صاحب وہ لڑکی ہے" "لڑکی "جہانداد نے چونک کر دیکھا"میری کسٹڈی میں لڑکی کہاں سے آئی۔؟ "وہ حیران ہوا۔ "صاحب وہ سکول میں جانور باندھنے والا کیس " کانسٹیبل بتاتے سر جھکا گیا۔ "تو کوئی مرد نہیں تھا اس کے گھر،؟ "جہانداد نے اسے گھورا"مرد تو تھے صاحب مگر کوئی آنے کو تیار نا تھا تو یہ آ گئی۔ " کانسٹیبل ہڑبڑا کر بتانے لگا۔"اب اگر آ گئی ہے کیوں مر رہی ہے؟ "جہانداد نے پوچھا۔" بھوک لگی ہے اسے مگر کھا نہیں رہی " کانسٹیبل نے اصل مدعا بیان کیا۔ "اسے کیا لگا فوٹرس کھانے پر لے کے جا رہے ہیں۔ "جہانداد نے غصے سے اٹھتے اپنی کیپ درست کی اور چھڑی پکڑی"دروازہ کھولو، "حولدار نے جہانداد کی بات پر فورا دروازہ کھولا۔ جہانداد کی آنکھیں سامنے اٹھی تو آگے نازک حسینہ تھی ہری آنکھیں رو رو کے سوجی تھی کاجل پھیل کے خوفناک چہرہ بنا ہوا تھا اپنے ہونٹ چباتی وہ خوف سے جہانداد کو دیکھ رہی تھی۔ آ تو گئی تھی مگر اب ڈر رہی تھی۔" کھانا لاو "جہانداد نے آرڈر دیا۔ کچھ دیر بعد کھانا آ گیا تو روحی کو پیش کیا گیا کھانا دیکھتے روحی نے آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹیک لگا لی۔ جہانداد نے دلچسپی سے روحی کے نخرے دیکھے۔" کھا لو کیا پیزہ آڈر کردوں "جہانداد کی آواز روحی کو عین اپنے قریب سنائی دی روحی نے پٹ سے آنکھیں کھولی تو وہ اسکے سامنے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"منگوا دو مگر میں یہ دال روٹی نہیں کھانی "روحی منمنا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔" کیوں نہیں کھانی "جہانداد نے مسکراہٹ چھپا کر رعب جماتے پوچھا۔"میں یہ پانی والی دال نہیں کھاتی کچھ اچھا تو دو "وہ بھی اپنے نام کی روحی تھی فٹ سے بولی اسکی حرکت پر جہانداد دانت پیس کر رہ گیا۔" کہو تو فوٹرس لے جاوں ڈنر کو؟ تم جیل میں آئی ہو پکنک پر نہیں "!جہانداد نے چبا چبا کر کہا۔ "میری نا کھانے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ سمیع ہے ناں وہ میرا منگیتر ہے میں تو کل اِس سوچ میں آ گئی تھی کہ میرے پیچھے پیچھے وہ بھی آ جائے گا دیکھو نہ پولیس والے ابا بھی نہیں آئے۔ ہائے کہیں دادی تو نہیں گزر گئی اب تو مجھے بلکل نہیں کھانا۔ "آخر میں کہتے روحی نے منہ بسورا۔"اچھا پزا تو کھا لو کیا منگوا دوں" جہانداد نے تمسخر اڑاتے کہا مگر وہ حق دق ہی رہ گیا جب روحی بولی۔"ہاں منگوا دو وہ تو میں کھا لوں گی۔"

جہانداد نے صدمے سے دانت پیسے گویا ان کے درمیان روحی ہو۔"میرے ابا کا ریسٹورنٹ نہیں ہے" جہانداد تھک کر باہر چلا گیا روحی ڈھیٹ تھی تو جہانداد اس سے بھی زیادہ اگلے دن سمیع آیا تو جہانداد نے صاف

کہہ دیا۔"اب کچھ نہیں ہوسکتا ایف آئی آر کٹ چکی ہے معاملہ عدالت میں جائے گا۔ "جہانداد نے ٹکا سہ جواب دیا سمیع اپنا سہ منہ لئے گھر چلا گیا۔دادی کو سنتے پتنگے لگ گئے۔"آئے ہائے آگ لگے ایسی ایمانداری کو بچی کو سچ میں رکھ لیا۔ "دوسری طرف روحی اگلے دن بھوک اور کمزوری سے بے ہوش ہوگئی

صدقے کا بکرا

'صدقہ 'مادہ لفظ 'صدق 'سے وجود پذیر ہوا ہے . جسکے معنی سچائی واخلاص کے ہیں . اسی لفظ صدق سے صادق، صداقت،صدیق وغیرہ بھی تشکیل پائے ہیں.اسلامی لحاظ سے صدقہ وہ مال یا عمل ہے جو آپ صدق نیت واخلاص سے فقط خوشنودی رب کیلئے انجام دیتے ہیں . اسکے سوا مخلوق سے اس صدقے کے بدلے کی آپ کے دل میں کوئی توقع نہیں ہوتی.

آج کل یہ جملہ عام ہے کہ 'بھائی آج کل نیکی کا زمانہ نہیں رہا'درحقیقت ایسا کہہ کر آپ یہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ *آپ کی کی گئی بظاہر نیکی صرف اللہ کیلئے نہیں تھی بلکہ آپ اسکا صلہ مخلوق سے چاہتے ہیں . یہ ملاوٹ نیکی اور صدقے دونوں کے سراسر منافی ہے*. یہ حقیقت ہے کہ صدقہ کا ایک بہت بڑا مظہر آپ کا مال خرچ کرنا ہے مگر....... صدقہ فقط مال تک محدود نہیں . کسی کے زخموں پر تسلی کا مرہم رکھنا بھی صدقہ ہے،

کسی کو اچھا مشورہ دینا بھی صدقہ ہے،

کسی کی تعلیم وتربیت کرنا بھی صدقہ ہے

اور کسی دکھی دل کو مسکراہٹ دینا بھی صدقہ ہے.

ایک غلط فہمی برصغیر پاک وہند کے بہت سے مسلمانوں کو یہ ہوگئی ہے کہ شائد صدقے کا بکرا ہی ہوتا ہے .

ہر جگہ آپ کو اشتہار نظر آئیں گے کہ یہاں صدقے کا بکرا دستیاب ہے . یہ لکھا ہوا نہیں ملے گا کہ یہاں صدقے کی گائے،صدقے کا بیل،صدقے کا اونٹ وغیرہ دستیاب ہے . سارا زور صدقے کے بکرے پر ہی ہوگا.

احادیث سے اشارہ ملتا ہے کہ صدقہ بلاں کوٹالتا ہے.لہذا!!!!!........

مسلمان جب مصائب میں گھرتا ہے تو ہر صاحب نظرا سے صدقہ کرنے کی تلقین کرتا ہے.اب ماجرہ یہ ہے کہ اس صدقہ کرنے سے جو مرادعوام الناس کی بڑی تعداد لیتی ہے وہ کسی بکرے کو بلکہ کچھ کے نزدیک سیاہ بکرے کو چھری تلے لانا ہے اور پھر اسکے گوشت کو غربا میں تقسیم کرنا ہے۔

بکرے کو ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کرنا بلکل غلط نہیں ہے مگر فقط اسی کو صدقہ سمجھ کر دیگر صدقات کی صورت سے گریز کرنا درست نہیں۔

حال ہی میں ایک صاحب علم نے اس ضمن میں بڑی اچھی توجہ یہ دلائی کہ......... جس مالیت سے بکرا خریدا جاتا ہے،اسی رقم سے سے کئی بار یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ کسی بیروزگار کی روزی کا اہتمام ہوسکے یا کسی بیمار ونادار کا_علاج ہوسکے یا پھر کسی قرض تلے دبے غریب کا قرضہ اتر سکے۔لیکن !!!!........

دینے والا ایسے کسی آپشن پر غور ہی نہیں کرتا کہ اس نے لامحالہ اپنے ذہن میں یہ بیٹھا لیا ہے کہ صدقے کا مطلب صدقے کا بکرا ہے۔پھر اگر ضرور تمندوں کو گوشت ہی کھلانا خواہش ہے

تو اسی پیسوں میں بعض اوقات پوری گائے میسر ہو جاتی ہے،جس سے تین چار گنا زیادہ افراد مستفید ہوسکتے ہیں۔_

بے حد

فریال خان

نور کینٹین میں بیٹھی رِجا کا انتظار کر رہی تھی۔ پر رجا ابھی تک آئی نہیں تھی۔ رِجا اپنے کچھ نوٹس گھر بھول آئی تھی۔ جو اسے اگلے پیریڈ میں چاہیے تھے۔ اس لئے اس نے نور سے وہ نوٹس منگوائے تھے۔ اور نور وہی نوٹس دینے آئی ہوئی تھی۔ رِجا اور نور دونوں دوستیں تھیں۔ دونوں کا تعلق درمیانے طبقے سے تھا۔ دونوں ایک ہی ایریا میں رہتی تھیں۔ اور ایک ہی اسکول میں دونوں آٹھویں جماعت سے ہی ساتھ پڑھتی آ رہی تھیں۔ نور نے تو گریجویشن مکمل کر لی تھی۔ پر



رِجا نویں جماعت میں فیل ہونے کی وجہ سے میٹرک میں نہیں جاسکی۔اسے دوبارہ نویں جماعت پڑھنی پڑی۔اور یوں دونوں ایک کلاس پیچھے ہوگئیں۔پر دونوں کی دوستی پر پھر بھی کوئی اثر نہیں پڑا۔رِجا بھی اب کچھ مہینوں بعد گریجویشن مکمل کرنے والی تھی۔اور نورا بھی نوٹس دینے کیلئے ہی اسکا کا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے یار کہاں رہ گئی تھی! میں کب سے انتظار کر رہی تھی، یہ یقیناً سر جاوید نے پیریڈ ٹائمنگ سے زیادہ کلاس لی ہوگی، ہے ناں!۔نور نے رِجا کے آنے پر کہا۔"ہاں یار، پکا کے رکھ دیتے ہیں سٹوڈنٹس کو"۔رِجا نے بھی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے تائید کی۔"ہمم! اچھا لو، یہ نوٹس جو تم بھول آئی تھی گھر، ہزار دفعہ کہا ہے کہ سارا سامان رات میں ہی سیٹ کر کے رکھ لیا کرو، پر تم وہی عین وقت میں جلدی جلدی کرتی ہو، اور نتیجے میں کچھ نا کچھ بھول جاتی ہو"۔نور نے نوٹس رِجا کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔"اچھا اماں جی، اور کوئی حکم!۔رِجا نے نوٹس لیتے ہوئے شرارت سے کہا۔"نہیں فلحال تو آپ بس یہی کام کر لیجئے"۔نور نے کہا۔تھوڑی دیر تک دونوں باتیں کرتی رہی۔پھر رِجا کی کلاس کا ٹائم ہوگیا تو وہ کلاس لینے چلی گئی۔اور نورا واپس جانے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی

حماس بہت عجلت میں چلتا ہوا بلکہ بھاگتا ہوا پرنسپل کے آفس کی جانب جا رہا تھا۔پرنسپل صاحب) یعنی حماس کے ماموں (نے آدھے گھنٹے کے اندر اندر اسے بہت ضروری اپنے آفس پہنچنے کا کہا تھا۔پر راستے میں ٹریفک کی وجہ سے حماس کو دیر ہوگئی تھی۔حماس جیسے ہی ایک جانب مڑا سامنے سے آنے والے سے بہت زور سے ٹکرا گیا۔"اندھے ہو کیا؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے؟۔نور نے اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔اور حماس جو ابھی اتنی عجلت میں تھا۔اب خاموشی سے کھڑا نور کو دیکھے جا رہا تھا۔"اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو! لڑکی نہیں دیکھی کیا پہلے کبھی؟۔نور نے غصے سے کہا۔حماس نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔اور ہنوز اسے دیکھے جا رہا تھا۔"بدتمیز، سٹوپڈ"۔نور غصے سے بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔اور حماس وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔اس بات کو یکسر بھول کر کہ وہ یہاں کرنے کیا آیا تھا۔

******

حماس خان کا تعلق ہائی کلاس سے تھا۔اسکی فیملی میں اسکے والد ذیشان خان صاحب تھے۔والدہ فرحت ذیشان صاحبہ تھیں۔حماس سے بڑا بھائی حمزہ خان تھا۔اسکی بیوی رخسار حمزہ تھی۔اور انکے دو بچے تھے۔حماس اپنی تعلیم مکمل کر چکا تھا۔اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ہی اپنا بزنس سمبھلتا تھا۔فرحت کے ایک کزن جو کے حماس کے ماموں ہوئے۔ثاقب شمسی۔وہ ایک یونیورسیٹی میں پرنسپل تھے۔اور انکا اور انکی فیملی کا حماس لوگوں کے گھر کافی آنا جانا تھا۔اور آج بھی ثاقب صاحب نے حماس کو کسی ضروری کام سے بلوایا تھا کہ وہ نور سے ٹکرا گیا۔

****

"السلام وعلیکم آنٹی"۔رِجا نے گھر میں داخل ہو کر سامنے لانچ میں بیٹھی ہوئی ثروت) نور کی والدہ (کو سلام کیا۔"وعلیکم السلام، آ آ بیٹی"۔ثروت نے کہا۔" کیا لائی ہو آج؟۔ثروت نے رِجا کے ہاتھ میں ایک ڈیش دیکھ کر پوچھا۔رِجا بھی تب تک انکے سامنے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔" کوفتے بنائے تھے آج میں نے،تو سوچا نور کو بھی دے آں، وہ بھی بہت شوق سے کھاتی ہے ناں"۔ رِجا نے بتایا۔"اچھا اچھا"۔ثروت نے کہا۔"ویسے ہیں کہاں میڈیم؟۔رِجا نے پوچھا۔" کمرے میں ہے اپنے، منہ پھولا کر لیٹی ہوئی ہے"۔ثروت نے بتایا۔" کیوں !اب کیا ہو گیا؟۔رِجا نے پوچھا۔"وہی پھر سے ایک ہی ضد، ماڈلنگ کی، وہی ماڈل بننے کی دھن سوار ہے، کہیں تصویریں بھیجی ہوئی تھیں اس نے اپنی، پر وہ رد ہو گئی ہیں، بس اسی بات کا سوگ منا رہی ہے"۔ثروت نے بتایا۔"اوہ ہو !اچھا چلیں میں دیکھتی ہوں، سمجھاتی ہوں اسے"۔رِجا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔"ہمم !تم ہی سمجھا کر دیکھ لو بیٹا، بولو اسے کہ مجھ بیوہ عورت پر کچھ ترس کھالے، کیوں پریشان کر کے رکھا ہے مجھے"۔ثروت نے کہا۔"آپ فکر نا کریں آنٹی،ٹھیک ہو جائے گی"۔رِجا نے تسلی دی۔اور اندر نور کے کمرے کی جانب چلی گئی۔

*****

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔رِجا دروازہ دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔کمرے کی لائٹیں بند تھیں۔رجا نے لائٹ جلائی۔سامنے ہی بیڈ پر نور اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی۔رِجا اسکے قریب جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔"دیکھو میں تمہارے لئے کیا لائی ہوں!۔رِجا نے ڈیش تھوڑا سا نور کے قریب کرتے ہوئے کہا۔نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔"ارے یار اٹھو ناں، مجھ سے کیوں بات نہیں کر رہی؟۔رِجا نے کہا۔" کیا بات کروں میں تم سے، مجھے پتہ ہے، تم بھی امی کے کہنے پر مجھے لیکچر ہی دینے آئی ہوگی"۔نور نے سر اٹھا کر کہا۔"نہیں، میں تمہیں لیکچر دینے نہیں، کوفتے دینے آئی ہوں"۔رِجا نے ڈیش کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"نہیں چاہیے مجھے"۔نور نے واپس سر نیچے کرتے ہوئے کہا۔رِجا نے ڈیش سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔"اٹھو، سیدھی ہو"۔رِجا نے بازو سے پکڑ کر نور کو اٹھاتے ہوئے کہا۔نور منہ بناتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔"تم اس لئے اپ سیٹ ہو ناں کے تمہاری تصویریں ریجیکٹ ہو گئیں ہیں!۔رِجا نے تائید چاہی۔نور نے اثبات میں سر ہلایا۔"تو تم دوبارہ کوشش کرو، ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک جگہ سے تم ریجیکٹ ہو گئی ہو تو دوسری جگہ سے بھی ہو جاگی، تم کوشش کرتی رہو، ایسے منہ بنانے سے یا دل شکستہ ہونے سے کیا تم کامیاب ہو جاگی !خود بھی پریشان ہو رہی ہو، اور آنٹی کو بھی کیا ہوا ہے"۔رِجا نے کہا۔نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔"دیکھو، ضروری نہیں ہے کہ آپکو پہلے قدم پر ہی کامیابی مل جائے، ہمارے سامنے ایسے بہت سے لوگوں کی مثال موجود ہے جنہوں نے قدم قدم پر نا کامیوں کا سامنا کیا ہے، پر آج دنیا انکی کامیابی کے گن گاتی ہے، تم ہمت مت ہارو، اور جو تم چاہتی ہو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہو، تم ضرور کامیاب ہو گی"۔رِجا نے

سمجھایا۔" ہممم ! ٹھیک ہے"۔نور نے کہا۔"اچھالو، ہم سب بھی کھانا کھانے جا رہے ہیں، وہ تو میں تمہیں یہ دینے آ گئی، جاتم بھی جلدی سے آنٹی کے ساتھ کھانا کھالو، ورنہ ٹھنڈے ہو جائیں گے یہ"۔رِجا نے ڈِلیش نور کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

******

نور کے ابو کا کچھ سالوں پہلے ہی ہارٹ اٹیک سے انتقال ہو گیا تھا۔اور نور اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔نور کی والدہ ایک اسکول میں ٹیچر تھیں ان کی تنخواہ اور نور کے ابو کی پینشن ملا کر ان دونوں کا گزارا آرام سے ہو رہا تھا۔پر نور کو جنون کی حد تک ماڈلنگ کا شوق تھا۔رِجا بھی اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔اور اسکے والدین حیات تھے۔

******

حماس اپنے بیڈ پر دونوں ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھ کر لیٹا ہوا چھت کو تک رہا تھا۔اور آج صبح والے منظر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔پورے دن میں جب جب بھی حماس کام سے فارغ ہوتا اسکا ذہین بھٹک کر وہیں چلا جاتا۔حماس کا دوبارہ اس سے ملنے کا دل چاہ رہا تھا۔حماس نے فیصلہ کیا کہ وہ صبح دوبارہ یونیورسیٹی جائے گا۔" ٹک ٹک ٹک"۔دروازے پر دستک ہوئی۔"آجا"۔حماس نے کہا۔"چاچو، دادی آپکو بلا رہی ہیں، آجائیں کھانا لگ گیا ہے"۔سات سالہ زین) حمزہ کا بیٹا (نے دروازہ کھول کر کہا۔"ٹھیک ہے، چلو"۔حماس اٹھتے ہوئے کہا۔اور زین کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ گیا۔

******

حماس پچھلے آدھے گھنٹے سے پوری یونیورسیٹی میں نور کو ڈھونڈ رہا تھا۔پر ناکام رہا۔کیونکہ ایک تو وہ اسکے بارے میں کچھ جانتا بھی نہیں تھا۔اور دوسرا وہ یہاں اب پڑھتی ہی نہیں تھی۔مزید ایک گھنٹہ اور خوار ہونے کے بعد حماس وہاں سے آ گیا۔

****

اگلے دن حماس پھر اسی وقت یونیورسیٹی آیا۔اور نور کو ڈھونڈنے لگا۔اور آج حماس کی دعا قبول ہو گئی۔کیونکہ آج پھر رِجا اپنی کچھ بکس گھر بھول آئی تھی۔جو دینے نور یونیورسیٹی آئی تھی۔حماس کی نظر جب نور پر پڑی تو وہ کینٹین میں رِجا سے بات کر رہی تھی۔اور حماس کینٹین سے کافی فاصلے پر تھا۔نور کو دیکھتے ہی حماس نے اسکی جانب جانے کیلئے جلدی سے قدم بڑھائے۔"حماس تم یہاں؟"۔ثاقب صاحب نے حماس کو پکارا۔اس سے پہلے کہ حماس نور کے پاس پہنچتا۔ثاقب صاحب نے اسے روک لیا۔"جی ماموں، وہ ایک دوست سے ملنے آیا تھا"۔حماس نے کہا۔"دوست سے، تمہارا دوست یہاں کہاں سے آ گیا ! تم تو اس یونیورسیٹی سے نہیں پڑھے"۔ثاقب صاحب

نے کہا۔"میں نہیں پڑھا، پر میرا ایک دوست پڑھتا ہے"۔حماس نے کہا۔وہ جلدازجلد یہاں سے جانا چاہ رہا تھا۔پر ثاقب صاحب اسے چھوڑ ہی نہیں رہے تھے۔"اچھا دوست سے ملنے آ گئے،اور یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ماموں سے بھی مل لوں"۔ثاقب صاحب نے کہا۔"ارے میں اس سے ملنے کے بعد آپ سے ہی ملنے آتا"۔حماس نے کہا۔"اچھا یعنی دوست پہلے، ماموں بعد میں"۔ثاقب صاحب نے کہا۔حماس کو اس وقت ثاقب صاحب کا وجود اپنے اور کینٹین کے بیچ میں دیوارِ چین کی مانند لگ رہا تھا۔"ارے نہیں ماموں، پلیز ابھی مجھے جانے دیں، ورنہ وہ دوست چلا جائے گا، میں آپ سے ملتا ہوں ناں ابھی تھوڑی دیر میں"۔حماس نے کہا۔"ٹھیک ہے بھئی، جا"۔ثاقب صاحب نے ایک جانب ہوتے ہوئے کہا۔اور حماس فوراً کینٹین کی جانب بھاگا۔پر وہاں پہنچ کر اسکے ارمانوں پر اوس گر گئی۔کیونکہ نور وہاں سے جا چکی تھی۔اور رِجا بھی واپس کلاس کی جانب جا رہی تھی۔حماس مایوس ہو کر واپس پلٹا۔پر پھر اچانک اسکے دماغ میں ایک کوندا لپکا۔

******

"ایکسکیوزمی"۔رِجا کلاس کے بعد باہر کی جانب جا رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے اسے پکارا۔رِجا رک کر پلٹی۔"مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے"۔حماس نے کہا۔"مجھ سے ! پر کیا؟"۔رِجا نے حیرانگی سے پوچھا۔"جی آپ سے، کینٹین میں چل کر بات کریں، میں اپکا زیادہ وقت نہیں لوں گا"۔حماس نے کہا۔رِجا چند لمحے سوچتی رہی۔پھر کینٹین کی جانب بڑھ گئی۔

****

"جی بولیں، آپکو مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟"۔رِجا نے پوچھا۔دونوں ایک ٹیبل کے گرد کرسی کھینچ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے تھے۔"وہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ سے یہاں ملنے آئی تھیں، وہ آپکی کون ہیں؟۔حماس نے پوچھا۔رِجا سمجھ گئی کہ یہ نور کی ہی بات کر رہا ہے۔"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"۔رِجا نے پوچھا۔"وہ دراصل مجھے ان سے ملنا ہے، پرسوں میری ان سے اتفاقاً ملاقات ہوئی تھی، پر اب میں خود ان سے ملنا چاہتا ہوں، پر مل نہیں پا رہا"۔حماس نے بتایا۔"ہاں تو آپ کیوں ملنا چاہ رہے ہیں؟"۔رِجا نے پوچھا۔"یہ تو میں ان سے مل کر ہی بتاں گا"۔حماس نے کہا۔"اچھا ! تو پھر میں بھی آپکو نہیں بتاں گی کہ وہ میری کون ہیں"۔رِجا نے کہا۔"ٹھیک ہے، مت بتائیں، میں خود پتہ لگا لوں گا"۔حماس نے اطمینان سے کہا۔"ٹھیک ہے، لگا لیں پتہ، میرا ٹائم کیوں ضائع کر رہے ہیں"۔رِجا نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔"آپ کا ٹائم ضائع کرنے کیلئے بہت معذرت"۔حماس نے کہا۔رِجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ٹیبل پر سے آپکی کتابیں اٹھائی۔اور چلی گئی۔اور حماس مسکرا دیا۔

******

رِجا کو حماس سے ملنے کے بعد تشویش ہو رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اور نور سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟۔ پر رِجا نے یہ بات نور کو نہیں بتائی۔ کہ پتہ نہیں وہ کیا سوچے۔ اور دوسری جانب حماس نے رِجا سے ملنے کے دوسرے دن بعد رِجا کا سارا بائیو ڈیٹا نکلوا لیا تھا۔ کیونکہ اس کیلئے یہ اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ اور رِجا کے متعلق پتہ کرنے میں بھی وہ اس لئے کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ کینٹین میں باتوں کے دوران رِجا کے رجسٹر پر اسکا اور اسکے ابو کا نام پڑھ لیا تھا۔ پر وہ اب بھی نور کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کر پایا تھا۔ لیکن اس نے اب یونیورسیٹی میں رجا پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ نور دوبارہ اسے رِجا کی وجہ سے ہی ملے گی۔

****

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ آج زین کا رزلٹ آیا تھا۔ اور اس نے کافی شاندار نمبروں سے پوری کلاس میں ٹاپ کیا تھا۔ اور اسی خوشی میں حماس زین کو اسکی مرضی کا گفٹ دلانے کیلئے ایک مال میں لایا ہوا تھا۔ "یار زین پچھلے ایک گھنٹے سے تم بس اِدھر اُدھر دوکانوں پر گھوم رہے ہو، تمہیں آخر لینا کیا ہے؟۔ حماس نے پوچھا۔ "ارے چاچو کوئی چیز اچھی ہی نہیں لگ رہی"۔ زین نے کہا۔ "تو پھر گھر چلتے ہیں"۔ حماس نے کہا۔ "جی نہیں، کچھ لئے بنا نہیں جاں گا میں"۔ زین نے کہا۔ دونوں ایک دوسری شاپ میں داخل ہوئے۔ یہاں تقریباً بچوں کے کھیلونوں سے لے کر کپڑوں تک سب کچھ تھا۔ زین اپنے مطلب کی کوئی چیز ڈھونڈنے لگا۔ کہ تب ہی حماس کی نظر گلاس وال کی دوسری جانب نور پر پڑی۔ جو کہ ایک لیڈیز بیگز کی شاپ سے نکل رہی تھی۔ حماس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ "زین، تمہیں جو لینا ہے تم وہ لے لو، اور یہاں سے کہیں مت جانا، میں بس تھوڑی دیر میں آیا"۔ حماس نے زین کو کہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ شاپ کیپر کو بھی تاکید کرتا ہوا جلدی سے باہر نکلا۔ نور باہر کی جانب جا رہی تھی۔ حماس جلدی سے بھاگتے ہوئے اسکے پیچھے آیا۔ "ایکسکیوز می!۔ حماس نے پکارا۔ نور رک کر پلٹی۔ "ہائے! پہچانا مجھے؟۔ حماس نے قریب آ کر پوچھا۔ "نہیں، تم کوئی شارخ خان ہو جو میں تمہیں پہچانتی ہوں گی!۔ نور نے ناگواری سے کہا۔ "میں وہی ہوں جس سے آپ اس دن یونیورسیٹی میں ٹکرائی تھیں"۔ حماس نے یاد دلایا۔ "تو! کیا کروں میں؟۔ نور نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تو یہ کہ اس دن کے بعد سے بہت ڈھونڈا میں نے آپکو"۔ حماس نے بتایا۔ "کیوں ڈھونڈ رہے تھے آپ مجھے! میں نے ایسا کیا لے لیا تھا اپکا؟۔ نور نے طنز مارا۔ "سب کچھ ہی تو لے لیا، راتوں کی نیند، دن کا چین"۔ حماس نے کہا۔ "حد ہوتی ہے فلرٹنگ کی، پہلی ملاقات میں ہی اتنا اوور"۔ نور نے کہا۔ "یہ ہماری پہلی نہیں دوسری ملاقات ہے"۔ حماس نے کہا۔ "اور آخری بھی"۔ نور نے کہا۔ اور جانے کیلئے پلٹی۔ "ارے رکیں تو سہی، اپنا نام تو بتا دیں"۔ حماس نے پھر آگے آتے ہوئے کہا۔ نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی۔ اگر ابھی زین حماس کے ساتھ نا ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے اسے جانے نہیں دیتا۔ حماس اسے

جاتا ہوا دیکھ کر مسکرا دیا۔ کیونکہ اسکے بیگ پر ایک کیچین لٹک رہا تھا۔ جس پر بہت واضح طور پر "Noor" لکھا ہوا تھا۔

******

نور ابھی ابھی مال سے آ کر لانچ میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر ثروت بھی لانچ میں آ گئی۔ " کر لی شاپنگ؟ "۔ثروت نے نور کے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔" ہممم! نور نے کہا۔" کیا لینے گئی تھی تم؟ ۔ثروت نے پوچھا۔"یہ بیگ"۔نور نے بیگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"بس ! یہ ایک بیگ ہی لینے گئی تھی !اور باقی پیسوں کا کیا کیا؟ ۔ثروت نے پوچھا۔"سب پیسوں کا بیگ آ گیا"۔نور نے اطمینان سے بتایا۔" کیا ! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نور ! تم پانچ ہزار کا بیگ لے آئی!۔ثروت نے حیرانگی سے کہا۔"ہاں تو جس مال میں گئی تھی میں، وہاں چیزیں مہنگی ہی ملتی ہیں"۔نور نے کہا۔"تو کیا ضرورت تھی تمہیں وہاں جانے کی!۔ثروت نے غصے سے کہا۔"امی پلیز، مجھے نہیں اچھی لگتی یہ چھوٹی موٹی دوکانوں کی گھٹیا کوٹی کی چیزیں"۔نور نے ناگواری سے کہا۔"نور اتنا اونچا مت اڑ، انسان کو ہمیشہ اپنی چادر دیکھ کر ہی پاں پھیلانے چاہیے، حد سے زیادہ خواہشیں انسان کی زندگی برباد کر دیتی ہیں"۔ثروت نے کہا۔"مجھ سے نہیں رہا جاتا یوں گھٹ کر اور اپنی خواہشوں کا گلا دبا کر، میں اپنی ساری خواہشیں پوری کروں گی، اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔نور نے غصے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔اور پیر پٹختی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔اور ثروت سر پکڑ کر رہ گئی

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ رجا اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اور حماس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کہ وہ کون ہے؟ نور سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟ اور اسے یہ سب نور کو بتانا چاہیے یا نہیں؟ پہلے رجا نے فیصلہ کیا کہ نور کو اسکے بارے میں بتا دینا چاہئے۔ پر پھر یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کہ پتہ نہیں نور کا کیا ری ایکشن ہو!۔ یا پھر وہ لڑکا کوئی آوارہ یا دھوکے باز ٹائپ کا نہ ہو۔ اور نور بلاوجہ ہی اسکے چنگل میں پھنس جائے۔اس لئے رجا نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ باقی اگر کل کو وہ لڑکا خود نور کو ڈھونڈ لیتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔تب کی تب دیکھی جائے گی۔ یہی سب سوچتے سوچتے رجا نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

******

رجا کلاس ختم ہونے کے بعد عطیہ) کلاس فیلو (کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی باہر کی جانب جا رہی تھی۔"یار رجا وہ جو فیسٹیول لگا ہے تُ گئی وہاں؟ ۔عطیہ نے پوچھا۔" نہیں یار، بس سوچ کر ہی رہ گئی"۔ رجا نے بتایا۔"پاگل صرف سوچو نہیں چلی جا، بہت اچھا فیسٹیول ہے، میں گئی تھی کل مریم کے ساتھ"۔عطیہ نے بتایا۔"اچھا !ویسے نور بھی بول تو رہی تھی وہاں جانے کا، چلو پھر میں آج جاں گی نور کے ساتھ"۔ رجا نے کہا۔"ہممم ! جانا بہت اچھا ہے"۔عطیہ

نے کہا۔ دونوں باتیں کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ اور ان سے کچھ فاصلے پر چلتا ہوا حماس کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

******

شام کے سات بج رہے تھے۔ رجا اور نور دونوں فیسٹیول میں آئی ہوئی تھیں۔ اور مختلف اسٹالز پر گھوم رہی تھیں۔ "ہائے گرلز"۔ کسی نے پیچھے سے پکارا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو حماس انکے پیچھے کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔ "تم یہاں بھی آ گئے!۔ دونوں نے بے اختیار یک زبان کہا۔ "تم جانتی ہو اسے؟۔ رجا نے نور سے پوچھا۔ "ہاں دو تین دن سے بلاوجہ ہی پیچھے پڑا ہوا ہے"۔ نور نے ناگواری سے حماس کو دیکھتے ہوئے بتایا۔ "اور تم کیسے جانتی ہو اسے؟۔ نور نے پوچھا۔ "مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا یونیورسیٹی میں"۔ رجا نے بتایا۔ "تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟۔ نور نے پوچھا۔ " کہیں سکون سے بیٹھ کر بات کریں! ۔ حماس نے کہا۔ رجا اور نور ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگی۔ "ٹھیک ہے چلو"۔ نور نے کہا۔ اور تینوں فوڈ کورنر کی جانب چلے گئے۔

*****

تینوں اب ایک میز کے گرد کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ " کیا کھائیں گی آپ دونوں؟۔ حماس نے پوچھا۔ " کچھ نہیں، تمہیں جو بھی بات کرنی ہے جلدی کرو، ہمارے پاس زیادہ فالتو ٹائم نہیں ہے"۔ نور نے کہا۔ "مرضی ہے، ہاں تو آپ پوچھ رہی تھیں کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں؟ میں حماس خان ہوں، اور میں آپکو مسز حماس خان بنانا چاہتا ہوں"۔ حماس نے بنا کسی تمہید کے اطمینان سے کہا۔ اور دونوں حیران ہوگئیں۔ "تمہارا دماغ ٹھیک ہے ! نہ جان نہ پہچان اور باتیں دیکھو"۔ رجا نے کہا۔ "ہاں تو جان پہچان ملنے جلنے سے ہی ہوتی ہے ناں، آپ مجھ اجازت دیں کہ میں اپنے گھر والوں کو آپکے گھر بھیج دوں، پھر ہو جائے گی جان پہچان"۔ حماس نے آرام سے کہا۔ "رجا ! اسے تھپڑ تو مار رہی ہے یا میں ماروں؟۔ نور نے حماس کو دیکھتے ہوئے رجا سے پوچھا۔ "واہ ! بدمعاشی"۔ حماس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چل رجا کھڑی ہو"۔ نور نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ رجا اور حماس بھی کھڑے ہوگئے۔ "اب میں نے ایسی بھی کوئی بری بات نہیں کہہ دی جو آپ اتنا غصہ کر رہی ہیں"۔ حماس نے کہا۔ "میں کوئی اتنی بھی گئی گزری نہیں ہوں کہ کسی بھی راہ چلتے سے شادی کیلئے ہاں کر دوں ،چل رجا"۔ نور نے کہا۔ اور بنا حماس کا جواب سنے آگے بڑھ گئی۔ "پلیز آپ سمجھائیں انہیں"۔ حماس نے اپنا رخ رجا کی جانب کرتے ہوئے کہا۔ جو خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ "چلو رجا"۔ نور نے رجا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور اسے کھینچتی ہوئی لے گئی۔ اور حماس وہیں کھڑا بیبسی سے انھیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

*****

"یار نور تم نے اسکے ساتھ کچھ زیادہ ہی تلخ برتا کیا ہے"۔ رجا نے کہا۔ دونوں اس وقت ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھی

ہوئی تھیں۔اور ٹیکسی انکے گھر کی جانب رواں دواں تھی۔"اور وہ جو کر رہا تھا وہ نہیں دیکھا تم نے؟۔نور نے کہا۔"یار پھر بھی، وہ بہت عزت وتمیز سے بات کر رہا تھا، اور کسی اچھے گھرانے کا پڑھا لکھا لڑکا لگ رہا تھا"۔رجا نے کہا۔"اچھے گھرانے کے پڑھے لکھے لڑکے یوں راستے میں لڑکیوں کو پرپوز کرتے ہوئے نہیں پھرتے"۔نور نے کہا۔رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔پھر باقی پورا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔

*****

حماس فیسٹیول سے گھر جانے کے بجائے اپنے ایک بہت ہی قریبی دوست صائم کے گھر آ گیا تھا۔صائم حماس کا بچپن کا دوست تھا۔دونوں اسکول سے ہی ساتھ پڑھتے آ رہے تھے۔اور دونوں اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے تھے۔اور ابھی بھی حماس اسکے بیڈروم میں بیٹھا ہوا تھا۔اور اسے تھوڑی دیر پہلے ہونے والے واقعے کے بارے میں سب بتا رہا تھا۔کیونکہ حماس نے نور کے بارے میں صائم کو بتا دیا تھا۔"اچھا ہوا، بہت اچھا ہوا کہ اس نے انکار کر دیا، میری تو ابھی تک کہیں بات بنی نہیں ہے، اور تم چلے تھے عشق لڑانے"۔صائم نے ساری بات سن کر کہا۔" مجھے تو لگتا ہے مجھے تیری ہی نظر لگی ہے منحوس"۔حماس نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔"ہاں تو یار کیسا دوست ہے تو، تیرا دوست ابھی تک سنگل ہے، اور تو مینگل ہونے کی تیاری کر رہا ہے"۔صائم نے شکوہ کیا۔"یار صائم کچھ کر یار، کوئی آئیڈیا دے، کچھ مدد کر"۔حماس نے کہا۔"اگر میں کچھ کر سکتا تو میں ابھی تک اپنے لئے کچھ ناں کر لیتا"۔صائم نے کہا۔"ہاں یہ بھی ہے، ہائے رے میری قسمت، میرے پاس ایک ہی انڈہ، اور وہ بھی گندا"۔حماس نے کہا۔صائم نے پاس پڑا تکیہ حماس کو کھینچ کر مارا۔جسے حماس سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔"تم تو اس معاملے میں میری کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے، اب لگتا ہے مجھے اسکی سہیلی سے ہی کچھ مدد لینی پڑے گی"۔حماس نے کہا۔" کیا کہا ! سہیلی !اسکی دوست بھی ہے؟ کیا سنگل ہے؟ کیسی دکھتی ہے؟۔سہیلی کا ذکر سنتے ہی صائم نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔" کیسی دکھتی ہے !موٹی سی ہے، کمر میں کب ہے، جھک جھک کر چلتی ہے، مشکل سے کاندھوں تک آتے بال ہیں، رنگت ایسی کہ افریقا بھی شرما جائیں، آواز ایسی کہ کہنا مشکل مرد کی ہے یا عورت کی، اور زبان دراز تو ایسی کہ پوچھو مت"۔حماس نے تفصیل بتائی۔"نہیں یار، اور نام کیا ہے؟۔صائم نے حیرت سے پوچھا۔"رجا نام ہے"۔حماس نے بتایا۔"یار نام تو اچھا ہے"۔صائم نے کہا۔"یاد نہیں ہے تمہیں ایک دفعہ اچھے نام کے دھوکے میں آ کر تمہاری فیس بک پر ایک لڑکی سے دوستی ہوگئی تھی، وہ تو بعد میں پتہ چلا تھا کہ نازک سی ثنا کے پیچھے بڑی بڑی موچھوں والا ثنا اللہ تھا"۔حماس نے یاد دلایا۔"اوہ ہاں یار، چل چھوڑ، میری قسمت میں تو لگتا ہے کہ کوئی ہے ہی نہیں، چھوڑ تو اپنی کوشش میں لگا رہ"۔صائم نے کہا۔

اگلے دن حماس رجا سے بات کرنے یونیورسیٹی آیا۔کیونکہ اسے تھوڑی امید تھی کہ کیا پتہ رجا نور کو منا لے۔اور اسی

لیئے وہ رجا کا کلاس سے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔تھوڑی دیر میں ہی اسکو رجا نظر آئی۔وہ جلدی سے اسکی جانب بڑھا۔"رجا جی"۔حماس نے پکارا۔رجا رک گئی۔"پلیز تھوڑی دیر آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے"۔حماس نے لجاجت سے کہا۔اور دونوں کینٹین کی جانب چلے گئے۔

******

دونوں اب کینٹین میں ایک ٹیبل کے گرد آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔"کل جو کچھ بھی ہوا آپکے سامنے ہی ہوا ہے،اور آپ جانتی ہیں کہ میں نے کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں کی تھی، میں نے تو بس سیدھی طرح اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، پر اس پر بھی آپکی دوست نے میرے ساتھ ایسا برتا کیا"۔حماس نے کہا۔"تو آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"۔رجا نے پوچھا۔"آپ اپنی دوست کو سمجھائیں میرے حوالے سے"۔حماس نے کہا۔"دیکھیں مجھے تو ان سب کا یہی حل نظر آ رہا ہے کہ اگر آپ سچ میں اس معاملے میں سنجیدہ ہیں تو عزت سے اپنے گھر والوں کو نور کے گھر بھیج دیں"۔رجا نے کہا۔"ہاں پر پہلے نور اپنی رضامندی تو دے ناں، وہ مجھ سے تو ٹھیک سے بات کرتی نہیں ہے، اگر میرے گھر والوں کے ساتھ بھی ایسا برتا کیا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا"۔حماس نے کہا۔"دیکھیں ابھی جس طرح آپ نور سے ملنے اور بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے،اور نور سے بھی مجھے اتنی امید ہے کہ اسے اگر انکار کرنا بھی ہوگا تو وہ آپکے گھر والوں کے ساتھ کم از کم بدتمیزی نہیں کرے گی، آپ ایک دفعہ انھیں گھر بھیج کر تو دیکھیں"۔رجا نے کہا۔"اور اگر اس نے انکار کر دیا تو!۔حماس نے خدشہ ظاہر کیا۔"اب آپ اگر مگر میں ہی الجھے رہیں گے تو پھر میں تو کیا،کوئی بھی آپکے لئے کچھ نہیں کر پائے گا،زندگی میں کسی نا کسی موڑ پر رسک لینا پڑتا ہے ،اور آپکی زندگی بھی ابھی اسی موڑ پر ہے"۔رجا نے کہا۔"ٹھیک ہے،آپ کہتی ہیں تو لے کر دیکھتا ہوں یہ رسک"۔حماس نے کہا۔

*****

"ممی مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے، میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں،اور چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرا رشتہ لے کر اسکے گھر جائیں"۔حماس نے کہا۔رات کے دس بج رہے تھے۔اور حماس اپنے کمرے میں شیشے کے آگے کھڑے ہو کر فرحت سے بات کرنے کی پریکٹس کر رہا تھا۔"اوہ یار ! کتنا مشکل ہوتا ہے خود اپنے منہ سے اپنے ہی رشتے کی بات کرنا"۔حماس نے سر پکڑتے ہوئے خود سے کہا۔"دوبارہ ٹرائی کرتا ہوں"۔حماس نے کہا۔"مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے !......"۔"حماس !پاگل ہوگئے ہو کیا !یہ اکیلے اکیلے کس سے باتیں کر رہے ہو!۔حمزہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے حماس کو شیشے سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔حماس کی بات بیچ میں رہ گئی۔"بھائی اچھا ہوا آپ آ گئے، مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے"۔حماس نے حمزہ کے قریب آتے

ہوئے کہا۔" کیا بات کرنی ہے بولو"۔حمزہ نے کہا۔"ادھر آئیں، بیٹھے یہاں"۔حماس نے حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بیٹھاتے ہوئے کہا۔اور خود بھی اسکے برابر میں بیٹھ گیا۔" بھائی وہ دراصل بات یہ ہے کہ !...۔حماس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔"ہاں کیا بات ہے بولو"۔حمزہ نے کہا۔"وہ میں ناں....ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں......اور چاہتا ہوں کہ...... آپ لوگ اسکے گھر جائیں"۔حماس نے رک رک کر بتایا۔"اوہ ہو !تو لڑکی کا معملا ہے"۔حمزہ نے زور سے کہا۔"آہستہ بھائی، کیا کر رہے ہو!۔حماس نے کہا۔"اوہ ہو !تو لڑکی کا معملا ہے"۔حمزہ نے اب سرگوشی میں کہا۔"افو بھائی !اب اتنا آہستہ بھی نہیں، اچھا اب آپ میری مدد کریں ناں"۔حماس نے کہا۔" کیا مدد کروں؟۔حمزہ نے پوچھا۔"ممی سے بات کریں ناں اس بارے میں"۔حماس نے کہا۔"میں کیوں بات کروں !تمہیں شادی کرنی ہے، تم بات کرو"۔حمزہ نے کہا۔"سمجھا کریں ناں بھائی، مجھے شرم آ رہی ہے"۔حماس نے سر جھکا کر کہا۔"اچھا عشق لڑاتے ہوئے شرم نہیں آئی !۔حمزہ نے کہا۔"یار بھائی پلیز ناں، اپنی شادی کی بات نہیں کی تھی آپ نے ممی سے !۔حماس نے کہا۔"نہیں، ممی نے مجھ سے خود بات کی تھی، کیونکہ میری اور رخسار کی ارینج میرج ہوئی تھی، اور تمہیں بھی اگر اتنی ہی شرم آ رہی ہے تو ارینج میرج کرلو"۔حمزہ نے کہا۔"میرا پیارا بھائی نہیں ہے، کرلو ناں ممی سے بات"۔حماس نے حمزہ کی گردن کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے لاڈ سے کہا۔"بڑا پیار آ رہا آج بھائی پر"۔ذیشان صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔اور حماس انکو دیکھ کر سیدھا ہو گیا۔"پاپا آپ یہاں؟۔حماس نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔حمزہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔" کیوں! کیا میں تمہارے کمرے میں نہیں آ سکتا؟۔ذیشان صاحب نے بیڈ کی جانب آتے ہوئے پوچھا۔"نہیں نہیں، میرا مطلب کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے"۔حماس نے وضاحت کی۔"ارے نہیں، کوئی کام نہیں تھا، بس ایسے ہی آ گیا"۔ذیشان صاحب نے بیڈ کے پیر ہانے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔وہ دونوں بھی واپس صوفے پر بیٹھ گئے۔"اور تم دونوں بتا اس وقت ایک ساتھ !خریت ہے !اور یہ ابھی تمہیں حمزہ پر اتنا پیار کیوں آ رہا تھا؟۔ذیشان صاحب نے پوچھا۔"وہ... ایسے ہی پاپا، بھائی ہیں یہ میرے، ان سے تو میں ہمیشہ پیار کرتا تھا، ہوں اور رہوں گا"۔حماس نے گھبرا کر وضاحت کی۔"اچھا !چلو اچھی بات ہے"۔ذیشان صاحب نے کہا۔"وہ پاپا، دراصل حماس کو آپ سے کچھ بات کرنی ہے"۔ذیشان نے کہا۔"ہاں کہو، کونسی بات؟۔ذیشان صاحب نے کہا۔" کونسی بات بھائی ؟۔حماس نے پوچھا۔"وہی جو تم ابھی مجھ سے کر رہے تھے"۔حمزہ نے کہا۔"آپ بولو بھائی"۔حماس نے سرگوشی کی۔" کیا بات ہے !اب بول بھی دو"۔ذیشان صاحب نے کہا۔اور حماس نظروں ہی نظروں میں حمزہ کی منتیں کرنے لگا۔حمزہ کو آخر کار اس پر ترس آ ہی گیا۔"وہ پاپا دراصل بات یہ ہے کہ.... حماس ایک لڑکی کو پسند کرتا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ ہم لوگ اسکے گھر جائیں"۔حمزہ نے بتایا۔اور حماس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ذیشان

صاحب حمزہ کی بات سننے کے بعد کافی گہری نظروں سے حماس کو دیکھنے لگے۔حماس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔ذیشان صاحب کچھ دیر یونہی حماس کو دیکھتے رہے۔پھر اچانک زوردار قہقہ لگا کر ہسنے لگے۔"ارے پاگل، یہ بات بولنے میں تم اتنا گھبرا رہے تھے ! ارے یہی تو عمر ہوتی ہے ان سب باتوں کی، بلکہ ابھی دو تین دن پہلے میں خود تمہاری امی سے کہہ رہا تھا کہ تمہاری جانب سے اب تک کوئی ایسا اشارہ کیوں نہیں ملا!۔ذیشان صاحب نے بتایا۔حمزہ اور حماس ہکا بکا سے ذیشان صاحب کو دیکھنے لگے۔"اب کیا مجھے گھورے جا رہے ہو، کچھ بتا بھی اس لڑکی کے بارے میں، کہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ کہاں ملی؟ کب جانا ہے؟ کہاں جانا ہے؟۔ذیشان صاحب نے کہا۔"تھینک یو پاپا"۔حماس صوفے پر سے اٹھ کر ذیشان صاحب کے گلے لگ گیا۔"اچھا ! تو میرے آنے سے پہلے اس لئے پیار آ رہا تھا تمہیں حمزہ پر!۔ذیشان صاحب نے کہا۔اور تینوں مسکرا دیے۔

****

رجا اپنے گھر پر یہ بول کر کہ اسے نور سے کچھ سوال سمجھنے ہیں۔نور کے گھر آئی تھی۔اسے تھوڑا سمجھانے۔اور اس وقت دونوں نور کے بیڈروم میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔"یار رجا تم اسکی وکالت کیوں کر رہی ہو؟ نور نے کہا۔"میں کسی کی وکالت نہیں کر رہی ہوں، میں بس تمہیں سمجھا رہی ہوں، تم اسکے ساتھ بہت زیادہ ہی تلخ ہو رہی ہو، ایک بار اسکے گھر والوں کو آنے تو دو، کیونکہ اگر وہ کوئی فلرٹی لڑکا ہوتا تو کبھی اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیجنے کی بات نہیں کرتا"۔رجا نے کہا۔"تو پھر ! اب کیا کروں میں!۔نور نے ناگواری سے کہا۔"ہوسکتا ہے کہ کچھ دنوں میں اسکے گھر والے آئیں تمہارے گھر، پلیز ذرا سہی برتا کرنا انکے ساتھ "۔رجا نے کہا۔"یار تم جانتی تو ہو کہ میں ابھی یہ شادی وادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی، مجھے ابھی آگے بہت کچھ کرنا ہے، اپنی پہچان بنانی ہے، اپنا کریئر بنانا ہے"۔نور نے کہا۔"ہاں تو وہ لوگ کونسا آتے ہی تمہیں رخصت کر کے لے جائیں گے ! تم حماس سے بات کرنا اس بارے میں، وہ ضرور تمہیں سپورٹ کرے گا اس معاملے میں"۔رجا نے کہا۔"اچھا وہ اپنے گھر والوں کو یہاں بھیجے گا کیسے؟ اسے تو میرا گھر ہی نہیں معلوم"۔نور نے کہا۔" تمہیں لگتا ہے کہ اسکے لئے تمہارا گھر ڈھونڈنا کوئی مشکل کام ہوگا!۔رجا نے کہا۔نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔بس منہ بنا کر رہ گئی۔

******

اور پھر حماس نے اپنی بات سچ کر دکھائی۔اگلے ہی دن شام میں قریب پانچ بجے۔حماس اپنی پوری فیملی کو نور کے گھر کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔حماس آگے آگے بائیک پر تھا۔اور پیچھے کار میں یہ لوگ اسے فولو کر رہے تھے۔کار حمزہ ڈرائیو کر رہا تھا۔برابر میں ذیشان صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔اور پچھلی نشست پر رخسار اور فرحت بیٹھی ہوئی تھیں۔"یا اللہ ! اس لڑکے کو بھی لڑکی پسند کرنے کیلیئے یہی محلّہ ملا تھا"۔فرحت نے کار سے اتر کر نور کے گھر کی

جانب جاتے ہوئےکہا۔حماس جاچکا تھا۔"ارے بیگم بھلا پیار بھی محلّہ دیکھ کر کیا جاتا ہے کیا؟۔ذیشان صاحب نے کہا۔حمزہ نے آگے بڑھ کرڈوربیل بجائی۔تھوڑی دیر میں ہی دروازہ کھُل گیا۔"جی کس سے ملنا ہے آپکو؟۔ثروت نے پوچھا۔"السلام وعلیکم ! مس نورواجد کا گھر یہی ہے ناں!۔حمزہ نے پوچھا۔"جی یہی ہے،کیا کام ہے آپکواس سے؟۔ثروت نے پوچھا۔"بہن اگرآپ برانا مانیں تو کیا ہم اندرآ کر بات کر سکتے ہیں؟۔ذیشان صاحب نے آگے بڑھ کرکہا۔ثروت کو یہ لوگ شریف گھرانے کے ہی لگے۔اس لئے انکو اندرآنے کا راستہ دیتے ہوئے وہ سائیڈ پرہوگئی۔یہ لوگ اندرآ گئے۔پھرثروت انہیں لے کرڈرائینگ روم میں آ گئی۔"جی بولیں کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ لوگ نور سے؟۔ثروت نے پوچھا۔سب لوگ صوفوں پر بیٹھ چکے تھے۔"دیکھئے بہن ہم زیادہ گھوما پھرا کر بات نہیں کریں گے،بات دراصل یہ ہے کہ میرا چھوٹا بیٹا حماس آپکی بیٹی کو پسند کرتا ہے،اوراسی سلسلے میں اس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے،ہم آپکی بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں اپنے بیٹے کیلئے"۔ذیشان صاحب نے بتایا۔اورثروت تو پہلے ہی ان لوگوں کی آمد پر حیران تھی۔اب انکی باتیں سن کر دنگ رہ گئی تھی۔"میرا نام ذیشان خان ہے،یہ میری بیوی ہیں فرحت،اور یہ میرے بڑا بیٹا اور بہو،ہمارا اپنا بزنس ہے،حماس بھی اپنی پڑھائی مکمل کرچکا ہے،اور ہمارے ساتھ ہی بزنس سمبھلتا ہے"۔ذیشان صاحب نے بتایا۔"وہ سب تو ٹھیک ہے پر ، کہیں آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی ! آپ لوگ کہاں اور ہم لوگ کہاں"۔ثروت نے کہا۔"نہیں بہن،ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی،اور ویسے بھی یہ اسٹیٹس یہ چھوٹے بڑے کا فرق وغیرہ تو ہم انسانوں نے بنایا ہے،ورنہ ہم سب انسان ایک جیسے ہی ہیں"۔ذیشان صاحب نے کہا۔"اگرآپ برانا مانیں تو اپنی بیٹی کو بلالیں"۔فرحت نے کہا۔"جی،ابھی بلاتی ہوں"۔ثروت نے کہا۔اوراٹھ کرڈرائینگ روم سے باہر چلی گئی۔

****

"نورجلدی اٹھو،اورمنہ ہاتھ دھوکر کپڑے بدلو"۔ثروت نے نور کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عجلت میں کہا۔نوراپنے بیڈ پر بیٹھی لپ ٹاپ میں مگن تھی۔"کیوں ! کیا ہوگیا؟۔نور نے پوچھا۔"تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں باہر،میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے،پر دیکھنے میں تو اچھے گھرانے کے شریف لوگ لگ رہے ہیں،کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کے کہنے پر اسکا رشتہ لےکرآئے ہیں تمہارے لئے ، مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا ہے،کتنی فکرمند تھی میں تمہارے رشتے کیلئے،اور دیکھو اللہ نے خود ہی ہمارے گھر رحمت بھیج دی،سچ میں اللہ بڑا غفورو رحیم ہے"۔ثروت نےنور کی الماری میں سے کپڑے نکالتے ہوئے جلدی جلدی سب بتایا۔نورسمجھ گئی کہ یہ یقیناً حماس کے گھروالے ہوں گے۔"چلوجلدی سے یہ کپڑے پہنو،اور باہرآ"۔ثروت نے ایک پنک کلر کا شلوار قمیض نور کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔نور سوٹ لے کر منہ بناتی ہوئی باتھروم میں چلی گئی۔اورثروت رجا کوفون کرنے

لگی۔

****

ثروت نے رجا کو فون کر کے اسے اسکے والدین سمیت گھر بلا لیا تھا۔اور رجا کو فٹافٹ مہمانوں کیلئے کچھ ناشتے کا انتظام کرنے کا کہہ کر وہ خود رجا کے امی ابو کے ساتھ مہمانوں کے پاس آ گئی۔

****

"یہ لوگ کہنے کو تو ہمارے پڑوسی ہیں، پر اپنوں سے بھی بڑھ کر ہیں،نور کے ابو کے انتقال کے بعد جب بھی ہمیں کسی کام میں مرد کی ضرورت پڑی، سلیم بھائی نے بلکل بھائیوں کی طرح میری مدد کی ہے،تو اسی لئے مجھے لگا کہ اس موقے پر ان لوگوں کا بھی یہاں موجود ہونا ضروری ہے"۔ثروت نے سلیم صاحب اور روبینہ) رجا کے والدین(کا تعارف کرایا۔"بہت اچھا کیا بہن، بلکہ یہ تو معملا ہی ایسا ہے کہ لوگوں سے صلاح مشورہ کرنا چاہئے"۔ذیشان صاحب نے کہا۔اتنے میں رجا ناشتے کی ٹرالی لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔"السلام و علیکم"۔رجا نے سب کو سلام کیا۔"وعلیکم السلام، یہ ہے آپکی بیٹی،نور؟۔فرحت نے پوچھا۔"ارے نہیں نہیں، یہ تو سلیم بھائی کی بیٹی ہے رجا، میں نے ہی اسے کہا تھا کہ مہمانوں کیلئے ناشتہ وغیرہ لے کر آئے"۔ثروت نے بتایا۔"اچھا اچھا ! کیا ضرورت تھی بہن اس تکلف کی"۔ذیشان صاحب نے کہا۔"آپکی بیٹی نہیں آئی ابھی تک؟۔فرحت نے پوچھا۔"رجا ! بیٹی ذرا دیکھنا تو جا کر نور کو"۔ثروت نے کہا۔اور رجا سر ہلاتی ہوئی واپس چلی گئی۔

****

"نور ! دیکھا اس نے اپنی بات پوری کر دکھائی"۔رجا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔نور شیشے کے آگے کھڑی بال بنا رہی تھی۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔"اب چلو بھی، وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں تمہارا"۔رجا نے نور کے قریب آتے ہوئے کہا۔"تمہیں بڑی جلدی ہو رہی ہے میری شادی کی"۔نور نے منہ بنا کر کہا۔"بیٹا جی ذرا چل کر دیکھو تو ان لوگوں کو،بلکل تمہاری خواہش کے عین مطابق ہیں وہ لوگ،امیر خاندان سے"۔رجا نے بتایا۔"سچی!۔نور نے بے یقینی سے پوچھا۔"اور نہیں تو کیا،ہم نے جو اندازہ حماس اور اسکی فیملی کے بارے میں لگایا تھا وہ غلط تھا، وہ لوگ کوئی مڈل کلاس لوگ نہیں ہیں"۔رجا نے بتایا۔رجا کے یہ سب بتانے کے بعد نور کو اب ان لوگوں کا آنا اتنا برا نہیں لگا۔"چلو اب جلدی دوپٹہ اوڑھو اور چلو باہر"۔رجا نے کہا۔اور نور دوپٹہ اوڑھ کر رجا کے ساتھ باہر آ گئی۔

شام کے سات بج رہے تھے۔ان لوگوں کو نور کے گھر گئے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔پر ابھی تک وہ لوگ واپس

نہیں آئے تھے۔حماس بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔اور بار بار گیلری میں آ کر دیکھ رہا تھا۔" چاچو! بیٹ بال کھیلیں!۔زین نے حماس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔" نہیں بیٹا،ابھی میرا موڈ نہیں ہے، آپ ایسا کرو لائبہ کے ساتھ کھیل لو"۔حماس نے زین کی چار سالہ بہن کا نام لے کر کہا۔" نہیں چاچو،اس کے ساتھ مزہ نہیں آتا،اتنی سی تو ہے وہ"۔زین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔"تو پھر کچھ اور کھیل لو"۔حماس نے کہا۔کہ تب ہی کار رکنے کی آواز آئی۔حماس فٹافٹ کمرے سے باہر بھاگا۔زین بھی اسکے پیچھے آیا۔جب تک حماس سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا وہ لوگ ہال میں آ چکے تھے۔اور سب کے تاثرات بہت سنجیدہ ہو رہے تھے۔" گڑیا! ٹھنڈا پانی لا میرے لئے"۔فرحت نے ملازمہ کو آواز دی۔حماس بھی تب تک ان لوگوں کے قریب آ چکا تھا۔اور زین حمزہ کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔" کیا ہوا! سب خریت تو ہے ناں؟۔حماس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔"ہمم! خریت ہی ہے،کیا ہونا ہے!۔ذیشان صاحب نے کہا۔تب تک ملازمہ پانی لے آئی تھی۔" کیا بات ہوئی آپ لوگوں کی وہاں؟ آپ لوگ ملے نور سے؟۔حماس نے پوچھا۔"ہاں ملے تھے"۔ذیشان صاحب نے کہا۔"تو پھر کیا ہوا؟ کیسی لگی آپ لوگوں کو وہ؟اور ان لوگوں نے کیا جواب دیا؟۔حماس نے پوچھا۔" بھئی ہمیں تو وہ لڑکی اور وہ لوگ بلکل بھی اچھے نہیں لگے،اور ان لوگوں کا بھی دل مطمئن نہیں ہو رہا ہے ہماری جانب سے"۔فرحت نے پانی پی کر بتایا۔" کیا! کیوں اچھے نہیں لگے وہ لوگ آپ کو؟اور انھیں ہماری جانب سے کس بات پر مسلہ ہے؟۔حماس نے پوچھا۔حماس کو خدشہ ہو رہا تھا کہ شاید نور نے ان لوگوں کے ساتھ بھی ٹھیک برتا نہیں کیا ہوگا۔" بھئی ایک تو انکے اور ہمارے اسٹیٹس میں اتنا فرق ہے،اور دوسرا یہ کہ!.....۔فرحت نے کہتے کہتے بات ادھوری چھوڑ دی۔اور ہنسنے لگی۔اور انکو دیکھ کر باقی سب بھی ہنسنے لگے۔اور حماس نا سمجھی سے سب کو دیکھنے لگا۔" بھئی سوری، پر مجھ سے اسکی شکل دیکھ کر اور ہنسی کنٹرول نہیں ہوئی"۔فرحت نے ہنستے ہوئے کہا۔"یہ ہو کیا رہا ہے! کوئی بتائے گا مجھے بھی!۔حماس نے کہا۔"ارے بھئی مذاق کر رہے تھے ہم لوگ تمہارے ساتھ،ہمیں وہ لڑکی اور لوگ دونوں ہی اچھے لگے،اور ان لوگوں کو بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ کچھ دنوں میں جا کر نکاح کی تاریخ بھی طے کر آئیں گے"۔ذیشان صاحب نے کہا۔" سچی!۔حماس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔"مچی"۔حمزہ نے کہا۔

******

اور پھر کچھ دنوں بعد جا کر یہ لوگ ان کے نکاح اور منگنی کی تاریخ طے کر آئے۔یہ لوگ تو سیدھا نکاح ہی کرنا چاہ رہے تھے۔پر ثروت نے کہا کہ اسے تیاری کیلئے تھوڑا وقت چاہیے۔بھلے ہی یہ لوگ جہیز وغیرہ نہیں لے رہے۔پر پھر بھی اور بھی بہت سی تیاریاں کرنی تھیں۔اس لئے دو ہفتے بعد سادگی سے بس گھر ہی گھر میں دونوں کی منگنی طے

کر دی۔اور نکاح تین مہینے بعد تھا۔اور حماس کیلئے منگنی تک اور منگنی سے نکاح تک انتظار کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

******

دیکھتے ہی دیکھتے دو ہفتے گزار گئے۔اور انکی منگنی کا دن آ گیا۔رات کے آٹھ بج رہے تھے۔منگنی ذیشان صاحب کے گھر کے لان میں رکھی گئی تھی۔اور وعدے کے مطابق ذیشان صاحب نے سوائے ثاقب صاحب کی فیملی اور صائم کے اور کسی کو نہیں بلایا تھا۔کیونکہ ثاقب صاحب حماس کے ماموں تھے اور ان لوگوں کا بہت زیادہ ملنا جلنا تھا ان سے۔اور صائم کو حماس نا بلاتا۔یہ تو ناممکن تھا۔صائم کے والدین نہیں تھے۔وہ اپنی دادی کے ساتھ رہتا تھا۔اور ابھی انہی کے ساتھ یہاں آیا ہوا تھا۔نور کی جانب سے اسکے بھی مامی ماموں کی فیملی اور رجا کی فیملی شامل تھی۔لان کو لائٹوں سے ہلکا پھلکا سا سجایا گیا تھا۔سب لوگ آ چکے تھے۔اس لئے ذیشان صاحب نے کہا کہ منگنی کی رسم ادا کر دی جائے۔نور اور حماس کو لان کے وسط میں لایا گیا۔اور باقی لوگ انکے گرد کھڑے ہو گئے۔نور نے ڈارک بلیو کلر کی ٹخنوں تک آتی ہوئی جارجٹ کی قمیض فلاپر کے ساتھ پہنی ہوئی تھی۔اور پورے سوٹ پر سفید نگوں لگے ہوئے تھے۔اسٹیپ کٹنگ بال کھلے ہوئے تھے۔سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ کاندھے پر ڈالا ہوا تھا۔اور ہلکی پھلکی جیولری پہنی ہوئی تھی۔اور حماس نے بران کلر شلوار قمیض پہنا ہوا تھا۔جس کے گلے پر گولڈن نگ لگے ہوئے تھے۔دونوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنائی۔پورا لان تالیوں سے گونج اٹھا۔پھر انگوٹھی پہنانے کے بعد صائم نے سب کی تصویریں کھینچی۔پھر سب لوگ الگ الگ ہو گئے۔"رجا !بیٹی ذرا یہاں آنا"۔ثروت نے نور کے ساتھ باتیں کرتی رجا کو پکارا۔رجا سر ہلاتی ہوئی انکی جانب آ گئی۔اور رجا کا نام سن کر صائم چونک گیا۔اور رجا کو دیکھنے لگے۔رجا نے بران رنگ کی ٹخنوں تک آتی فراک چوڑی دار پاجامے کے ساتھ پہنی ہوئی تھی۔اور ہم رنگ دوپٹہ ہی سلیقے سے سر پر اوڑھا ہوا تھا۔صائم کچھ دیر رجا کو بغور دیکھتا رہا۔پھر حماس کی جانب بڑھا۔پر حماس نور کے ساتھ کھڑا کچھ بات کر رہا تھا۔اس لئے اسے ابھی وہاں جانا مناسب نہیں لگا۔تو اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

پھر تھوڑی دیر میں کھانے کے بعد سب لوگ واپس روانہ ہو گئے۔

******

اگلے دن کیونکہ اتوار تھا۔اس لئے حماس دیر سے سو کر اٹھا۔حماس نہا کر آ کے شیشے کے آگے کھڑا بال بنا رہا تھا۔" ٹک ٹک ٹک"۔تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔"آ جا"۔حماس نے کہا۔"چھوٹے صاحب، وہ صائم صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں"۔ملازم نے بتایا۔حماس سمجھ گیا کہ صائم کیوں آیا ہوگا۔"ٹھیک ہے، یہاں ہی بھیج دو اسے"۔حماس نے کہا۔ملازم سر ہلا کر واپس چلا گیا۔حماس برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر مسکراتے ہوئے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔اور اپنا موبائل چلانے لگا۔تھوڑی دیر میں صائم کمرے میں داخل ہوا۔" گڈ

مارننگ"۔حماس نے مسکرا کر کہا۔صائم نے کوئی جواب نہیں دیا۔بلکہ اسکے بیڈ کی جانب بڑھا۔اور حماس کا تکیہ اٹھا کر اس پر حملہ کر دیا۔" کیا کہا تھا تم نے ! اسکی دوست موٹی ہے؟ کمر میں کب ہے؟ افریقا جیسی رنگت ہے؟ بھدی سی آواز ہے؟ اور زبان دراز ہے؟۔صائم نے تکیے سے حماس کو مارتے ہوئے کہا۔"ابے یار کیا کر رہا ہے؟ مجھے بولنے تو دے"۔حماس نے خود کو بچاتے ہوئے کہا۔" پہلے تو نے کونسا سچ بولا تھا !۔صائم نے رک کر کہا۔"ابے یار مذاق کیا تھا میں نے"۔حماس نے اپنے بال ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔"پر میں سیریس ہو گیا تھا یار"۔صائم نے تکیہ واپس بیڈ پر پھینک کر حماس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔"تم پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟۔حماس نے معنی خیزی سے پوچھا۔"یہ بھی مجھے تمہیں بتانا پڑے گا !۔صائم نے کہا۔اور دونوں مسکرا دیے۔

******

نور اور حماس کی منگنی کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔اور رجا نے بھی گریجویشن مکمل کر لی تھی۔اس ایک ہفتے میں نور اور حماس دوبارہ ملے نہیں تھے۔بس فون پر ہی بات ہوتی تھی۔اور نور کا نمبر بھی حماس نے رجا سے لیا تھا۔پر اب حماس کا پلان نور سے کہیں باہر ملنے کا تھا۔پر نور نہیں مان رہی تھی۔

****

"یار رجا، یہ بیٹھے بیٹھائے تجھے کیا شاپنگ کا بھوت چڑھ گیا ! آج انکی میل کا جواب آنے والا ہے جنہیں میں نے ماڈلنگ کیلئے اپنی فوٹوز بھیجی ہیں"۔نور نے کہا۔دونوں اس وقت ایک مال میں گھوم رہی تھیں۔"ہاں تو میل تم گھر واپس جا کر بھی چیک کر سکتی ہو"۔رجا نے کہا۔"اچھا اب تمہیں لینا کیا ہے؟ بس گھومے جا رہی ہو"۔نور نے کہا۔کہ تب ہی سامنے سے حماس آتا ہوا نظر آیا۔اور جب تک نور کو سب سمجھ میں آیا۔حماس ان لوگوں کے قریب آ چکا تھا۔"اچھا ! تو اس لئے اچانک تمہیں شاپنگ کا دورہ پڑا تھا"۔نور نے سب سمجھتے ہوئے کہا۔رجا کاندھے اچکا کر مسکرا دی۔"انہیں میں نے کہا تھا آپکو یہاں لانے کیلئے"۔حماس نے بتایا۔"ہمم ! اور یہ فرمابردار نے فوراً حکم کی تعمیل بھی کر دی"۔نور نے کہا۔"چلیں کہیں بیٹھتے ہیں"۔حماس نے کہا۔"نہیں آپ لوگ جائیں، مجھے ذرا کچھ چیزیں لینی ہیں"۔رجا نے کہا۔کیونکہ اسے ایسے دونوں کے بیچ رہنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔پھر نور اور حماس ایک جانب چلے گئے۔اور رجا ایک جانب۔

******

"تم پھر وہی ضد کر رہی ہو"۔حماس نے کہا۔دونوں ایک ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔"یہ ضد نہیں ہے، میرا شوق ہے، میرا جنون ہے، اور میں اسے ہر قیمت پر پورا کروں گی"۔نور نے ڈھیٹ پن سے کہا۔"تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو ! تم جس فیلڈ میں جانا چاہ رہی ہو وہ ٹھیک نہیں ہے، وہاں عورتوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی، تم

کچھ عرصے بعد میری بیوی بن جاگی، اور مجھے یہ بلکل اچھا نہیں لگے گا کہ میری بیوی غیر مردوں کے ساتھ اس قسم کا کام کرے"۔حماس نے کہا۔" کیا مطلب اس قسم کا ! میں کوئی طوائف نہیں بننے جا رہی، میں ماڈل بنوں گی، اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔نور نے اسی لہجے میں کہا۔"میں روک سکتا ہوں، اور میں روکوں گا"۔حماس نے کہا۔"روک لو، پر میں نہیں رکوں گی، اور اگر اتنا ہی خیال ہے ناں اپنی عزت کا، تو کرلو کسی گھریلو عورت سے شادی، جو گھر کی چاردیواری میں قید ہو کر پاگلوں کی طرح بس دن رات غلام بن کر تمہاری خدمتوں میں لگی رہے، مجھ سے نہیں ہوگی یہ غلامی"۔نور نے حقارت سے کہا۔"نور شادی کسی غلامی کا سودا نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی کوئی غلام ہوتی ہے، اور جس چاردیواری کو تم قید کہہ رہی ہو، وہ قید نہیں حدود یں ہیں، جو عورت کی حفاظت کیلئے بنائی گئیں ہیں، اور جو عورت ان حدوں کو روند کر باہر نکلتی ہے ناں ! انھیں انسان نما بھڑیے نوچ کھاتے ہیں، جو انہی کی گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں، اسلام نے عورت کو قید نہیں محفوظ کیا ہے"۔حماس نے کہا۔" مجھے تمہاری نصیحت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور میں پھر کہہ رہی ہوں، کروں گی میں وہی جو میرا دل چاہے گا، آگے تمہاری مرضی"۔نور نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔اور بنا حماس کا جواب سنے وہاں سے چلی گئی۔اور حماس بےبسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر رہ گیا۔

*****

حماس سے بات کرنے کے بعد نور رجا کو لے کر سیدھی گھر آ گئی تھی۔رجا نے اس سے پوچھا بھی کہ کیا ہوا ہے ! پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔منگنی کے بعد جب حماس اور نور فون پر بات کرتے تھے۔نور نے تب ہی حماس کو اپنی ماڈلنگ کی خواہش کے بارے میں بتا دیا تھا۔اور حماس نے صاف انکار کر دیا تھا۔اسی بات پر اکثر فون پر بھی دونوں کی ضد بحث ہو جاتی تھی۔اور ابھی اسی مسلے پر بات کرنے کیلئے حماس نے نور کو یہاں بلوایا تھا۔پر نور کا ردعمل دیکھ کر حماس کو اندازہ ہو رہا تھا کہ نور کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔

******

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔حماس بیڈ پر لیٹا ہوا مسلسل نور کو فون کر رہا تھا۔پر وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔حماس نے اسکو میسیج بھی کیئے۔پر کوئی جواب نہیں آیا۔آخر تھک ہار کر حماس نے فون رکھ دیا۔اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

*****

" ٹک ٹک ٹک"۔حماس نے دروازے پر دستک دی۔تھوڑی دیر میں ہی دروازہ کھل گیا۔"السلام وعلیکم"۔حماس نے سلام کیا۔"وعلیکم السلام، بیٹا تم ! وہ بھی صبح صبح، سب خریت تو ہے ناں !۔ثروت نے حیرانگی سے پوچھا۔"جی آنٹی خریت ہے، وہ بس ایک دوست سے ملنے آیا تھا یہاں، تو سوچا آپ لوگوں سے بھی ملتا چلوں"۔حماس نے

جھوٹ بولا۔"اچھا اچھا ! آ اندر آ"۔ثروت نے سائیڈ پر ہوتے ہوئے کہا۔حماس اندر آ گیا۔ثروت اسے لے کر لانچ میں آ گئی۔"بیٹھو بیٹا"۔ثروت نے صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔حماس بیٹھ گیا۔"خریت ! یہ گفٹ کس کیلیئے لائے ہو؟۔ثروت نے حماس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریڈ کلر کے ریپر میں پیک باکس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔"یہ میں نور کیلیئے لایا تھا"۔حماس نے بتایا۔"اچھا اچھا ! تم رکو، میں ابھی بھیجتی ہوں اسے"۔ثروت نے کہا۔اور اندر نور کے کمرے کی جانب چلی گئی۔تھوڑی دیر میں نور پیر پٹختی ہوئی لانچ میں آئی۔" گڈ مارننگ"۔حماس نے کھڑے ہوکر مسکرا کر کہا۔" کیوں آئے ہو یہاں؟۔نور نے ناگواری سے پوچھا۔"تم میرا فون ہی نہیں اٹھا رہی تھی،تو سوچا خود ہی آ کر تمہیں سوری بول دوں،اور یہ بھی دے دوں"۔حماس نے کہتے ہوئے باکس نور کی جانب بڑھایا۔"مجھے نہ تو تمہارے سوری کی ضرورت ہے،اور نہ ہی تمہارے گفٹ کی، چلے جا یہاں سے"۔نور نے باکس لے کر بے دردی سے ایک جانب پھینکتے ہوئے کہا۔حماس نور کی اس حرکت پر حیران ہوگیا۔حماس نے اس جانب دیکھا جہاں نور نے باکس پھینکا تھا۔تو اور حیران ہوگیا۔کیونکہ باکس رجا کے پیروں کے پاس پڑا ہوا تھا۔اور رجا ہاتھ میں چینی کا ڈبہ پکڑے ہوئے ہکا بکا سی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔حماس نے ایک نظر نیچے پڑے گفٹ پر ڈالی اور ایک نظر نور پر۔اور بنا کچھ بولے وہاں سے چلا گیا۔نور بھی واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔اور رجا وہیں کھڑی رہی۔

******

حماس کو نور کی اس حرکت سے بہت دکھ ہوا تھا۔وہ تو اس امید پر صبح صبح آفس جانے سے پہلے نور کے پاس آیا تھا کہ اس کے سوری بولنے سے نور پچھلی باتیں بھول جائے گی۔پر یہاں تو سب کچھ اسکی توا قعہ کے برعکس ہوا۔اور رجا کے سامنے یہ سب ہونا اسے اور برا لگ رہا تھا۔حماس کو اچانک ایک خیال آیا۔کہ کہیں اس نے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں لے لیا!۔

*****

پھر دوسرے دن نور نے فون کر کے حماس سے اپنے رویے پر معذرت کر لی۔حماس نے نور سے نارمل ہی بات کی۔پر پھر بھی اسکے دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی۔اور پھر تو یہ معمول کی بات بن گئی۔ہر دوسرے دن دونوں کا کسی نا کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تھا۔اور ہر بار حماس ہی صلح میں پہل کرتا تھا۔اور نور ایک عجیب حرکت کرتی تھی۔کہ جب بھی سوری کے ساتھ حماس نور کو کوئی گفٹ دیتا۔اگر وہ گفٹ قیمتی ہوتا جیسے کہ کوئی رنگ، لاکٹ، گھڑی، پیر فیوم ہوتا تو نور وہ رکھ لیتی تھی۔پر اگر گفٹ معمولی سا ہوتا جیسے کوئی شو پیس، کوئی ٹیڈی بیئر، کوئی کارڈ تو نور اسے حماس کے سامنے تو نہیں پھینکتی تھی۔پر بعد میں اسے گھر میں کہیں پھینک دیتی۔اور ثروت سے کہتی کہ کسی کو دے دیجیئے گا۔یا

کچرے میں ڈال دیجئے گا۔

******

وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا۔اب ان لوگوں کی شادی میں صرف دو ہفتے باقی تھے۔حماس نے صائم سے کہا تھا کہ اگر وہ سچ میں رجا میں دلچسپی رکھتا ہے تو اپنی دادی کو اسکے گھر بھیج دے۔ پر صائم نے کہا کہ ابھی وہ پہلے سہی طرح سے اسٹیبلش ہوجائے۔ پھر اس بارے میں سب سے بات کرے گا۔اور دوسری جانب نور کو بھی ایسی خبر ملی تھی کہ اسکے پاں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔وہ ایک جگہ ماڈلنگ کیلئے سلیکٹ ہوگئی تھی۔اور ظاہر ہے کہ یہ بات حماس کو بھی پتہ چلی۔اور اس نے اسے پھر روکا۔ثروت نے بھی اسے سمجھایا۔ پر اس نے کسی کی نہیں سنی۔اور آڈیشن دینے چلی گئی۔

*****

"نور تم پھر وہی اپنی والی کر رہی ہو،اب تو بس ایک ہفتہ رہ گیا ہے ہماری شادی میں،اس پر دھیان دو،چھوڑ دوان سب کو"۔حماس نے کہا۔رات کے گیارہ بج رہے تھے۔اور دونوں فون پر بات کر رہے تھے۔"میں نے کہا ناں! کہ میں سب کچھ چھوڑ دوں گی، پر ماڈلنگ نہیں چھوڑوں گی،اور اب جبکہ میں سلیکٹ بھی ہوچکی ہوں تب تو بلکل بھی نہیں"۔نور نے کہا۔"چلو اور کسی کا نہیں تو اپنی امی کا ہی خیال کرلو،وہ بھی تمہاری اس ضد کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں"۔حماس نے کہا۔"تو میں نے کہا ہے انھیں کہ پریشان ہوں ! خود ہی ہوتی ہیں،اور تمہارے پیچھے بھی میں نہیں آئی تھی،تم آئے تھے میرے پیچھے،اس لئے میں کسی کیلئے اپنی خواہش ادھوری نہیں چھوڑوں گی،اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے،سمجھے تم!۔نور نے کہا۔اور بنا حماس کا جواب سنے لائن کاٹ دی۔حماس نے بھی ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فون رکھ دیا۔

******

"یہ کہاں جا رہی ہو تم اتنا سج سنوار کر؟"۔ثروت نے پوچھا۔نور کہیں باہر جا رہی تھی۔"ڈائیریکٹر صاحب نے ملنے بلایا ہے،شوٹ کے حوالے سے کچھ بات چیت کرنی ہے"۔نور نے اپنے اسٹیپ کٹنگ بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔" کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں بھی جانے کی،دو دن بعد شادی ہے تمہاری گھر پر بیٹھو"۔ثروت نے سختی سے کہا۔"میرا وہاں جانا ضروری ہے،میں نہیں رکوں گی، میں وہاں جاں گی"۔نور نے ڈھیٹ پن سے کہا۔"میں بھی دیکھتی ہوں کہ تو کیسے جاتی ہے"۔ثروت نے کہتے ہوئے نور کو بازو سے پکڑا اور کھینچتی ہوئی اسکے کمرے میں لے گئی۔نور نے مزاحمت کی پر ثروت نے ایک نہیں سنی۔اور اسے کمرے میں بند کردیا۔

****

"السلام وعلیکم آنٹی"۔رجا نے لانچ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔"وعلیکم السلام بیٹی"۔ثروت نے جواب دیا۔"یہ دیکھیں آنٹی، میں نے بھی بلکل برائیڈل مہندی لگوائی ہے، آخر برائیڈل کی دوست جو ہوں"۔رجا نے اپنے مہندی لگے ہوئے ہاتھ ثروت کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔مہندی سوکھ چکی تھی۔"ہمم !اچھی لگ رہی ہے"۔ثروت نے کہا۔"ویسے برائیڈل صاحبہ ہیں کہاں؟ اسے ہی تو دیکھانے آئی ہوں میں یہ"۔رجا نے کہا۔" کمرے میں بند کیا ہوا ہے میں نے اسے"۔ثروت نے بتایا۔" کیا !بند کیا ہوا ہے !پر کیوں آنٹی؟۔رجا نے حیرانگی سے پوچھا۔"دماغ زیادہ خراب ہو گیا ہے اسکا، دو دن بعد شادی ہے،اور چلی تھی شوٹ کیلئے ڈائریکٹر سے ملنے"۔ثروت نے بتایا۔"اوہ !تو میں مل لوں آنٹی اس سے؟۔رجا نے پوچھا۔"مل لو، ویسے ملے گی نہیں، دماغ خراب ہوا ہے اسکا"۔ثروت نے کہا۔"دیکھتی ہوں آنٹی میں اسے سمجھا کر"۔رجا نے کہا۔اور کمرے کی جانب چلی گئی۔

*****

" ٹک ٹک ٹک،نور دروازہ کھولو، میں ہوں رجا"۔رجا نے کہا۔دروازہ باہر سے تو بند تھا ہی۔ پر نور نے اندر سے بھی بند کر لیا تھا۔اور اب کھول نہیں رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر میں اس نے دروازہ کھول دیا۔نور کا حلیہ بکھرا ہوا ہو رہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بہت روئی ہے۔کمرے میں بھی سارا سامان بکھرا پڑا ہوا تھا۔رجا نور کو لے کر اندر آ گئی۔اسے بیڈ پر بیٹھا کر پانی پلایا۔اور اسے سمجھانے لگی۔

******

ان لوگوں نے مہندی مایوں جیسی کوئی رسم نہیں رکھی تھی۔بس سیدھا سا نکاح تھا اسکے بعد رخصتی۔اور دوسرے دن ولیمہ۔آج حماس اور نور کا نکاح تھا۔دونوں طرف ہی افراتفری مچی ہوئی تھی۔حماس بھی خوش تھا۔اسے امید تھی کہ شادی کے بعد وہ ضرور نور کو اپنے سانچے میں ڈھال لے گا۔

******

نور کو تیار کرنے کیلئے بیوٹیشن کو گھر پر بلایا گیا تھا۔کیونکہ ثروت اس وقت ذرا سا بھی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔ بیوٹیشن کے آنے کے بعد جیسے ہی ثروت اسے لے کر نور کے کمرے میں گئی۔دنگ رہ گئی۔کیونکہ نور کمرے میں نہیں تھی۔ثروت نے باتھروم میں دیکھا۔وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ثروت سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ثروت کی حالت دیکھ کر بیوٹیشن جلدی سے باہر بھاگی اور باقی سب کو بلا کر لے آئی۔نور کی شادی کی وجہ سے اسکے مامی ماموں بھی اپنی فیملی کے ساتھ یہاں ہی آئے ہوئے تھے۔سب جلدی سے کمرے میں آئے۔ثروت کو زمین سے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا۔پانی پلایا۔" کیا ہوا ثروت؟ اور نور کہاں ہے؟۔اشرف صاحب) نور کے ماموں (نے

پوچھا۔ثروت نے کوئی جواب نہیں دیا۔بس پھٹی پھٹی نظروں سے سب کو دیکھتی رہی۔"اوہ مائی گاڈ!۔اچانک رجا نے کہا۔سب لوگ اسکی جانب متوجہ ہوگئے۔رجا ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے ہوئے اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔" کیا ہوا رجا؟۔سلیم صاحب نے پوچھا۔"ابو یہ کاغذ یہاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا،اس میں لکھا ہے کہ، میں نے کہا تھا میں اپنی خواہش ضرور پوری کروں گی،اور کوئی مجھے نہیں روک سکے گا،تو میں نے اپنی بات سچ کر دکھائی،میں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جا رہی ہوں،اپنے خوابوں کو پورا کرنے،اللہ حافظ،

)نور(

رجا نے لیٹر پڑھ کر سنایا۔اورسب ہی سکتے میں آ گئے۔"یا اللہ !ذرا بھی خیال نہیں کیا اس لڑکی نے ہماری عزت کا"۔سلمی)نور کی مامی (نے کہا۔اور ثروت بلکل ہی صوفے پر ڈھے گئی۔اشرف صاحب جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے بھاگے۔

*****

ڈاکٹر ثروت کا چیک اپ کر کے چلے گئے تھے۔ثروت کا بی۔پی لو ہو گیا تھا۔انھیں بہت گہرا صدمہ لگا تھا۔سب لوگ باہر لانچ میں سر جوڑے بیٹھے تھے کہ اب کیا کریں۔اور رجا اندر ثروت کو دوائی وغیرہ دے رہی تھی۔کیونکہ ثروت رجا کی علاوہ کسی سے بات نہیں کر رہی تھی۔"اشرف انکل اور ابو،آپ دونوں کو آنٹی کمرے میں بلا رہی ہیں"۔رجا نے باہر آکر بتایا۔دنوں اٹھ کر کمرے میں چلے گئے۔اور رجا لانچ میں صوفے پر سب کے ساتھ بیٹھ گئی۔

******

" کیا !یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بہن!۔سلیم صاحب نے حیرانگی سے کہا۔"آپکو خدا کا واسطہ ہے سلیم بھائی،انکار مت کیجیئے گا،ساری زندگی میں نے عزت کے سوا اور کچھ نہیں کمایا،اب آخری خواہش ہے کہ عزت کے ساتھ مر بھی جاں،جب سب لوگوں میں،پورے محلے میں یہ بات پھیلے گی تو میں کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہوں گی،اس طرح کم از کم اس بات کا پردہ تو رہ جائے گا،اور دوسرا آپکی رجا میں کوئی کمی تھوڑی نہ ہے،ہاں وہ لوگ بھی تھوڑا حیران ہوں گے،پر جلد ہی بات مان لیں گے،حماس کو بھی آپ جانتے ہیں،پڑھا لکھا،سلجھا ہوا،اچھے گھرانے کا لڑکا ہے،آپکی رجا عیش کرے گی وہاں،بس خدا کا واسطہ انکار مت کیجیئے گا"۔ثروت نے کہتے ہوئے آخر میں ہاتھ جوڑ دیے۔"مجھے رجا اور اسکی امی سے مشورہ کرنا ہے"۔سلیم صاحب نے کہا۔اشرف صاحب ان دونوں کو بھی کمرے میں لے آئے۔ساری بات سن کر روبینہ)رجا کی امی (فورا تیار ہوگئیں۔کیونکہ وہ بھی رجا کیلئے کسی ایسے ہی رشتے کی تلاش میں تھیں۔"سب کچھ تھوڑا عجیب تو ہوگا،پر شادی کے بعد پھر وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں،ذرا سوچو سلیم،ہماری رجا عیش کرے گی وہاں عیش،ارے چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں گے ناں،تو ایسا رشتہ نہیں ملے

گا"۔ روبینہ نے کہا۔ "پر پھر بھی یہ دھوکا ہے ان لوگوں کے ساتھ، اور اگر بعد میں حماس نے رجا کو طلاق دے دی تو؟"۔ سلیم صاحب نے کہا۔ "ارے کچھ نہیں ہوتا، اور ہماری رجا میں بھلا کیا کمی ہے جو وہ اسے طلاق دے گا !اور اگر دے بھی دی، تو حق مہر بھی ادا کرنا پڑے گا، اور ہم حق مہر ہی اتنا لکھوائیں گے کہ طلاق دینے سے پہلے سو بار سوچے، اور اگر طلاق دے بھی دی تو حق مہر تو اتنا ہوگا کہ ہماری رجا کی عیش ہو جائے گی"۔ روبینہ نے کہا۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ "تم بتا بیٹی، تمہاری کیا مرضی ہے؟"۔ سلیم صاحب نے خاموش کھڑی رجا کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ "جیسی آپ لوگوں کی مرضی"۔ رجا نے سر جھکا کر کہا۔

******

برات ہال پہنچ چکی تھی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں کا نکاح بھی ہو گیا۔ پر رجا کو گھونگھٹ اوڑھایا ہوا تھا۔ اور پوچھنے پر ثروت نے یہ کہا تھا کہ ان لوگوں کے یہاں یہ رسم ہے کہ دلہن کا گھونگھٹ بس نکاح کے بعد حجلہ عروسی میں دولہا اٹھاتا ہے۔ تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں رخصتی کر دی گئی۔

******

رجا پھولوں سے سجی سیج پر بیٹھی ان سب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ جب حماس اسکا گھونگھٹ ہٹائے گا تو نور کی جگہ رجا کو دیکھ کر اسکا کیا ردعمل ہوگا !وہ اسے قبول کرے گا بھی یا نہیں !ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی کہ دروازہ کھلا۔ رجا کی دل کی دھڑکنے اور تیز ہو گئیں۔ حماس آہستہ سے چلتا ہوا بیڈ پر رجا کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ "شکر ہے خیر و عافیت سے سب ہو گیا"۔ حماس نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "ویسے تو بڑا بولتی رہتی ہو، اب بھی بولو کچھ"۔ حماس نے کہا۔ "چلو اب ساری زندگی تمہیں ہی بولنا ہے، اور مجھے سننا ہے، تو آج میں ہی بول لیتا ہوں"۔ حماس نے کہا۔ "بھئی میں نے بہت سوچا کہ تمہیں منہ دکھائی میں کیا دوں پر کچھ سمجھ ہی نہیں آیا، تو میں یہی لے آیا"۔ حماس نے رجا کا دائیاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسکی تیسری انگلی میں ایک ڈائمنڈ کی رنگ پہناتے ہوئے کہا۔ "یار اب تو کچھ بولو"۔ حماس نے کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حماس نے آخر کار رجا کا گھونگھٹ اٹھا دیا۔ اور پھر اس پر تو جیسے ساتوں آسمان ہی ٹوٹ پڑے۔ حماس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "ر... ر... رجا... ت.. تم!۔ حماس نے بے یقینی سے بامشکل کہا۔ رجا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس سر جھکائے بیٹھی رہی۔ "نور کہاں ہے؟ حماس نے پوچھا۔ رجا نے حماس کی جانب دیکھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتائی۔ اور حماس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ نور میرے ساتھ ایسا کرے گی"۔ حماس نے بے یقینی سے کہا۔ "ہم سب ہی صدمے میں ہیں حماس، کسی کو یقین نہیں آ رہا، اور مجھے پتہ ہے کہ تمہارے لئے بھی یہ بہت تکلف دہ بات ہے، پر حماس یہی حقیقت ہے، مجھے آج نہیں تو کل

کسی نا کسی سے تو شادی کرنی ہی تھی، تو جب میری ذات سے کسی کی عزت کا پردہ ہو رہا تھا تو میں نے یہ سب قبول کرلیا، اب آگے مرضی تمہاری ہے، نور تو پتہ نہیں کہاں جا چکی ہے، اب تم چاہو تو اس شادی کو نبھا لو، یا پھر چاہو تو اسے ختم کر دو، مجھے دونوں صورتوں میں کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ رجا نے کہا۔ حماس خاموشی سے رجا کو دیکھتا رہا۔ اور اٹھ کر گیلری میں آ گیا۔ رجا بھی وہیں بیٹھی رہی۔ اور حماس کا انتظار کرتی رہی۔ جب کافی دیر تک حماس واپس نہیں آیا تو رجا بھی اٹھ کر گیلری میں آ گئی۔ آسمان پورا ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ چودہویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ حماس لکڑی کے جھولے پر دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھا ہوا تھا۔ رجا بھی اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ آہٹ پر حماس نے سر اٹھا کر رجا کی جانب دیکھا۔ "اس طرح پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا تمہیں کوئی ایک آر یا پار فیصلہ لینا ہوگا"۔ رجا نے کہا۔ حماس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے کسی غیر مرائی نقطے کو دیکھتا رہا۔ "تم جو بھی فیصلہ لو، اپنی سہولت دیکھ کر لینا، کیونکہ مجھے تمہارے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا"۔ رجا نے پھر کہا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں تم سے نہیں، تمہاری سہیلی سے شادی کرنے والا تھا، میری زندگی میں تم سے پہلے کوئی اور تھی، تم میرے ساتھ پوری زندگی گزار لوگی؟"۔ حماس نے پوچھا۔ "ہاں، کیونکہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے شریکِ حیات کے ماضی کے بارے میں علم ہوتا ہے، اور دوسری بات کے نور تمہارا ماضی تھی، اور تمہارے ماضی سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں ہے"۔ رجا نے کہا۔ "سوچ لو، اب بھی وقت ہے"۔ حماس نے کہا۔ "میں نے سب کچھ سوچ کر ہی یہ فیصلہ لیا تھا"۔ رجا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنی من مانی کر کے تو ایک دفعہ دیکھ چکا ہوں، اب ایک دفعہ قدرت کے فیصلے پر بھی عمال کر کے دیکھ لیتا ہوں، کیونکہ تمہارے مطابق زندگی میں کسی نا کسی موڑ پر رسک لینا پڑتا ہے، اور میری زندگی بھی ابھی اسی موڑ پر ہے"۔ حماس نے کہا۔ اور قدرت کے فیصلے کو قبول کرلیا۔

****

اگلے دن صبح جب باقی گھر والوں کو یہ بات پتہ چلی تو سب ہی حیران رہ گئے۔ "یا اللہ ! اتنا بڑا دھوکا"۔ فرحت نے حیرانگی سے کہا۔ سب لوگ اس وقت ہال میں جمع تھے۔ "آنٹی یہی حالت اس وقت ثروت آنٹی سمیت باقی سب کی بھی ہے، پر نور ایسا کر چکی ہے"۔ رجا نے کہا۔ "پر بیٹی تم نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی!۔ ذیشان صاحب نے پوچھا۔" کیونکہ انکل آج نہیں تو کل، مجھے کسی نا کسی سے تو شادی کرنی ہی تھی ناں، تو جب میری وجہ سے دو خاندانوں کی عزت بچ رہی تھی تو میں نے یہ فیصلہ قبول کرلیا، اور اب آپ لوگ جو بھی فیصلہ لیں گے مجھے وہ بھی قبول ہوگا"۔ رجا نے بتایا۔ "ہم ابھی چلتے ہیں، اور ان لوگوں سے بات کرتے ہیں کہ بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے!۔ فرحت نے کہا۔" کیا ہوگا بات کرنے سے ! وہ لوگ بھی یہی بولیں گے جو رجا نے کہا ہے، اور اس طرح تماشا کرنے سے

جن لوگوں کو نہیں پتہ ہے اس بارے میں، انکو بھی پتہ چل جائے گا"۔ ذیشان صاحب نے کہا۔ "پر پھر بھی ذیشان"۔ فرحت نے کہا۔ "تم بتا حماس، تم نے کیا سوچا ہے اب؟۔ ذیشان صاحب نے پوچھا۔ "پاپا مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ حماس نے کہا۔ "تو بس پھر ٹھیک ہے، جو گزر گیا اسے بھول جا، اور آنے والے کل اور آج کو بہتر بنا، اور ہمیں امید ہے کہ تم ہماری امیدوں پر پوری اترو گی بیٹی"۔ ذیشان صاحب نے رجا سے کہا۔ اور رجا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

*****

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ولیمے کا فنکشن شروع ہو چکا تھا۔ ولیمہ ذیشان صاحب کے گھر کے بڑے سے لان میں تھا۔ اور لان کو کافی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سب مہمان آ چکے تھے۔ اور دولہا دلہن بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ رجا نے گولڈن کلر کی نگوں سے ہوئے بھری ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ حماس نے بلیک کلر کی جینس کے ساتھ سکن کلر کی شرٹ اور اسکے اوپر بلیک کوٹ پہنا ہوا تھا۔ دونوں ایک ساتھ بہت اچھے لگ رہے تھے۔ پر دونوں کو اس طرح ایک ساتھ دیکھ کر کسی کے ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ اور وہ تھا صائم۔ پورے فنکشن میں صائم بس ایک جگہ کھڑا حیران سا دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جب تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اور سب مہمان چلے گئے تو حماس صائم کو لے کر لان میں رکھی ٹیبل کے گرد کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ "مجھے پتہ ہے کہ تم یہی سوچ رہے ہو گے کہ یہ سب کیا اور کیسے ہو گیا!۔ حماس نے کہا۔ صائم نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر حماس نے صائم کو شروع سے سب بتایا۔ اور صائم خاموشی سے سنتا رہا۔ "تم سے جب میں نے رجا کے متعلق بات کی تھی تو تم نے کہا تھا کہ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے، اور تم خود بھی ایمانداری سے بتا، کیا تم رجا کے ساتھ اس حد تک سنجیدہ تھے !اور تھے تو اپنے گھر والوں سے بات کیوں نہیں کی! اگر تم نے بات کی ہوتی تو آج ایسا نہیں ہوتا"۔ حماس نے کہا۔ "ہمم !تم ٹھیک کہہ رہے ہو یار، مجھے اس سے بس وقتی لگا ہوا تھا، اگر سچ میں ایسا کچھ ہوتا تو میں پہلی فرصت میں دادی کو اس کے گھر بھیج دیتا، اتنا وقت نہیں لگاتا، خیر جو ہوا اسے جانے دو، اور میری جانب سے بھی اپنے دل میں کوئی بات نہیں رکھنا"۔ صائم نے کہا۔ "کبھی نہیں یار، اور ویسے بھی ہم لڑکوں کا تو کام ہوتا ہے، دوست کی بیوی یا منگیتر کی سہیلی میں دلچسپی لینا"۔ حماس نے صائم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے ماحول بدلنے کیلئے کہا۔ صائم بھی مسکرا دیا۔

******

وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا۔ ان دونوں کی شادی کو اب ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ اور یہ لوگ کچھ دن پہلے ہی ہنی مون سے واپس آئے تھے۔ ثروت اب بیمار رہنے لگی تھی۔ اور نور کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔ صائم کی دادی کا بھی بیماری کی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا۔ اور صائم دبئی چلا گیا تھا۔ اور اسکے دل میں بھی اب رجا کیلئے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ

رجا کو بھابھی کی نظر سے ہی دیکھتا اور ملتا تھا۔ رجا ایک اچھی بیوی اور بہو ثابت ہوئی تھی۔ اور حماس بھی اچھا شوہر اور داماد ثابت ہوا۔ سب کچھ اپنے معمول پر بلکل ٹھیک چل رہا ہے۔

******

رجا آج شادی کے بعد پہلی دفعہ اپنی امی کے گھر رکنے آئی ہوئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی حماس اسے یہاں ڈراپ کرتا ہوا آفس گیا تھا۔ اور رجا اس وقت ثروت کے گھر میں تھی۔ " کیا حال کرلیا ہے آنٹی آپ نے اپنا! آپ بلکل بھی خیال نہیں رکھتی ہیں اپنا اب"۔ رجا نے کہا۔ وہ ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ "بس بیٹی جو جیسے خیال کرنا چاہئے تھا، اس نے تو کیا نہیں، اب میں کیا کروں اپنا خیال رکھ کر!۔ ثروت نے کہا۔ "ایسی باتیں نہیں کریں آنٹی، نور نہیں ہے تو کیا ہوا ! کیا میں آپکی بیٹی نہیں ہوں ! کیا مجھے خوش دیکھ کر آپکو خوشی نہیں ہوتی ہے !۔ رجا نے کہا۔ "ارے نہیں میری بچی، تو بھی میری بیٹی ہے، اور تمہیں اپنے گھر میں آباد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے، اور ماشااللہ شادی کے بعد تو کچھ زیادہ ہی اچھی ہوگئی ہو"۔ ثروت نے کہا۔ رجا مسکرادی۔ پھر کافی دیر وہ انکے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی۔

*****

"بیٹی تم خوش ہونا اپنے گھر میں !۔ سلیم صاحب نے پوچھا۔ تینوں کھانے کے بعد لانچ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ "جی ابو، بہت خوش ہوں"۔ رجا نے کہا۔ "اور نہیں تو کیا، اسکو دیکھ کر نہیں لگ رہا آپکو، ماشااللہ شادی کے بعد کیسی نکھر گئی ہے"۔ روبینہ نے کہا۔ اور رجا جھینپ کر مسکرادی۔ کہ تب ہی ڈور بیل بجی۔ سلیم صاحب دروازہ کھولنے گئے۔ "السلام وعلیکم"۔ حماس نے اندر آتے ہوئے سلام کیا۔ سلیم صاحب بھی اندر آگئے۔ "وعلیکم السلام، بیٹا تم اس وقت ! خریت تو ہے ناں سب !۔ روبینہ نے پوچھا۔ حماس اور سلیم صاحب تب تک صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔ "جی آنٹی خریت ہے، وہ تو میں رجا کو لینے آیا تھا"۔ حماس نے بتایا۔ "رجا کو لینے ! پر بیٹا یہ تو آج یہاں رکنے آئی تھی ناں !۔ روبینہ نے کہا۔ رجا کو بھی حیرت ہوئی۔ "جی آنٹی، پر شام میں آفس سے آنے کے بعد مجھے ممی نے بتایا کہ ان کی ایک کزن کا اچانک انتقال ہوگیا ہے، اور وہ دوسرے شہر میں رہتی ہیں، تو انھیں کل انکی تدفین سے پہلے پہلے وہاں پہنچنا ہے، اس کیلئے انھیں یہاں سے صبح صبح نکلنا ہوگا، اور وہ رجا کو ساتھ لے کر جانا چاہتی ہیں، اب اگر میں رجا کو صبح صبح لینے آتا تو اب سب ڈسٹرب ہوجاتے، اس لئے میں ابھی آگیا"۔ حماس نے تفصیل بتائی۔ "اوہ ہو ! اللہ پاک مغفرت فرمائے انکی، چلو تم لے جارجا کو، باقی کل میں تمہاری امی کو فون کرکے تعزیت کرلوں گی"۔ روبینہ نے کہا۔ "ارے نہیں آنٹی، فون نہیں کیجئے گا"۔ حماس نے جلدی سے کہا۔ " کیوں؟۔ روبینہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔ "وہ پھر ممی مجھ پر غصہ کریں گی کہ میں نے آپ لوگوں کو کیوں بتادیا ! کیونکہ ممی کی ان کزن

کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے، اور ممی کو بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی ان سے کسی بھی معاملے میں اظہارِ ہمدردی کرے، وہ تھوڑی الگ طبیعت کی مالک ہیں، آپکو پتہ تو ہے، اس لئے آپ اس بارے میں ان سے کوئی بات مت کیجئے گا"۔حماس نے وضاحت کی۔"اچھا چلو ٹھیک ہے، خیر تم بیٹھو، میں تمہارے لئے بھی چائے لاتی ہوں"۔روبینہ نے کہا۔"نہیں آنٹی، بس میں رجا کو لینے آیا تھا، اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں لے جاں رجا کو!۔حماس نے کہا۔"ارے ہاں بیٹا، تمہاری بیوی ہے یہ، اس میں بھلا اجازت لینے والی کونسی بات ہے"۔سلیم صاحب نے کہا۔"ٹھیک ہے، تو پھر چلیں رجا!۔حماس نے کہا۔اور رجا سر ہلاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

******

"ممی جی کی کونسی کزن کا کب انتقال ہو گیا؟"۔رجا نے پوچھا۔دونوں اس وقت کار میں گھر کی جانب جا رہے تھے۔" کوئی سی بھی نہیں"۔حماس نے اطمینان سے کہا۔"پر ابھی تھوڑی دیر پہلے تو تم نے کہا تھا"۔رجا نے کہا۔"وہ تو جھوٹ بولا تھا میں نے"

اوکھے پینڈے

زرناب علی

"مین آخری دفعہ پوچھ رہی ہوں تم سب سے کہ.... کس نے پھینکی وہ موئی جیل... اس بیچارے شریف حسن پہ؟؟'
دادی نے کوئی تیسری بار... آخری دفعہ پوچھا.. .
"اماں جیل نہیں تھی .. جیل ہوتی تو وہ بچہ بے چارہ روتا بھی نہ... اورنا اسکی ماں.... شکایت لے کر آتی... جیل مین ایلفی بھی تھی.... آدھا سر تو گنجا ہوگیا اس بے چارے کا"....
پھپھو نے جلتی پہ تیل ڈالا....



رہی جاتے یا اسے مار دیتے.....

اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ نا لگاتے.

یہ سزا تھی تو مشکل مگر اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....

یہ لمبا اور اوکھا پینڈا تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ طے کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی تھا....

یہ پینڈے بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی.....

اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ سچ بتا کر معیز ،سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈونچرز کی کہانیاں اپنے سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک ان سب کی بلیک میلنگ برداشت کرتی.....

اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کر کے چھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی آ گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ مومنہ ہی جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا.... مگر اس جیسی ڈومینیٹنگ لڑکی کے لیے انکی دھمکیوں کی وجہ سے رکنا یا کوئی کام کرنا مرنے سے بدتر تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا تماشہ نہیں بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ کچھ عرصہ برداشت کر لیتی.... آخر کار اسے اس کا ثواب میجر حیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے حجلہ عروسی میں چھوڑ کے گئی تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بدعائین لگنے سے ڈرا رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد دروازہ بند ہونے اور لاک کرنے کی آواز بھی آئی تھی.... گھونگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا تھا....

گھبراہٹ فطری تھی...

"اسلام علیکم"....

ساتھ ہی کوئی شیروانی جھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا...

وعلیکم اسلام کی آواز بھی منہ میں ہی رہ گئی تھی....

پھر گھونگھٹ الٹا گیا.. . اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے...

فوراً نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسے...

"یہ آپکا منہ دکھائی کا تحفہ"....

ساتھ ہی ایک کنگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا

" کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پلکیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نگل کر بات کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی .. ضروری بات ہے"....

نیہں کیا کرے گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....
"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے پہ.... میں نے یونہی مذاق میں"....
مرمر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا
"بس کچھ دفعہ آپکو.... میرا مطلب سب نے ارم ... ثمن.... وغیرہ نے"....
اور بمشکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اسکا ہاتھ جھٹکا.... اور ایسے بیڈ سے اٹھے... جیسے کرنٹ لگا ہو.... اسکے سارے گمان اپنی موت مر گئے تھے... وہ لڑکی جسے وہ اپنے خوابوں کی شہزادی سمجھ رہے تھے ... وہ کچھ عرصہ پہلے اسے عشقیہ شاعری بھیجتی رہی تھی.... اور خودکشی کی دھمکیاں دیتی رہی تھی.... اور وہ لڑکی جسے وہ نہایت فضول اور چھچھوری سمجھ کر لعنت بھیج چکے تھے.....ا
وہ انکی بیوی کی صورت انکے سامنے بیٹھی تھی.... زمین گول گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا مین محسوس کر رہے تھے...
"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمہیں شرم نہ آ ءایسی گھٹیا حرکتین کرتے ہوئے"
اور بھی نجانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....
یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی...
مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....
"اس وقت کہاں جاوں گی میں.... پلیز حیدر آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گ ء.... مگر پلیز مجھے اس طرح کمرے سے نا نکالیں"
وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی تھی.... اسک ءمنتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں اسکا غصہ کم ہوا..... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی اجازت دے دی..... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارننگ بھی دے ڈالی...
"مین صرف ماموں کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاوں.... اور اپنے کمرے میں تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھا لو یہ باتیں"
اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی..... اس نے اپنے غرور اور کمعقل ءمیں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنا دیا تھا. ... اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی..... اسکا دل اتنی جلدی تو نرم نہ ہوتا.....

ختم شدہ

گر پلیز آپ مجھے غلط نہ سمجھئے گا.... آپ سن رہے ہیں نا"

خاتون اپنا موقف کہنے کی پس و پیش سے کام لے رہی تھیں".....جی میں سن رہا ہوں"...

حوصلہ دیا.... وہ شرٹ اور ویسٹ (Vest) اتار چکا تھا..... اب بات ختم کر کے نہانا چاہتا تھا....

"وہ اصل میں آپ مجھے بہت اچھے لگے.... بہت سلجھے ہوئے سے.... آپ سمجھ رہے ہیں نا"....

اور بے اختیار اسکے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا...

بولا کچھ نہیں....

"تو اسی لیے آپکو میسجز کیئے.... بڑی مشکل سے تین چار دن لگا کر اپکا نمبر تلاش کیا.... اور آپ سے رابطہ کر سکی "....

خاتون نے گھبرائے ہوئے انداز میں اب کے جلدی جلدی بات مکمل کی.... اور وہ قہقہہ لگا کر ہنسا....

"ارے واہ.... کیا کہنے ہیں آپکے سپرٹ کے.... آپ نے ہفتہ پہلے مجھے دیکھا.... اور آپکو اسی وقت پتا چل گیا کہ مین اچھا اور سلجھا ہوا ہوں"....

وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا...

....."اور پھر آپ نے تیز ترین سروس دیتے ہوئے نا صرف میرا نمبر تلاش کیا.... بلکہ پچھلے تین دن سے نہایت دکھی شاعری بھی بھیج رہی ہیں..... ارے واہ میں تو متاثر ہی ہو گیا ہوں.... کیا کہنے آپکے.... خاتون ہو کر آپ نے نہایت ہمت کا مظاہرہ کیا ہے.... گڈ...ان فیکٹ امپریسو"....

وہ آخر مین متاثر ہونے والے انداز میں...بولا....

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے"....

خاتون نے اسکے استہزائیہ انداز پہ گھبرا کر کال کاٹ دی....

اور وہ موبائل بیڈ پہ اچھال کر واش روم میں گھس گیا....

نہا کر ریڈی ہو کر کمرے سے نکلا.... تو ایک دم کوئی ہفتہ پہلے...بینک کے باہر ملنے والی چند لڑکیاں یاد آئیں.... جو سیلفی لینا چاہتی تھیں.... مگر وہ معذرت کر گیا تھا....

میجر حیدر کے ذہن میں بینک کے باہر ملنے والی ان چند لڑکیوں کا خیال آیا.... پچھلے دنوں وہ باہر صرف ایک دفعہ کچھ کام سے بینک گیا تھا...وہیں کچھ خواتین دیکھی تھیں ... شاید انھی میں سے کوئی تھی...

وہ سر جھٹک کر رہ گیا...

لڑکیاں بھی عجیب ہیں آجکل....

وہ باہر لان میں آ کر.... گھر کال ملانے لگا.... عید سے دو دن پہلے جانا تھا اس نے... اطلاع دینی ضروری تھی.....

مومنہ پچھلے تین دنوں سے مسلسل میسجز کر رہی تھی.... پھر اس نے واٹس ایپ پہ بھی میسجز بھیجے.... مگر ادھر سین کر کے اگنور کیا جا رہا تھا....

پھر عید کی تیاریاں مکمل کرنے کی جلدی میں وہ سب مصروف ہو گئے.... اٹھائیسویں روزے کو بابا اور چاچو کی سمیت خاندان آمد ہونا تھی.... تب ہی اس نے نہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب

ہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب دیا.... اور اس کو علی بھائی کے نمبر پر بھیج دیا....
جسکا لب لباب کچھ یوں تھا کہ وہ ان سے شدید متاثر ہوئی ہے.... اور اب اسکے جذبات شدت اختیار کر گئے ہیں.... اور انکی طرف سے کوئی بھی منفی جواب اسکے لیے موت کا پروانہ بھی ثابت ہوسکتا ہے....
مقصد صرف ایک دفعہ انکو مطلوبہ ٹریک پہ لے کر آنا.... اور باقی سب پہ اپنا کہا ثابت کرنا تھا.... اس لیے جس حد تک ڈرامائی کر سکتی تھی... سچویشن کو اس حد تک ڈرامائی کر کے پیش کر دیا....
اس وقت تک وہ بلکل بے خبر تھی کہ یہ ایڈونچر اسکے گلے کی ہڈی بھی ثابت ہوسکتا ہے... جسے وہ نا نگل سکے گی نا اگل سکے گی....
بعض اوقات ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے یہ بلکل بھول جاتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل ہمارے لیے کس قدر مشکلات کھڑی کر سکتا ہے وہ بھی بھول گئی تھی....
اور توقع کے عین مطابق تیسری دھمکی پر جوابی کال آ گئی...
"جی محترمہ... کہیے... کیا کہنا ہے آپکو؟"
بغیر سلام دعا کے وہ خاصے جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولے
"مین نے جو کہنا ہے... کہہ چکی ہوں.... امید ہے آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے"
اعتماد سے کہا...
"جی میں نہیں سمجھ سکا... سوائے اسکے کہ آپ کو کوئی پریشانی ہے. . شاید کوئی فیملی پریشر.... مگر اپ مجھے یہ بتائیں میں آپکے لیے کیا کر سکتا ہوں...؟'
وہ اسکی دکھ بھری داستان پڑھ چکا تھا.... جس میں اس نے لکھا تھا کہ اسکا خاندان چاہتا ہے کہ وہ پھپھو کی بیٹے سے شادی کر لے... مگر وہ تمام خوبیوں کے باوجود اس پروپوزل پہ راضی نہیں.... کیونکہ وہ انکے بارے میں سخت سنجیدہ ہوچکی ہے.... اور ساتھ ہی اپنی محبت کی چند یقین دیانیاں
"جی میں کیا کر سکتا ہوں آپکے لیے؟'
وہ ہنوز حیران تھا
"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں...؟ آپ کو نہیں پتہ خی اگر کوئی قدر کرنے والا مل جائے تو کوء کرتے ہین؟"
عجیب آدمی تھا.... معیز نے تو اس بات پہ گھر اپنی اماں کو کنونس کرنا بھی شروع کر دیا تھا.... وہ تو جب پھپھو نے ساری بات اور انٹرنیٹ کی ملنے والی لڑکی اور معیز کی اس کے رشتے کی بات کرنے کی ضد سمیت دادی کو بتائی ٹو دادی نے نا صرف خود اسے آڑے ہاتھوں لیا... بلکہ علی بھائی اور بابا کو بھی بتایا.... تب انھوں نے بات کو بڑھتے دیکھ کر نہ صرف معیز کے تمام نمبر بلاک کیے.... بلکہ سم بھی چینج کرنی پڑی.....
ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیز کی خاصی بے عزتی ہوئی تھی... مگر اسکا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی
اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟

پڑی.....

ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیز کی خاصی بے عزتی ہوئی تھی... مگر اسکا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی

اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟

"آپ اپنے گھر والوں سے بات کریں.... مجھے پتہ ہے شپ شادی شدہ نہیں ہی.. سیدھے سے وہ میرے گھر والوں سے بات کریں.... ویسے بھی شادی اسی سے کرنی چاہیئے جو اپنے ساتھ زندگی گزارنا چاہے"....

اس حج نہایت معصومیت سے اتنی بڑی بات کہہ دی... مقصد صرف اپنے جذبات کے ایک نمبر ہونے کا یقین دلانا تھا

"جی میں اپنے گھر والوں سے تو نہیں... مگر آپکے گھر والوں سے بات کر سکتا ہوں... اگر آپ چاہیں تو..؟"

مومنہ حیران ہوئی.... اتنی جلدی مان گیا تھا... اور خود سے کیوں.....؟؟

کیا وہ گھر والوں کے علم میں لائے بغیر رشتے کی بات کرنا چاہتا تھا.... اب کی بات حیران ہونے کی باری مومنہ کی تھی....

بڑا ایڈوانس ہے

وہ سوچ کر رہ گئی

" کیا بات کریں گے... آپ؟"

استفہامیہ انداز میں زور آپ پہ ڈالا

"جی میں انھین آپکے جذبات بتاؤں گا.... کہ کس طرح اپ میرے بارے می سنجیدہ ہیں... اور جیسا کہ آہ نے کہا کہ تمام خوبیاں ہونے کے باوجود اپنی... غالباوہ آپکی پھپھو کے بیٹے ہیں نا جنھیں آپ ٹھکرا رہی ہیں....؟"

بات کرتے کرتے وہ رکا

"جی" وہ اتنا ہی بولی

"ہاں تو یقیناً تمام صورتحال جان کر وہ کم از کم آپکو خود کشی تو نہیں کرنے دیں گے.... تو ذرا کرائین بات اپنی امی سے"....

اور مومنہ کو احساس ہوا کہ وہ آدمی اسے بری طرح پھنسا رہا تھا... اسکی خودکشی کی دھمکی کا یہ جواب آئے گا...

اس نے سوچا نہیں تھا

"ہوں پاگل کہیں کا.... امی.... امی مجھے قتل نہ کر دیں.... آگر انھیں شک بھی وہ کہ میں کیا کر رہی ہوں....

اسکا دل چاہا کہ وہ چند گالیاں دے کر فون بند کر دے.... مگر اس سے کورا سٹوری خراب ہوتی.... اس لیے اس نے بے قدری کے چند طعنے دے کر فون بند کر دیا...

اسکے بعد ثمن کو تو جیسے موقع مل گیا تھا.... وہ بغیر کسی لحاظ کے اسے طعنے دیتی رہی.... وہ ایسے خوش تھی جیسے علی نہیں وہ اس چیکنگ پریڈ میں پاس ہوئی تھی....

خیر وہ بھی پھر کبھی ان طعنوں کا جواب دینے کا ارادہ کر کے ٹال جاتی

تھے... ان حالات میں دوبارہ کوئی کوشش کرنا خود کو پھنسانے کے مترادف تھا....

اسی لیے وہ اس دن کے بعد دوبارہ کال کرنے سے باز رہی... سوچا تاھ کچھ دنوں بعد ی ناراضی کا تاثر ختم کر کے دوبارہ ایک کوشش کرے گی.... مگر قسمت کو کچھ اور منظور تھا....

انتسویں روزے کو افطاری کے بعد تمام بڑوں کی کانفرنس ہوئی.... جسکا ایجنڈہ تو.... معیز کو امریکہ بھجوانے کے بارے میں صلاح مشورہ کرنا تھا..... مگر تیسویں روزے کو عقدہ کچھ اور کھلا..... اور وہ بھی تب جب ارم نے آ کر بک پھوڑا.... کہ "یار ظلم ہونے والا ہے"

اسکی موٹی موٹی آنکھیں کچھ زیادہ ہی کھلی ہوئی تھیں...

" کوءاچھی خبر نہ سنانا.... شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات ت اچھی سنائے"

مومنہ نے خبر سنے بغیر اس پہ وار کیا... گویا دل کو تسلی ہوئی تھی....

" تمہاری تو عید ہوگئی.... بری تو باقیوں کے لیے ہے"....

اس نے عجیب انتقامی نظروں سے اسے دیکھا

"عید سب ہی کی ہے.... اب کیا اکتیسواں روزہ رکھوانا ہے؟"

مومنہ نے بجی بے ذات نظروں سے اسے دیکھا...

" گھٹیا عورت تمہارا نکاح ہو رہا ہے وہ بھی کل اور"....

کہتے کہتے وہ رک گئی....

"نا کرو....؟"

یہ ثانیہ تھی

"قسم سے میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہی ہوں... دادی اپنے کمرے مین علی بھائی کو اسکے سگھڑ پن کی جو جھوٹی سچی تعریفیں سنا رہی ہیں"...

اشارہ مومنہ کی طرف کیا.... ارم کی آواز میں اب بھی حیرت کا عنصر باقی تھا

....." اور وہ کہہ رہے ہیں.... کہ اماں جو آپکو مناسب لگے.... بس مجھے غیر سنجیدہ اور چھچھورہ لڑکیاں سخت ناپسند تھیں..... مگر مومنہ کافی سمجھدار ہے ... آپ بھی یہی کہہ رہی کہ وہ سنجیدہ شخصیت کی مالک ہے .... مجھے بھی وہ باقیوں سے مختلف لگی ہے.... اور ماموں کی خوشی بھی اسی میں ہے.... تو میں کیسے اعتراض کر سکتا تھا"

سب نے عجیب بے اعتباری سیا سے دیکھا.....

اور اپنی جگہ شاک میں تو وہ بھی تھی..... کسی نے بتایا تک نہیں....

"اوٹو آن سب خواتین اس لیے بازار گئی ہیں....؟'

ثمن صبح صبح روزے کی حالت میں انکے بازار جانے پہ پہلے ہی حیران تھی.... اب وجہ مل گئی تھی

"بازار نہیں گئیں..... اپنے خاندانی جیولر کی طرف گئی ہیں.... باقی سب منگنی کا کہہ رہے تھے... مگر تایا ابو نے کہا... کہ نکاح کرنا مناسب ہے"....

ارم ساری معلومات لائی تھی....

" کس قدر منافق ہو تم... مومنہ.... مجھے اندازہ نہی

ے کی وجہ سے دادی اس سے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتیں تھیں.... اور یہ بات سب کو بری لگتی تھی دادی ہمیشہ اسکی سائید لیتی تھیں... مگر اسے ان سے ایسی محبت کی امید نہ تھی.... جی چاہا جا کر فوراً انکا منہ چوم لے.....

" گھنی.... دیکھو ذرا تمہاری نمبر میکنگ کام آ گئی" ثانیہ نے بھی بہن کے رشتے کا لحاظ بالائے تاک رکھ کر اسے کہا....

اگلا پورا دن تو اسکا خوشی مین گزر گیا.... علی سے ایک دفعہ سامنہ بھی ہوا..... اسے لگا وہ اسے دیکھ کر مسکرائے بھی.... پتہ نہیں مسکرائے تھے یا اسکی خوش فہمی ہی تھی... مگر وہ خوش تھی....

جبکہ باقی سب اس پہ خفا خفا رہیں.... رشتے سے زیادہ انھیں جھوٹی تعریفوں کا دکھ تھا.... بس نہ چل رہا تھا.... وسمجھ داری اور سنجیدہ مزاجی کے سارے قصے کھول کر سنا آئیں...

مگر مومنہ کی خوشیوں کو بریک اس وقت لگی.... جب وہ جو صبح سے دادی کے کہنے پہ انکے کمرے مین تھی... وہ بہت خوش تھیں. اور انھیں ڈر تھا کہ ادھر اُدھر پھرنے سے شام کو اس پہ روپ نہیں آئے گا اسی لیے اپنے پاس بٹھائے رکھا... وہ بھی خوشی سے بیٹھی رہی... دادی پہ ویسے بھی بڑا پیار آ رہا تھا....

ابھی ثمن اور ارم کمرے میں آئیں....

"یہ ہیں... تمہاری چیزیں.... اور کپڑے... ویسے تو ہمیں ادھر مہارانی صاحبہ کو تیار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے.... مگر بھول کر بھی نہ سوچنا کہ ہم تمارے نخرے اٹھائیں گے.... اس لیے اب اس حجرے سے اٹھو... اور اوپر آ کر نا صرف اپنے بلکہ ہمارے بھی کپڑے استری کرو".... مومنہ حیران تھی ایک ہی دن میں خون سفید ہو گیا تھا

" کیوں.... یہ کام تم لوگوں کا ہے آج" بھرپور نخرے سے کہا....

"زیادہ نخرہ دکھانے کی ضرورت نہیں..... زیادہ چیز بننے کی کوشش کی تو وہ سارے سکرین شارٹ میں علی بھائی کو بھیج دوں گی.... جن میں تم شیریں بنی انھیں خودکشی کی دھمکیاں دے رہی ہو.... اور تب تمہیں یہ پہننے کی ضرورت نہیں ہو گی.... وہ تو صرف نکاح سے انکار کریں گے مگر ماموں تمہیں.... جان سے مار دیں گی..... یہ سستی حرکتوں پہ"

ثمن کی زبان تو ویسے بھی زہر اگلتی تھی آج تو فراٹے بھر رہی تھی.....

دوسری طرف میجر حیدر علی مطمئن سا کچھ دیر بعد ہونے والے اپنے نکاح کے لیے تیار ہو رہے تھے .

مومنہ انکے بڑے ماموں کی بیٹی تھی... بہت زیادہ تو نہیں مگر کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی تھی.... خاندان کی باقی لڑکیوں کی نسبت وہ خاموش طبیعت اور سمجھدار فطرت کی مالک تھی....

وہ گھر والوں کے اس فیصلے سے خوش اور مطمئن تھے... انکی اکلوتی.... میچورلڑکی کی شرط پوری ہو گئی تھی....

¥انھیں خودکشی کی دھمکی دے رہی تھی

"پتہ نہیں لڑکیاں کیوں اتنی بے وقوف ہوتی ہیں.... اور کونسے مرد ہیں جوان عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں.... کم از کم مین تو ایسا نہیں کرسکتا"....

انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ انھیں ایک اچھی سمجھدار لڑکی مل گئی تھی...... اور انھیں اس امتحان سے نہیں گزرنا پڑا تھا....

دوسری جانب وہ شام کے نکاح کی دلہن اس وقت پورے خاندان کے کپڑے استری کر رہی تھی.... ابھی اسے تقریب میں پہننے کے لیے سب کے جوتے بھی صاف کرنے تھے...

اور وہ سوچ رہی تھی کتنا غلط کیا تھا اس نے اس آدمی کو چیک کرنے کے لیے ایسا قدم اٹھا کر.. .اپنے پاوں پہ خود کلہاڑی ماری تھی..... مگر اسکے علاوہ اسکے پاس کوئی چارہ نہیں تھا.....

ابھی ثمن ان سکرین شارٹس کو حیدر علی کے نمبر پہ بھیجنے لگی تھی..... ادھر وہ کوٸ بات ماننے سے انکار کرتی... ادھر وہ سینڈ کا بٹن دباتی...

"اگر میں نا مانوں تو؟"

اس نے آخری امید کے طور پہ تڑی لگائی

"تو یہ کہ تم مرنے کے لیے تیار ہو جاو.... تمہیں شاید خبر نہیں پہنچی کہ میجر حیدر علی تم سے تمہاری اس نام نہاد معصومیت اور سنجیدگی کی وجہ سے شادی کرنے کے لیے مانے ہیں... تو خود سوچو کہ تمہارا کیا ہوگا؟"

وہ چہرے پہ واٹنگ ماسک لگائے مزے سے لیٹی ہوئی سفا کی سے بولی

اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا کرسکتی تھیں.... کیونکہ بے شک وہ سب شامل تھیں... مگر انھیں صرف ڈانٹ پڑتی.... ان مین سے کسی کا نکاح کینسل نہ ہوتا.... کسی کی بدنامی نہیں ہونی تھی.... بدنامی صرف اسکی ہوتی.... اور ایسی گھٹیا باتیں بابا تک پہنچتیں تو وہ تو شاید مر ہی جاتے یا اسے مار دیتے.....

اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ نا لگاتے.

یہ سزا تھی تو مشکل مگر اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....

یہ لمبا اور اوکھا پینڈا تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ طے کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی تھا....

یہ پینڈے بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی.....

اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ سچ سچ بتا کر معیز، سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈونچرز کی کہانیاں اپنے سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک ان سب کی بلیک میلنگ برداشت کرتی.....

اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کر کے چھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی ا گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ مومنہ ہی جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا.... مگر اس جیسی ڈومینیٹنگ لڑکی کے لیے انکی دھمکیوں کی وجہ سے رکنا یا کوئی کام کرنا مرنے سے بدتر

تر تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا تماشہ نہیں بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ کچھ عرصہ برداشت کر لیتی.... آخرکار اسے اس کا ثواب میجر حیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے حجلہ عروسی میں چھوڑ کے گئی تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بد عائین لگنے سے ڈرا رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد دروازہ بند ہونے اور لاک کرنے کی آواز بھی آئی تھی.... گھونگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا تھا....

گھبراہٹ فطری تھی...

"اسلام علیکم"....

ساتھ ہی کوئی شیروانی جھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا...

وعلیکم اسلام کی آواز بھی منہ میں ہی رہ گئی تھی....

پھر گھونگھٹ الٹا گیا.. .اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے....

فوراً نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسے...

"یہ آپکا منہ دکھائی کا تحفہ"....

ساتھ ہی ایک کنگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا

"کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پلکیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نگل کر بات کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی .. ضروری بات ہے"....

وہ منمنا کر رہ گئی ...

"جی جناب.... آپ ہی کی باتیں سننے کا اشتیاق ہے.... گو کہ سنا ہے آپ بہت کم بولتی ہیں .. مگر اچھا بولتی ہیں.... تو میں بھی سننا چاہوں گا"

جو ہمت جمع ہوئی تھی... وہ خود ہی دم توڑ گئی.... اسکی باتوں نے اسے ڈرا دیا تھا... پتہ نہیں کیا کرے گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....

"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے پہ.... میں نے یونہی مذاق میں"....

مر مر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا

"بس کچھ دفعہ آپکو.... میرا مطلب سب نے ارم ... ثمن.... وغیرہ نے"....

اور بمشکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اسکا ہاتھ جھٹکا.... اور ایسے بیڈ سے اٹھے... جیسے کرنٹ لگا

ی رہی تھی.... اور خودکشی کی دھمکیاں دیتی رہی تھی.... اور وہ لڑکی جسے وہ نہایت فضول اور چھچھوری سمجھ کر لعنت بھیج چکے تھے.....ا

وہ انکی بیوی کی صورت انکے سامنے بیٹھی تھی.... زمین گول گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا مین محسوس کر رہے تھے...

"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمھیں شرم نہ آ ءایسی گھٹیا حرکتین کرتے ہوئے"

اور بھی نجانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....

یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی...

مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....

"اس وقت کہاں جاوں گی میں.... پلیز حیدر آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گ ء.... مگر پلیز مجھے اس طرح کمرے سے نا نکالیں"

وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی تھی.... اسک ءمنتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں اسکا غصہ کم ہوا..... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی اجازت دے دی..... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارننگ بھی دے ڈالی...

"مین صرف ماموں کی وجہ سے تمھیں اس کمرے میں رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاوں.... اور اپنے کمرے میں تمھاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھا لو یہ باتیں"

اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی..... اس نے اپنے غرور اور کمعقل ءمیں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنا دیا تھا. ...اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی..... اسکا دل اتنی جلدی تو نرم نہ ہوتا.....

ختم شدہ

گے"....

وقفے وقفے سے بات کی گئی.... آواز میں تھوڑی جھجک تھی....

ور بے اختیار اسکے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا...

بولا کچھ نہیں....

"تو اسی لیے آپکو میسجز کیئے.... بڑی مشکل سے تین چار دن لگا کر اپکا نمبر تلاش کیا.... اور آپ سے رابطہ کر سکی ...."

خاتون نے گھبرائے ہوئے انداز میں اب کے جلدی جلدی بات مکمل کی.... اور وہ قہقہہ لگا کر ہنسا....

"ارے واہ.... کیا کہنے ہیں آپکے سپرٹ کے.... آپ نے ہفتہ پہلے مجھے دیکھا.... اور آپکو اسی وقت پتا چل گیا کہ مین اچھا اور سلجھا ہوا ہوں"....

وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا...

....."اور پھر آپ نے تیز ترین سروس دیتے ہوئے نا صرف میرا نمبر تلاش کیا.... بلکہ پچھلے تین دن سے نہایت دکھی شاعری بھی بھیج رہی ہیں..... ارے واہ میں تو متاثر ہی ہو گیا ہوں.... کیا کہنے آپکے.... خاتون ہو کر آپ نے نہایت ہمت کا مظاہرہ کیا ہے.... گڈ... ان فیکٹ امپریسو"....

وہ آخر مین متاثر ہونے والے انداز میں... بولا....

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے"....

خاتون نے اسکے استہزائیہ انداز پہ گھبرا کر کال کاٹ دی....

اور وہ موبائل بیڈ پہ اچھال کر واش روم میں گھس گیا.... نہا کر ریڈی ہو کر کمرے سے نکلا.... تو ایک دم کوئی ہفتہ پہلے... بینک کے باہر ملنے والی چند لڑکیاں یاد آئیں.... جو سیلفی لینا چاہتی تھیں.... مگر وہ معذرت کر گیا تھا....

میجر حیدر کے ذہن میں بینک کے باہر ملنے والی ان چند لڑکیوں کا خیال آیا.... پچھلے دنوں وہ باہر صرف ایک دفعہ کچھ کام سے بینک گیا تھا... وہیں کچھ خواتین دیکھی تھیں ... شاید انھی میں سے کوئی تھی...

وہ سر جھٹک کر رہ گیا...

لڑکیاں بھی عجیب ہیں آجکل....

وہ باہر لان میں آ کر.... گھر کال ملانے لگا.... عید سے دو دن پہلے جانا تھا اس نے... اطلاع دینی ضروری تھی.....

مومنہ پچھلے تین دنوں سے مسلسل میسجز کر رہی تھی.... پھر اس نے واٹس ایپ پہ بھی میسجز بھیجے.... مگر ادھر سین کر کے اگنور کیا جا رہا تھا....

پھر عید کی تیاریاں مکمل کرنے کی جلدی میں وہ سب مصروف ہو گئے.... اٹھائیسویں روزے کو بابا اور چاچو کی سمیت خاندان آمد ہونا تھی.... تب ہی اس نے نہایت محنت سے ایک واضح پیغام ترتیب دیا.... اور اس کو علی بھائی کے نمبر پر بھیج دیا....

جسکا لب لباب کچھ یوں تھا کہ وہ ان سے شدید متاثر ہوئی ہے.... اور اب اسکے جذبات شدت اختیار کر گئے ہیں.... اور انکی طرف سے کوئی بھی منفی جواب اسکے لیے موت کا پروانہ بھی ثابت ہو سکتا ہے....

مقصد صرف ایک دفعہ انکو مطلوبہ ٹریک پہ لے کر آنا.... اور باقی سب پہ اپنا کہا ثابت کرنا تھا.... اس لیے جس حد تک ڈرامائی کر سکتی تھی... سچویشن کو اس حد

تک ڈرامائی کر کے پیش کر دیا....
اس وقت تک وہ بلکل بے خبر تھی کہ یہ ایڈونچر اسکے گلے کی ہڈی بھی ثابت ہوسکتا ہے... جسے وہ نا نگل سکے گی نا اگل سکے گی....
بعض اوقات ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے یہ بلکل بھول جاتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل ہمارے لیے کس قدر مشکلات کھڑی کر سکتا ہے وہ بھی بھول گئی تھی....
اور توقع کے عین مطابق تیسری دھمکی پر جوابی کال آ گئی...
"جی محترمہ... کہیے... کیا کہنا ہے آپکو؟"
بغیر سلام دعا کے وہ خاصے جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولے
"مین نے جو کہنا ہے... کہہ چکی ہوں.... امید ہے آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے"
اعتماد سے کہا...
"جی میں نہیں سمجھ سکا... سوائے اسکے کہ آپ کو کوئی پریشانی ہے. .شاید کوئی فیملی پریشر.... مگر اپ مجھے یہ بتائیں میں آپکے لیے کیا کر سکتا ہوں...؟'
وہ اسکی دکھ بھری داستان پڑھ چکا تھا.... جس میں اس نے لکھا تھا کہ اسکا خاندان چاہتا ہے کہ وہ پھپھو کی بیٹے سے شادی کر لے... مگر وہ تمام خوبیوں کے باوجود اس پروپوزل پہ راضی نہیں.... کیونکہ وہ انکے بارے میں سخت سنجیدہ ہو چکی ہے.... اور ساتھ ہی اپنی محبت کی چند یقین دیانیاں
"جی میں کیا کر سکتا ہوں آپکے لیے؟'
وہ ہنوز حیران تھا
"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں...؟ آپ کو نہیں پتہ خی اگر کوئی قدر کرنے والا مل جائے تو کوء کرتے ہین؟"
عجیب آدمی تھا.... معیز نے تو اس بات پہ گھر اپنی اماں کو کونس کرنا بھی شروع کر دیا تھا.... وہ تو جب پھپھو نے ساری بات اور انٹرنیٹ کی ملنے والی لڑکی اور معیز کی اس کے رشتے کی بات کرنے کی ضد سمیت دادی کو بتائی ٹو دادی نے نا صرف خود اسے آڑے ہاتھوں لیا... بلکہ علی بھائی اور بابا کو بھی بتایا.... تب انھوں نے بات کو بڑھتے دیکھ کر نہ صرف معیز کے تمام نمبر بلاک کیے.... بلکہ سم بھی چینج کرنی پڑی.....
ویسے ان دونوں کے ہاتھوں معیز کی خاصی بے عزتی ہوئی تھی... مگر اسکا عشق اتنی آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوا تھا.... اللہ اللہ کر کے جان چھوٹی تھی
اور اب یہ بندہ پوچھ رہا تھا کہ کیا کر سکتا ہوں؟
"آپ اپنے گھر والوں سے بات کریں.... مجھے پتہ ہے شپ شادی شدہ نہیں ہی.. سیدھے سے وہ میرے گھر والوں سے بات کریں.... ویسے بھی شادی اسی سے کرنی چاہیئے جو اپنے ساتھ زندگی گزارنا چاہے"....
اس جح نہایت معصومیت سے اتنی بڑی بات کہہ دی... مقصد صرف اپنے جذبات کے ایک نمبر ہونے کا یقین دلانا تھا
"جی میں اپنے گھر والوں سے تو نہیں... مگر آپکے گھر والوں سے بات کر سکتا ہوں... اگر آپ چاہیں تو..؟"

مومنہ حیران ہوئی.... اتنی جلدی مان گیا تھا... اور خود سے کیوں.....؟؟

کیا وہ گھر والوں کے علم میں لائے بغیر رشتے کی بات کرنا چاہتا تھا.... اب کی بات حیران ہونے کی باری مومنہ کی تھی....

بڑا ایڈوانس ہے

وہ سوچ کر رہ گئی

" کیا بات کریں گے... آپ؟"

استفہامیہ انداز میں زور آپ پہ ڈالا

"جی میں انھیں آپکے جذبات بتاؤں گا.... کہ کس طرح اپ میرے بارے می سنجیدہ ہیں... اور جیسا کہ آ نے کہا کہ تمام خوبیاں ہونے کے باوجود اپنی... غالباوہ آپکی پھپھو کے بیٹے ہیں ناجنھیں آپ ٹھکرا رہی ہیں....؟"

بات کرتے کرتے وہ رکا

"جی" وہ اتنا ہی بولی

"ہاں تو یقیناً تمام صورتحال جان کر وہ کم از کم آپکو خودکشی تو نہیں کرنے دیں گے.... تو ذرا کرائین بات اپنی امی سے".....

اور مومنہ کو احساس ہوا کہ وہ آدمی اسے بری طرح پھنسا رہا تھا.... اسکی خودکشی کی دھمکی کا یہ جواب آئے گا...

اس نے سوچا نہیں تھا

"ہوں پاگل کہیں کا.... امی.... امی مجھے قتل نہ کر دیں.... آ گر انھیں شک بھی وہ کہ میں کیا کر رہی ہوں....

اسکا دل چاہا کہ وہ چند گالیاں دے کر فون بند کر دے.... مگر اس سے کورا سٹوری خراب ہوتی.... اس لیے اس نے بے قدری کے چند طعنے دے کر فون بند کر دیا...

اسکے بعد ثمن کو تو جیسے موقع مل گیا تھا.... وہ بغیر کسی لحاظ کے اسے طعنے دیتی رہی.... وہ ایسے خوش تھی جیسے علی نہیں وہ اس چیکنگ پریڈ میں پاس ہوئی تھی....

خیر وہ بھی پھر کبھی ان طعنوں کا جواب دینے کا ارادہ کر کے ٹال جاتی

اٹھائیسویں روزے کو افطاری سے پہلے علی بھائی بھی گھر آ گئے تھے... ان حالات میں دوبارہ کوئی کوشش کرنا خود کو پھنسانے کے مترادف تھا....

اسی لیے وہ اس دن کے بعد دوبارہ کال کرنے سے باز رہی... سوچا تاھ کچھ دنوں بعد ی ناراضی کا تاثر ختم کر کے دوبارہ ایک کوشش کرے گی.... مگر قسمت کو کچھ اور منظور تھا....

انتسویں روزے کو افطاری کے بعد تمام بڑوں کی کانفرنس ہوئی.... جسکا ایجنڈہ تو.... معیز کو امریکہ بھجوانے کے بارے میں صلاح مشورہ کرنا تھا.... مگر تیسویں روزے کو عقدہ کچھ اور کھلا..... اور وہ بھی تب جب ارم نے آ کر بک پھوڑا.... کہ "یار ظلم ہونے والا ہے"

اسکی موٹی موٹی آنکھیں کچھ زیادہ ہی کھلی ہوئی تھیں...

" کوءاچھی خبر نہ سنانا.... شکل اچھی نا ہو تو بندہ بات ت

اچھی سنائے"

مومنہ نے خبر سنے بغیر اس پہ وار کیا... گویا دل کو تسلی ہوئی تھی....

"تمہاری تو عید ہوگئی.... بری تو باقیوں کے لیے ہے"....

اس نے عجیب انتقامی نظروں سے اسے دیکھا

"عید سب ہی کی ہے.... اب کیا اکتیسواں روزہ رکھوانا ہے؟"

مومنہ نے بجی بے ذات نظروں سے اسے دیکھا....

" گھٹیا عورت تمہارا نکاح ہو رہا ہے وہ بھی کل اور"....

کہتے کہتے وہ رک گئی....

"نا کرو....؟"

یہ ثانیہ تھی

"قسم سے میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہی ہوں... دادی اپنے کمرے مین علی بھائی کو اسکے سگھڑ پن کی جو جھوٹی سچی تعریفیں سنا رہی ہیں"...

اشارہ مومنہ کی طرف کیا.... ارم کی آواز میں اب بھی حیرت کا عنصر باقی تھا

....." اور وہ کہہ رہے ہیں.... کہ اماں جو آپکو مناسب لگے.... بس مجھے غیر سنجیدہ اور چھچھورہ لڑکیاں سخت ناپسند تھیں..... مگر مومنہ کافی سمجھ دار ہے ... آپ بھی یہی کہہ رہی کہ وہ سنجیدہ شخصیت کی مالک ہے .... مجھے بھی وہ باقیوں سے مختلف لگی ہے.... اور ماموں کی خوشی بھی اسی میں ہے.... تو میں کیسے اعتراض کر سکتا تھا"

سب نے عجیب بے اعتباری سیا سے دیکھا.....

اور اپنی جگہ شاک میں تو وہ بھی تھی..... کسی نے بتایا تک نہیں....

"اوٹو آن سب خواتین اس لیے بازار گئی ہیں....؟'

ثمن صبح صبح روزے کی حالت میں انکے بازار جانے پہ پہلے ہی حیران تھی.... اب وجہ مل گئی تھی

"بازار نہیں گئیں..... اپنے خاندانی جیولر کی طرف گئی ہیں.... باقی سب منگنی کا کہہ رہے تھے... مگر تایا ابو نے کہا... کہ نکاح کرنا مناسب ہے"....

ارم ساری معلومات لائی تھی....

" کس قدر منافق ہو تم... مومنہ.... مجھے اندازہ نہی تھا نانی تمہاری منافقت میں اس حد تک آ جائیں گی....؟"

ثمن نے شاکی نظروں سے اسکی طرف دیکھا....

جبکہ وہ جو خاموش بیٹھی تھی.... آنکھوں مین خوشی کی چمک دیکھنے لائق تھی....

بڑی ہونے کی وجہ سے دادی اس سے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کرتیں تھیں.... اور یہ بات سب کو بری لگتی تھی دادی ہمیشہ اسکی سائیڈ لیتی تھیں... مگر اسے ان سے ایسی محبت کی امید نہ تھی.... جی چاہا جا کر فورا انکا منہ چوم لے.....

" گھنی.... دیکھو ذرا تمہاری نمبر میکنگ کام آ گئی"

ثانیہ نے بھی بہن کے رشتے کا لحاظ بالائے تاک رکھ کر اسے کہا....

اگلا پورا دن تو اسکا خوشی مین گزر گیا.... علی سے ایک

دفعہ سامنہ بھی ہوا..... اسے لگا وہ اسے دیکھ کر مسکرائے بھی.... پتہ نہیں مسکرائے تھے یا اسکی خوش فہمی ہی تھی... مگر وہ خوش تھی....

جبکہ باقی سب اس پہ خفا خفا رہیں.... رشتے سے زیادہ انھیں جھوٹی تعریفوں کا دکھ تھا.... بس نہ چل رہا تھا.... وسمجھداری اور سنجیدہ مزاجی کے سارے قصے کھول کر سنا آئیں...

مگر مومنہ کی خوشیوں کو بریک اس وقت لگی.... جب وہ جو صبح سے دادی کے کہنے پہ انکے کمرے مین تھی... وہ بہت خوش تھیں. اورانھیں ڈر تھا کہ ادھر اسھر پھرنے سے شام کو اس پہ روپ نہیں آئے گا اسی لیے اپنے پاس بٹھائے رکھا... وہ بھی خوشی سے بیٹھی رہی... دادء پہ ویسے بھی بڑا پیار آ رہا تھا....

ابھی ثمن اور ارم کمرے میں آئیں....

"یہ ہیں... تمہاری چیزیں.... اور کپڑے... ویسے تو ہمیں ادھر مہارانی صاحبہ کو تیار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے.... مگر بھول کر بھی نہ سوچنا کہ ہم تمارے نخرے اٹھائیں گے.... اس لیے اب اس حجرے سے اٹھو.... اور اوپر آ کرنا صرف اپنے بلکہ ہمارے بھی کپڑے استری کرو".... مومنہ حیران تھی ایک ہی دن میں خون سفید ہو گیا تھا

" کیوں.... یہ کام تم لوگوں کا ہے آج"

بھرپور نخرے سے کہا....

"زیادہ نخرہ دکھانے کی ضرورت نہیں..... زیادہ چیز بننے کی کوشش کی تو وہ سارے سکرین شارٹ میں علی بھائی کو بھیج دوں گی.... جن میں تم شیریں بنی انھیں خودکشی کی دھمکیاں دے رہی ہو..... اور تب تمہیں یہ پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی.... وہ تو صرف نکاح سے انکار کریں گے مگر ماموں تمہیں.... جان سے ماردیں گی..... یہ سستی حرکتوں پہ"

ثمن کی زبان تو ویسے بھی زہر اگلتی تھی آج تو فراٹے بھر رہی تھی.....

دوسری طرف میجر حیدر علی مطمئن سا کچھ دیر بعد ہونے والے اپنے نکاح کے لیے تیار ہو رہے تھے .

مومنہ انکے بڑے ماموں کی بیٹی تھی... بہت زیادہ تو نہیں مگر کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی تھی.... خاندان کی باقی لڑکیوں کی نسبت وہ خاموش طبیعت اور سمجھدار فطرت کی مالک تھی....

وہ گھر والوں کے اس فیصلے سے خوش اور مطمئن تھے... انکی اکلوتی.... میچور لڑکی کی شرط پوری ہوگئی تھی....

ایک دم انھیں اس فون والی سٹوپڈ شاعرہ کا خیال آیا.... جو دو دن پہلے انھیں خودکشی کی دھمکی دے رہی تھی

"پتہ نہیں لڑکیاں کیوں اتنی بے وقوف ہوتی ہیں.... اور کونسے مرد ہیں جوان عورتوں کے ساتھ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں.... کم از کم مین تو ایسا نہیں کرسکتا"....

انھوں نے اللہ کا شکرادا کیا کہ انھیں ایک اچھی سمجھدار لڑکی مل گئی تھی...... اور انھیں اس امتحان سے نہیں گزرنا پرا تھا....

دوسری جانب وہ شام کے نکاح کی دلہن اس وقت

پورے خاندان کے کپڑے استری کر رہی تھی.... ابھی اسے تقریب میں پہننے کے لیے سب کے جوتے بھی صاف کرنے تھے...

اور وہ سوچ رہی تھی کتنا غلط کیا تھا اس نے اس آدمی کو چیک کرنے کے لیے ایسا قدم اٹھا کر.. . اپنے پاوں پہ خود کلہاڑی ماری تھی..... مگر اسکے علاوہ اسکے پاس کوئی چارہ نہیں تھا.....

ابھی ثمن ان سکرین شارٹس کو حیدر علی کے نمبر پہ بھیجنے لگی تھی..... ادھر وہ کوء بات ماننے سے انکار کرتی... ادھر وہ سینڈ کا بٹن دباتی...

"اگر میں نا مانوں تو؟"

اس نے آخری امید کے طور پہ تڑی لگائی

"تو یہ کہ تم مرنے کے لیے تیار ہو جاو.... تمہیں شاید خبر نہیں پہنچی کہ میجر حیدر علی تم سے تمہاری اس نام نہاد معصومیت اور سنجیدگی کی وجہ سے شادی کرنے کے لیے مانے ہیں.... تو خود سوچو کہ تمہارا کیا ہوگا؟"

وہ چہرے پہ واٹنگ ماسک لگائے مزے سے لیٹی ہوئی سفاکی سے بولی

اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا کر سکتی تھیں.... کیونکہ بے شک وہ سب شامل تھیں... مگر انھیں صرف ڈانٹ پڑتی.... ان مین سے کسی کا نکاح کینسل نہ ہوتا.... کسی کی بدنامی نہیں ہونی تھی.... بدنامی صرف اسکی ہوتی.... اور ایسی گھٹیا باتیں بابا تک پہنچتیں تو وہ تو شاید مر ہی جاتے یا اسے مار دیتے.....

اور میجر حیدر علی اسے چھوڑنے میں ایک لمحہ نا لگاتے.

یہ سزا تھی تو مشکل مگر اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی....

یہ لمبا اور اوکھا پینڈا تھا.... مگر ابھی اسے چپ چاپ طے کرنا تھا.... کم از کم رخصتی تک تو برداشت کرنا ہی تھا....

یہ پینڈے بڑے اوکھے تھے.... جس میں وہ اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے پھنس گئی تھی.....

اسکے پاس دو ہی راستے تھے یا تو وہ سب کچھ سچ سچ بتا کر معیز، سیف اور حیدر علی سمیت اپنے تمام ایڈونچرز کی کہانیاں اپنے سر قبول کرتی یا پھر کم از کم شادی تک ان سب کی بلیک میلنگ برداشت کرتی.....

اس نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا تھا....

اللہ اللہ کر کے چھ مہینے گزر گئے.... اور رخصتی کا دن بھی آ گیا.... مگر ان چھ مہینوں میں جو ظلم مومنہ نے سہا تھا وہ مومنہ ہی جانتی تھی.... کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا.... مگر اس جیسی ڈومینیٹنگ لڑکی کے لیے انکی دھمکیوں کی وجہ سے رکنا یا کوئی کام کرنا مرنے سے بدتر تھا.... مگر وہ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے خود کا تماشہ نہیں بنوا سکتی تھی.... اتنی عقل تو تھی ہی اس میں کہ کچھ عرصہ برداشت کر لیتی.... آخر کار اسے اس کا ثواب میجر حیدر علی کی صورت ملنے والا تھا....

ابھی کچھ دیر پہلے اسے حجلہ عروسی میں چھوڑ کے گئی تھیں.... وہ اسے کنواروں کی بدعائیں لگنے سے ڈرا رہی تھیں.... مگر وہ مطمئن تھی.... کہ وہ سب کچھ خود ہی حیدر کو بتا دے گی.... اور جب اسے پتہ چلے

گا.... کہ اس نے اپنی غلطی کی کیسی سزا بھگتی ہے.... تو وہ بھی اسے معاف کر دے گا....

ابھی دروازے پہ دستک ہوئی تھی.... کچھ دیر بعد دروازہ بند ہونے اور لاک کرنے کی آواز بھی آئی تھی.... گھونگھٹ کے اندر اسے پریشانی نے گھیر رکھا تھا....

گھبراہٹ فطری تھی...

"اسلام علیکم"....

ساتھ ہی کوئی شیروانی جھٹک کر پیچھے کی.... بیڈ پہ بیٹھا تو مومنہ کو خوف محسوس ہونے لگا...

وعلیکم اسلام کی آواز بھی منہ میں ہی رہ گئی تھی....

پھر گھونگھٹ الٹا گیا.. .اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا.... وہ مسکرا رہے تھے...

فوراً نظریں جھکا لیں.... وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسے...

"یہ آپکا منہ دکھائی کا تحفہ"....

ساتھ ہی ایک کنگن بڑی آہستگی سے اسکی کلائی میں منتقل کر دیا گیا

"کچھ بولیں گی نہیں.... مومنہ آپ؟"

ہاتھ ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا....

اس نے بمشکل پلکیں اٹھا کر دیکھا.... پھر تھوک نگل کر بات کرنے کا فیصلہ کیا

"وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی .. ضروری بات ہے"....

وہ منمنا کر رہ گئی ...

"جی جناب.... آپ ہی کی باتیں سننے کا اشتیاق ہے.... گو کہ سنا ہے آپ بہت کم بولتی ہیں .. مگر اچھا بولتی ہیں.... تو میں بھی سننا چاہوں گا"

جو ہمت جمع ہوئی تھی... وہ خود ہی دم توڑ گئی.... اسکی باتوں نے اسے ڈرا دیا تھا... پتہ نہیں کیا کرے گا؟ سوال ذہن میں ناچ رہا تھا....

"وہ دراصل کچھ عرصہ پہلے.... سب کے کہنے پہ.... میں نے یونہی مذاق میں"....

مرمر کے بولتی وہ بات شروع کر چکی تھی.... بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا

"بس کچھ دفعہ آپکو.... میرا مطلب سب نے ارم ... ثمن.... وغیرہ نے"....

اور بمشکل اس نے شروع سے آخر تک تمام بات اسے بتائی.... پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا.... حیدر علی ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہے تھے.... فوراً اسکا ہاتھ جھٹکا.... اور ایسے بیڈ سے اٹھے... جیسے کرنٹ لگا ہو.... اسکے سارے گمان اپنی موت مر گئے تھے... وہ لڑکی جسے وہ اپنے خوابوں کی شہزادی سمجھ رہے تھے ...وہ کچھ عرصہ پہلے اسے عشقیہ شاعری بھیجتی رہی تھی.... اور خودکشی کی دھمکیاں دیتی رہی تھی.... اور وہ لڑکی جسے وہ نہایت فضول اور چھچھوری سمجھ کر لعنت بھیج چکے تھے.....ا

وہ انکی بیوی کی صورت انکے سامنے بیٹھی تھی.... زمین گول گول گھوم رہی تھی.... وہ خود کو خلا مین محسوس کر رہے تھے...

"دفعہ ہو جاو اس کمرے سے.... تمہیں شرم نہ آ ءایسی گھٹیا حرکتین کرتے ہوئے"

اور بھی نجانے کیا کیا بولتے وہ اسے گھسیٹ کر کمرے کے دروازے تک لے آئے تھے.... اتنی احتیاط کے باوجود وہ دھوکا کھا گئے تھے....

یہ بات انھیں ہضم نہی ہو رہی تھی...

مومنہ رونے اور معافیاں مانگنے لگی....

"اس وقت کہاں جاوں گی میں.... پلیز حیدر آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گ ء.... مگر پلیز مجھے اس طرح کمرے سے نا نکالیں"

وہ تمام عزت نفس بھول کر اس سے معافیاں مانگ رہی تھی.... اسک ءمنتوں کے بعد کوئی آدھے گھنٹے میں اسکا غصہ کم ہوا..... اور اس نے اسے زمین پر سونے کی اجازت دے دی..... ساتھ ہی اپنے سامنے منہ بند رکھنے اور اپنی اوقات میں رہنے کی وارننگ بھی دے ڈالی...

"مین صرف ماموں کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں رہنے کی اجازت دے رہا ہوں.... اپنی حدود کبھی نا بھولنا.... کم از کم تب تک جب تک میں تمہاری ان گھٹیا حرکتوں کو بھول نہ جاوں.... اور اپنے کمرے میں تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتا میں.... ذہن میں بٹھا لو یہ باتیں"

اتنا کہہ کر وہ تو بیڈ پر جا کر لیٹ گیا.... مگر مومنہ اس بھاری لباس میں اپنی قسمت کو بیٹھی روتی رہی.... ابھی اسکی سزا ختم نہیں ہوئی تھی..... اس نے اپنے غرور اور کمعقل ءمیں خود کو ان مشکل راہوں کا مسافر بنا دیا تھا.

... اور پتہ نہیں کتنی سزا باقی تھی..... اسکا دل اتنی جلدی تو نرم نہ ہوتا.....

اچھے اوصاف

زندگی ایک کہانی کی مانند ہے جس طرح کہانی اپنے خوبصورت الفاظ سے ہی خوبصورت لگتی ہے اسی طرح زندگی بھی اپنے اچھے اوصاف سے ہی اچھی لگتی ہے.

مزید پڑھیں

با ھمت

اگر زندگی کے سفر میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اپنے دلوں کو سی لو کسی کو اپنا سمجھ کر دکھ درد بیان کرنے کی کوشش نہ کرو . اور ایسے باہمت بن جا کے لوگ تمہاری مثالیں دیں.

زندگی اس طریقے سے گزارو

زندگی اس طریقے سے گزارو کے جب تمہیں موت آئے تو تم ہنستے ہوئے جا اور تمہیں دیکھ کر تمہاری اچھی باتیں سوچ کر روئیں.

یادگار زندگی

کچھ لوگ زندگی میں ہی مردہ ہوتے ہیں اور کچھ مرنے کے بعد بھی زندہ.

زندگی کا مقصد

انسان کی زندگی کا مقصد دوسروں کے آنسو ختم کرنا ہونا چاہیے.

زندگی دریا ھے

زندگی دریا ہے آخرت اس کا ساحل اور تقوی اس کی کشتی

ماہ جبین

فہمیدہ ناز (کراچی)

۔ماہ جبیں نام رکھنے والے نے نا جانے کیا سوچ کر نام رکھا ہوگا۔اور بھائی۔۔اپنے ماں باپ کو تو ہر بچہ ماہ جبیں دل نشیں ۔دلبر ہی لگتا ھے۔یہ تھیں محترمہ ماہ جبیں ندیم۔۔بوٹا قد کسا ہوا بدن سانولا چمکتا رنگ۔چار بھائیوں کی لاڈلی تیسرے نمبر کی بہن تھیں بڑی بہنوں کی شادی بھی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں میں ہوئی تھی۔سرجانی کے پوش علاقے میں رہنے والی ماہ جبیں بڑی ہی خوش مزاج ہیں۔سسر کے چھوڑے ساٹھ گز کیگھر ایک حصہ میں رہتی ہیں دوسرے حصے میں ان کی جیٹھانی اور موٹے تازے جیٹھ اپنے عیال کے ساتھ رونق افروز ہیں۔خیر سے دونوں ہی تین تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے والدین ہیں۔روایتی جلاپا کہیں نظر نہیں آتا۔جیٹھانی کے بچے تو بڑے بڑے ہیں



اسکول سے بھاگ بھاگ کر اتنا بڑے ہو گئے کے اب تو ہاتھ ہی نہیں اتے۔ ہاں بیٹی ضرور روزانہ تیار ہو کر ابو جی کے رکشے میں ٹھسے سے جاتی ہیں۔ ماہ جبیں کے بچے بھی خیر سے کزن کے ہی نقش قدم پر قدم رکھ رہے ہیں۔ دنیا کے سب ڈفر بچے جہاں بھی پڑھنے بٹھاتی دو دن سے تیسرا دن نہیں ہوتا۔ اور استانی ہاتھ جوڑ کر کہتی بہن ہم سے پیسے لے لو اور ان کو اپنے پاس ہی رکھو۔ پتنگ کنچے گلی ڈنڈے۔ بچوں کو مارنے کوٹنے میں چمپین ہیں ماہ جبیں کے بچے۔ بچے نہیں ہیں علامہ ہیں پورے۔ ماہ جبیں بڑے اسٹائل کی لڑکی ھے ہم تو ان کو لڑکی ہی کہیں گے۔ کہیں اگر یہ سب پڑھ لیا کہیں سے تو سخت برا لگے گا ان کو عورت کہنا۔ اور اب ان کے نصف بہتر کی بھی سنیے۔ ماہ جبیں تو بھائیوں کو دودھ دہی کی دوکان کے بل پر صحت کی دولت سے مالا مال ہے لیکن ان کے ہسبینڈ ماچس کی تیلی سے تھوڑے سے ہی موٹے ہیں ہوا چلتی ھے تو اماں جب میں اٹھنی ڈال دیتی کہیں سپوت اڑ کر کسی ڈال پر نا جا بیٹھے۔۔ اس پر اس کے بھرم۔ ڈنڈے سے مہ جبیں کی دھنای کر کے ہی اس کی آتما کو شانتی ملتی ھے۔ ہاتھ سے کرے گا تو خود کے ہی لگے گی نا۔۔۔ جب بھی یہ شو ہوتا ھے پورا محلّہ بنا ٹکٹ مستفیض ہوتا ھے۔ کے گھر کی دیواریں چھوٹی ہیں اور سارا محلّہ اپنی اپنی چھتوں پر چڑھ کر دھن دھن دھنا دھن کیتماشے مزے سے دیکھتا ھے ۔ اور ماہ جبیں کی گالیوں کوسنوں نوحوں کا براڈ کاسٹ لائیو شو چلتا ھے پہلوان بھایوں کو بلانے کی

دھمکیوں سے ہسبینڈ کو ڈراتی ھے پھر آخری سین میں جیٹھانی اور اگر جیٹھ بھی ہیں گھر پر تو نمودار ہوتے ہیں اور

: اور ماہ جبیں کی حمایت کرتے ہوئے دیور کو برا بھلا کہ کر جھگڑا مکاتے ہیں۔۔ مگر محلے والوں کو پتا ھے کے یہ شو ایسے ہی ختم نہیں ہوگا وہ اپنی اپنی چھتوں پر آدھے نظر اتے سر کے ساتھ چمٹے ہی رہتے ہیں تو جی گیا فون اور تھوڑی ہی دیر میں لگنے لگی پھٹ پٹیوں کی لائن ۔ بھائی بھتیجے بھانجے بہنیں سب ہی آ دھمکے۔ بہنوئی کبھی نہیں اتے کے بڑے معتبر سے ہیں دونوں۔۔ چاروں سالوں سے بڑی دوکان ھے دودھ کی جہاں چار بینچیں ڈال کرسی کا بھی اہتمام ھےجس میں دھی کم ارا روٹ زیادہ ہوتا ھے ۔ اب جی شروع ہوتی ھے میٹنگ ۔

: گالیوں کوسنوں لعنتوں صلواتوں کے بعد سب چائے بسکوٹ کھا کرتن فن کرتے گھر کو لوٹ جاتے ہیں اور ماہ جبیں جیٹھانی کے گھر اور میاں اپنے کمرے میں لیکن پھر اس رات میں نا جانے کون سے بھید ہیں کے صبح صبح پتلے سے میاں موٹے موٹے شاپر

: اٹھائے گھر میں گھستے ہیں اور خوب تیل والے شاپر دیکھ کر صاف پتا چلتا ھے کے نتھیلوائی کی دوکان سے پوریاں کچوریاں ائی ہیں۔ تو یہ ھے ماہ جبیں اور اس کی فیملی

اور اب تو یہ اور بھی معتبر ہوگئیں ہیں محلے میں جب

سے شاہدہ بیوٹی پارلر سے بیسک میک اپ کے 100 -- 100 -روپے والے کورس کیے ہیں۔ گھر میں پارلر بھی کھل گیا
:ٹین ڈبے والے سے چٹخہ شیشہ اور لکڑی کی درازیں جو کسی نے نیا کچن بنانے کے لیے پرانی نکالی ہوں گی وہ لگوا کر بنالیا سپنا بیوٹی پارلر۔ اور بقول ان کے چل بھی رہا ھے نجانے کون آتا جاتا تھا کسی نے دیکھا تو نہیں کبھی۔ سارا دن تو گھر کے دروازے کے باہر بنے چبوترے پر بیٹھی سارے محلے سے تعلقات آمہ اور معاشرتی امور پر بحث کرتی پائی جاتی تھیں۔ ساتھ ان کے سب سے چھوٹے سپوت مٹھیاں بھر بھر کے مٹی کھاتے جاتے موٹے سے پیٹ میں مینار پاکستان تعمیر کرتے رہتے اور صحت بنائے جاتے۔۔ شام کو دونوں میاں بیوی چائے کے کپ لیے باہر بیٹھ جاتے خوب رسم راہ رہتی چلتے پھرتے لوگوں سے رونق تھی ویسے ان کے دم سے۔ اور ایک دن سارے محلے کی عورتوں لڑکیوں کو غش پر غش پڑنے لگے۔ فونوں کی گھنٹیاں بج بج کے ہار گئیں یہ کیا ہوا کیسے ہوا۔ کب ہوا بھنک بھی نہیں پڑنے دی موئی نے ویسے تو ذرا ذرا سے دکھڑے رونے آجاتی ھے اتی بڑی بات اور ہوا بھی نہیں لگی۔ محترمہ ماہ جبیں۔ سپنا بیوٹی پارلر کی اکلوتی مالک نے) نم چینل (پر صبح بخیر پروگرام میں ہونے والے میری دلہن نمبر ون کے لیے منتخب ہو گئیں ہیں پورے محلے میں شور مچ گیا جلنے والوں نے کس کس کے دروازے بند کیے ملنے والے مبارک باد دینے آئے

۔۔میکہ سسرال سب جگہ ہی شور مچا ہوا تھا اخیر شروع ہو گیا مورننگ شو۔ گیارہ بارہ بجے اٹھنے والی سو مڑے لوگ بھی فجر میں ہی اٹھ کر بیٹھ گئے آخران کے محلے کی بیوٹیشن کو لینے نم چینل کی گاڑی ارہی تھی۔ کچھ نے باہر نکل کر کسی نے چھپ کے دیکھا ماہ جبیں خوب ٹھسے سے بیٹھ کر گئیں اور سب گھر والے کھڑے دیر تک ٹاٹا کرتے رہے۔ سب ہی بیبیوں نے جلدی جلدی ناشتہ بنا بچوں کو اسکول بھیج ٹی وی کھول لیا۔ پروگرام شروع ہوا تعرف تعرف کے بعد میک اپ کے لے تیاری کی جانے لگی ماڈل بھی زبردست۔ ججز میں ایک لمبی دوسری موٹی تیسری ٹھنگنی والی موڈل کم بیوٹیشن تھیں ۔سب ہی سوچ رہے تھے کے: ماہ جبیں کا پہلا اور آخری پروگرام ہوگا یہ
لیکن نہیں ایک دوسری بیوٹیشن جمیلہ زریں آوٹ ہوئی جو اورنگی ٹاون سے تشریف لائی تھیں۔ اور سب گھر اور محلے والوں کی سانسیں چلنے لگیں۔ دوسرے دن مقابلے میں ٹویسٹ تھا سب کو ایک دوسرے کے سامان سے میک اپ کرنا تھا۔: اور جی مقابلہ شروع ہوا تو تو میں میں۔ ججز کی آ وورا یکٹنگ
میزبان ردا ناصر کی سر پکانے والی باتیں۔ اور یہ کیا فیصلے میں دو بیوٹیشن خطرے میں ایک فائزہ حسن دوسری ماہ جبیں۔ کیوں کے ماہ جبیں کو اسلام آباد کی بیو ٹیشن کا امپورٹڈ میک اپ سمجھ نہیں آیا اور فائزہ کو ماہ جبیں کا ڈی پوٹیڈ۔ فائزہ کو جب ججز نے لتاڑا۔ تو اس نے ماہ جبیں کا میک اپ سب کے سامنے رکھ دیا۔ آدھا ٹوٹا فیس

پاڈر۔جعلی بیس۔منگل بازار کے اسٹال سے لی کٹ ۔۔بیس روپے والی پلکیں
بلش آن جو اس کے جہیز کا تھا مسکارہ چھوٹی بھانجی کا۔آ ی لا ینر بڑی بھتیجی کا۔ہاں نقلی زلفیں اچھی کولٹی کی تھیں جو اس نے کاشانہ مال سے خریدی تھیں
اور ماہ جبیں کے آنسو اس کے میک اپ کو ساتھ لے کر بہ رہے تھے۔لمبی والی جج کا دل بھر آیا اسے اپنا پرانا وقت یاد آ گیا جب وہ لانڈھی سے موڈل بننے ڈیفنس ای تھی اس نے ماہ جبیں کو گلے لگایا اور ماہ جبیں اس کی تو ہچکیاں بندھ گئیں سب کی آنکھوں میں آنسو تھے ریٹنگ انتہا پر تھی سب سے اوپر اور اوپر ڈاریکٹر کی آواز ردا ناصر کے کانوں میں یس یس یہ ہی چیز شاباش۔ ۔لمبی والی موڈل نے روتے ہوئے کہا زندگی میں ایسے ہی۔اگے نہیں بڑھتے جب میں پہلی بار ریمپ پر واک کر رہی تھی میں نے لائٹ ہاوس سے میکسی لی تھی ایک سو بیس روپے کی دس روپے کا رومال پچاس روپے کی چپل وہ بھی ادھار لے کر اور اب دیکھو میں کہاں ہوں۔
۔ردا نے بھی بڑھ کر گلے لگایا اور بتا ماہ جبیں یہ سب کیسے تم نے اتنا تھرڈ کلاس سامان یوز کیا۔ٹھنگنی والی جج نے اسے ڈانٹنا شروع کیا آخر ردا ناصر کی آنکھ کا اشارہ سمجھ گئی تھی پکی سہیلی۔ریٹنگ جان ریٹنگ۔زرا اور جان ڈالو۔آپ نے کیسے ہمت کی یہاں آنے کی کی جب آپ کے پاس سامان ہی نہیں تھا۔اور لمبی والی جج کی کی تو آنکھیں باہر ایسے کیسے ڈانٹ رہی ہو تم بھی تو لالو کھیت سے ہی آ ی ہو موڈلنگ کرنے لو جی نیا پنگا۔میں کیوں انے لگی لالو کھیت سے میں تو پیدا ہی ڈیفنس میں ہوئی تھی۔تم ہو لانڈھی کی پیداوار۔لڑائی انتہا پر
لیکن ریٹنگ بھی انتہا پر۔تم بتا ماہ جبیں
سب بتا ردا یا سر نے اکسایا۔باجی۔۔۔جی۔ردا ناصر نے باجی کو پیتے ہوئے کہا ہاں کہو ماہ جبیں۔:باجی مجھے یہاں تک میرا بھانجا ادریس باوا لے کر آیا ھے اسے آپ کا شو بہت پسند ھیروز بہت شوق سے دیکھتا ھے اسی سب کیا مجھے خط لکھا۔ایسے بہت شوق ھے دلہن بنا نے کا لے کر بھی وہی آیا ھے اج
باجی ہاتھ ہلا دیں ادریس کو
ہائے ادریس ردا یا سر نے وویو کیا
اسی نے مجھے حوصلہ دیا۔باجی میں سرجانی سے آ ی ہوں مجھے میرے گھر والوں نے بہت خوشی سے اجازت دی باجی یہ دیکھیں اس نے نقلی زلفیں ہاتھ میں لیں باجی یہ میں نے پڑوسن سے دو ہزار ادھار لے کر خریدی ہیں۔چھوٹے چھوٹے بچے ہیں گھر پر) اب اتنے بھی چھوٹے نہیں(دودھ پیتے۔۔ان کو نندکر پاس چھوڑ کر آ ی ہوں۔میاں رکشہ چلاتے ہیں ان کا رکشہ بھی خراب ھے باجی پندرہ دن سے
ماہ جبیں چھکوں پھکوں رونے لگی اس کے ساتھ سب ہی رو رہے تھے۔کلوزپ بنا کلوزپ ڈاریکٹر کی آواز : کیمرہ مین کے کان کے پردے پھاڑنے لگی
۔۔سب ہی بیوٹیشن گلے لگ رہی تھیں آنسو پونچھ رہی

تھیں: ریٹنگ انتہا کو چھونے لگی۔۔۔گھر میں بیٹھی خواتین بھی ساتھ ساتھ پراٹھے انڈے: ڈبل روٹی پاپے کھاتے سڑ سڑ کر رہی تھیں۔آخر ججز کے فیصلے کے: مطابق ماہ جبیں مقابلے باہر ہوگ ءان کو میک اپ کے سامان کی سجی سجای باسکٹ۔اور لفافے میں کچھ پیسے بھی دیے گئے۔ساری بیوٹیشن نے اپنے اپنے سامان میں سے اسے گفٹ بھی دئے ۔ پروگرام ختم ہوا وین میں بیٹھ گھر جاتی ہوئی شرمندہ سی بیٹھی سوچ رہی تھی اتنا ادھار لے کر ای تھی کیسے اترے گا سب مذاق اور بنایں گے۔۔۔گئی تھی بیچاری مقابلے میں کیسے واپس آی چھپے عزت ہو کے ۔وین گھر کے اگے رکی ہیں یہ کیا سارے گھر والے باہر ہی کھڑے تھے محلے کے لوگ اس کی دوستیں بہنیں بھابیاں بھانجے بھتیجے ۔ہاتھوں میں ہار پھول لیے کھڑے تھے پوری کی پوری پھولوں میں ڈھک گئی۔خوشی سے آنسوا گئے جب جیٹھانی نے گلے لگا کر کہا۔جیت کرای ھے۔دل جیت لیے ہیں سب کے مقابلے سے کیا ہوتا ھے دل ہر کوءنہیں جیت سکتا اور سب ہاں میں ہاں ملا رہے تھے ۔۔۔۔اور اب پورے ایک ماہ بعد) سر جانی (L3 میں ماہ جبیں کا سپنا بیوٹی پارلر دھڑ ادھڑ چل رہا ھے جہاں اس کی بڑی سی تصویر لگی ھے وہی والی جب لمبی والی موڈل نے اسے گلے لگایا تھا روتے ہوئے

اے میرے رب

اے میرے رب !مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کرتا رھوں جو تو نے مجھ پر او میرے والدین پر کیا ھے اور ایسا عمل کروں جو تجھے پسند آئے

اے پروردگار

اے پروردگار !مجھے وہ طاقت نہ دے جس سے میں دوسروں کو کمزور کروں ، مجھے وہ دولت نہ دے جس کی خاطر میں دوسروں کو غریب سمجھوں ، مجھے وہ علم نہ دے جسے میں اپنے سینے میں چھپا رکھوں...

یا اللہ

یا اللہ !جو سر تیرے آگے جھکتا ھے اسے تیرے بندوں کے آگے جھکنے سے بچا.

مدیحہ کی من مانیاں

صالحہ منصوری

آیا تھا فون جناب کا!____

میرے سوہنے نواب کا..

بعد از سلام مسکرانے لگے!!____

ساتھ کچھ گنگنانے لگے..

میں نے کہا فرمائیے!!____

بے وجہ نہ مسکرائیے..



فون کیا ہے کس لئے !_____

اصل مدعے پر آیئے..

کہنے لگے اِترامت !!______

زیادہ نخرے دکھامت..

آجکل مجھے ہیں کام بہت !!______

بندے کا ہے نام بہت..

مجھے کیا پڑی فون کروں !!______

برباد اپنا سکون کروں..

رسم ایک نبھانی تھی !!_______

عیدی تمھیں بھجوانی تھی..

سوچا کہ تم سے پوچھ لوں !!______

عیدی دوں تو کیا میں دوں..

مگر تمھارے مزاج تو !!_____

اف خدایا کیا میں کہوں..

بولو گی کچھ یا پھر میں !!_____

فون رکھ دوں..

سن کر میں مسکرانے لگی !!_____

اور اپنی ہنسی دبانے لگی..

بولی کہ سنئیے بات میری !!_____

چاہیئے مجھے سوغات میری..

جلد سے جلد شرافت سے آیئے !!_____

آکر مجھے لے جایئے..

آئے نہ آپ تو دہائی دوں گی !!______

عیدی تو بچے لیتے ہیں جی..

تو منہ دِکھائی لوگی ـ ـ ـ ـ "

حنا اور ثانیہ نے ایک دوسرے کو کن انکھیوں سے دیکھا پھر مزے سے گنگناتی مدیحہ کو، جو آستین کہنیوں تک چڑھائے کمر کے گرد دوپٹہ لپیٹ کر اسٹول پر چڑھی صفائی کرنے میں مگن تھی۔ رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی اماں جان کا حکم کہ بچیاں گھر کا حلیہ تھوڑا ٹھیک کر دیں۔ مدیحہ یہ سنتے ہی بستر میں جا گھسی۔

"ہائے اماں قسم لے لیں اتنا سر درد کر رہا ہے کہ بخار دماغ پر چڑھ گیا ہو جیسے۔ "اس نے نکمے پن کے سارے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے کہا۔

"سب سے پہلے تو تو ہی اٹھ، دو مہینے بعد شادی ہے اور بیفکری دیکھو۔ میں تو کہتی ہوں کہ یہی حال رہا تو ساس دو دن بعد ہی چٹیا پکڑ کے باہر نکال دے گی۔ "اماں جان کی نان اسٹاپ گفتگو ہمیشہ کاموں سے شروع ہو کر ساس پر ختم ہو جاتی تھی۔ مدیحہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"آپی میں تو کہتی ہوں آپ گنج کروا لیں نہ رہے گی چوٹی نہ پکڑے گی ساس۔ "ثانیہ اپنے موٹے چشمے کو پہنے چپس کھاتی اماں کے ساتھ آ بیٹھی۔

"در فٹے منہ تیرا ثانیہ اس سے پہلے تم اپنی آنکھوں کا علاج کروالو۔ "مدیحہ اپنے بالوں کی بہت پرواہ کرتی تھی اور اس کے بال تھے بھی ویسے، گھنے سیاہ لمبے سیدھ میں کمر تک آتے بال میں اس کی جان بستی تھی۔ اماں ان دونوں کو لڑتے دیکھ کر سر پکڑ گئیں۔ اتنے میں حنا بھی یونیورسٹی سے واپس آ چکی تھی وہ اماں کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگی تو اماں اسے روداد بتاتی اٹھ گئیں۔

"اب ان مہارانیوں سے بھی کام کروا لینا اکیلے نہ کرنا۔ "اماں حنا کو گویا وارن کر گئیں۔ ان کے جاتے ہی مدیحہ دوبارہ بستر پر ڈھیر ہو گئی۔

عالم شاہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ مدیحہ، حنا اور ثانیہ۔ مدیحہ نے گریجویٹ کرنے کے بعد پڑھائی بس کر دی اور یہاں ان کی تعلیم کے ختم ہونے کا اعلان ہوا نہیں کہ پھوپھو اپنے بیٹے فارس کا رشتہ لے کر آ گئیں۔ اماں تو بس جیسے انتظار ہی میں بیٹھی تھیں نہ کچھ کہا نہ کچھ سنا بس جھٹ پٹ رشتہ طے کر دیا۔ وہ شوخ چنچل سی اور موڈی طبیعت کی لڑکی تھی، کام کرتی تو بہت اچھا کرتی لیکن جب اس پر سستی طاری ہوتی تو مجال ہے کوئی کام کروا لے۔ وہ لیٹی ہوتی اور اگر پیاس لگ جائے تو اٹھ کر پانی نہیں پیتی بلکہ حنا یا ثانیہ کا انتظار کرتی کہ کب وہ نظروں سے گزریں اور وہ انہیں حکم دے۔ حنا اس سے ایک سال ہی چھوٹی تھی لیکن پڑھنے کی شوقین ہونے کی بنا پر ابھی تک بچی ہوئی تھی حنا اس سے بلکل مختلف تھی مزاج میں نرمی اور سنجیدگی تھی، دوسروں کا خیال رکھتی، بغیر ضرورت کسی سے بات نہیں کرتی اس لئے کچھ کے نزدیک تھوڑی گھمنڈی کہی جاتی تھی۔ البتہ ثانیہ ابھی ہائی اسکول میں تھی۔ وہ چشمش کیوٹ سی اور پورے گھر میں ادھم مچا کر رکھ دینے والی تھی، سکون تو اسے چھو کر نہیں گزرا تھا۔

خیر تو مدیحہ بی بی بہت ہی مزے سے اسٹول پر چڑھی گنگنا رہی تھیں جب ثانیہ نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا: -

"فارس بھائی کو اپنی شامت کروانی ہے جو آپ کو کال کر لی۔ "

اس سوال پر اس کا متحرک ہاتھ ساکت ہو گیا ہلکا سا مڑ کر اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو حنا کے ساتھ مل کر سامان صحیح سے رکھ رہی تھی۔

"عیدی تو بچے لیتے ہیں میں تو منہ دکھائی لوں گی۔ "وہ آنکھ مار کر بولی۔

"توبہ ہے بھء کیسے بے شرمی سے اپنی شادی کی باتیں کر رہی ہیں، ارے کچھ تو خیال کریں ابھی خبر آئی ہے کہ فارس بھائی کل پرسوں میں آنے والے ہیں۔ "ان کی ماموں زاد بہن حرا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ پورے خاندان میں وہ سب کی خبر رکھتی تھی۔

"اوہو۔۔تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی۔؟ "ثانیہ نے اپنے چشمے پر انگلی رکھتے اسے تھوڑا اونچا کیا۔

"ویل۔۔۔آپ کی اماں جان کے کمرے سے میں گزر رہی تھی تو تھوڑا سا خود بخود۔۔۔۔۔یونو سن لیا۔ "اس نے جھپٹ کر ثانیہ کی چپس اٹھا لیں۔

"خود بخود۔۔۔۔۔؟؟ خود کو ہمارے گل مت سمجھو بھوکی اور یہ میرا چپس جو کھا رہی ہو ناں ویسے ہی لا کر بھی دے دینا۔ "ثانیہ اب مکمل طور پر کام چھوڑ چکی تھی۔

"ایک منٹ فارس کیوں آ رہے ہیں۔؟ "مدیحہ نے الجھ کر پوچھا تو حنا اپنا سر پیٹ گئی۔

"یار ان کی ممانی ہیں یہاں۔وہ آیں یا جائیں کام کروا اپنا۔ "

"اوہ۔۔۔لیکن میں ذرا پوچھ کر آتی ہوں۔ "وہ بہانہ بنا کر کمرے سے نکل گئی اور حنا پیچھے سے اسے آوازیں دیتی رہی۔

***

دوسرے دن شام میں پھوپھو آ گئیں۔ان کے آنے سے قبل کوئی سیکڑوں بار اماں اسے اپنی زبان بند کر کے رہنے کا کہہ چکی تھیں۔

"اماں ایک بار بولو گی تو بھی سن لوں گی دو دو کان دیۓ ہیں اللہ نے۔ "وہ چڑ کر بولی، بار بار ایک ہی چیز کی تکرار سے وہ کافی بے زار ہو جاتی تھی۔

"چپ کر، میں جا کر باہر بیٹھتی ہوں تو ناشتہ لے آنا۔ "وہ اسے حکم دیتی باہر نکل گئی۔ "افف۔۔ "اس نے سر پکڑ لیا۔

سب باتوں میں مگن تھے جب وہ ناشتہ لے آئی۔

"اہم۔۔۔۔السلام علیکم۔ "اس نے میز پر ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام بیٹا کیسی ہو۔؟ اور سب ٹھیک۔؟ "پھوپھو نہایت ملائمت سے بولیں تو وہ دوپٹہ شانوں پر ٹھیک کرتی منہ بنا کر بولی: -

"جی۔۔۔سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا پھر پھوپھو آ گئیں۔۔۔۔۔۔۔"وہ اتنا کہہ کر رک گئی اور حنا کی جانب دیکھا جس کا منہ کھل گیا، پھر اماں کو جو سرخ انگارہ جیسی آنکھ لئے اسے ہی دیکھ رہی تھیں اس کے بعد فارس کو دیکھا جس کے منہ سے چائے باہر آ گئی تھی۔

"اور خوشی دوگنی ہوگئی۔ "جلدی سے جملہ پورا کرتے وہ انکے گلے لگ گئی۔ثانیہ نے حنا کو کہنی مار کر کہا: -

"اس ڈرامے باز کے آگے تو اینجلینا جولی بھی فیل ہو جائے۔ "

"ششش۔۔۔ "حنا اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتی اپنا چہرہ جھکا گئی تا کہ مسکراہٹ اماں نہ دیکھ لیں ورنہ شامت یقینی تھی۔

***

پھوپھو ایک ہفتے کے لئے آئی ہوئی تھیں اس لئے اسے بہت زیادہ کام کرنا پڑ رہا تھا ورنہ اماں پھوپھو کے جانے کے بعد جو حال کرتیں وہ سوچ کر ہی اس کی طبیعت بدمزہ ہوگئی۔ناشتے کے بعد اس نے اپنا فون چارج پر رکھا اور خود کچن میں بیٹھ کر سبزیاں کاٹنے لگی۔اتفاقاً فارس کسی کام سے وہاں گزرا تو اسے اکیلے دیکھ کر کچھ بات کرنے کے ارادے سے رک گیا۔مدیحہ اپنی دھن میں مگن سبزیاں کاٹ رہی تھی جب فارس نے اسے آواز دی:-

"مدیحہ۔ "

مدیحہ بی بی ایک دم سے چاقو سامنے کئے مڑی۔ "ہاں بولو۔؟ "فارس کی آنکھیں پھیل گئی، چاقو بلکل اس کے قریب تھا۔مدیحہ نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو چاقو نیچے کرتے دوبارہ پوچھا : -

"ارے۔۔۔کیا ہوا بولو۔؟ کچھ چاہئے تھا۔؟ "

"نہیں کچھ نہیں۔ "وہ بیچارہ نہ جانے کیا کیا رومانٹک سا سوچ کر آیا تھا اور اب خوفزدہ سا نفی میں سر ہلاتا مڑ گیا۔

"اسے کیا ہو گیا۔؟ "وہ شانے اچکا کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

"ممانی جان مجھے اپنا فون چارج کرنا ہے کہاں کروں، میں اپنا چارجر بھول آیا ہوں۔ "وہ مدیحہ کے پاس سے سیدھا اماں کے پاس چلا آیا۔

"لو اس میں کون سی بڑی بات ہوگئی، مدیحہ کے کمرے سے لے لو۔ "انہوں نے اجازت تو دے دی لیکن مدیحہ کا نام سن کر اس کا حلق کڑوا ہو گیا، پھر بھی وہ دل پر جبر کرتا مسکرا کر اس کے کمرے میں آیا اور اس کا فون چارج سے اتار کر میز کے کونے میں رکھ دیا پھر چارجر لے کر چلتا اپنے کمرے میں آ گیا۔

"اس لڑکی سے محبت کرنا تو دور دوستی کا احساس نہیں ہوتا ایک عمر کیسے گزرے گی۔؟ "وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ دوسری جانب مدیحہ اپنا کام ختم کر کے کمرے میں آئی تو چارجر غائب اور فون کی بیٹری صرف چوبیس پرسنٹ تھی۔

"میرے ہی گھر میں، میرے ہی کمرے سے۔ میرا ہی چارجر چوری۔۔۔ مدیحہ سے پنگا۔۔۔ دیٹس ناٹ چنگا۔"

وہ پیر پٹک کر اماں کے پاس آئی، اور ان کے سر پر کھڑی استفسار کرنے لگی۔

"ارے فارس لے گیا ہے تھوڑی دیر بعد دے دیگا کون سا کھا جانا ہے اس نے۔؟ "اماں کے جواب پر وہ بظاہر اثبات میں مسکرا کر سر ہلاتی تیز تیز قدموں سے فارس کے کمرے میں آئی۔ غصے سے آگ بگولہ تو پہلے ہی تھی اب سامنے موصوف پر نظر پڑی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ فارس واش روم سے ابھی نہا کر نکلا تھا اور جسم ٹراوزر کے علاوہ باقی کپڑوں سے محروم تھا۔

"ہاں۔۔۔ "مدیحہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی۔ " کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے لیکن تم کیا جانو وہ کیا ہوتی ہے۔ بدتمیز ایسے کسی لڑکی کے سامنے آتے ہیں۔ توبہ توبہ۔ "وہ رخ پھیر چکی تھی سو توبہ توبہ کرتے کانوں کو بھی ہاتھ لگایا۔

فارس نے ٹاول سے سر کے بالوں کو رگڑتے اسے دیکھا، پھر ایک نظر خود کو۔

"بلکل۔۔۔ اور کسی کے کمرے میں ناک کیئے بنا آنا کس زمرے میں آتا ہے مائی فیوچر وائف۔ "

"وہاٹ۔۔۔ "اس نے اپنے ہاتھ کانوں سے ہٹالئے البتہ مڑنا ابھی تک گوارا نہیں کیا تھا۔ "میں تو۔۔۔ میں تو بس اپنا چارجر لینے آئی تھی جو تم نے میرے کمرے سے چرایا ہے۔ "

"اچھا۔۔۔ "پہلے تو وہ مسکرایا پھر لفظ پر جو غور کیا تو رک سا گیا۔ "ایک منٹ۔۔ کیا کہا تم نے۔۔۔۔ چرایا سے کیا مراد ہے۔؟ "

"تم نے بغیر میری اجازت کے لیا تو چرانا ہی ہوا اب دے دو واپس۔ "وہ نخوت سے بولی تو فارس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"تم کیا اپنے آپ کو توپ سمجھتی ہو۔؟ "اس کے ماتھے پر شکن در آئی۔

"نہیں میں اپنے آپ کو توپ نہیں سمجھتی، میں اپنے آپ کو وہ ایٹمی میزائل سمجھتی ہوں جو ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرا تھا۔ اس لئے مجھ سے تو دور ہی رہنا ورنہ جس دن میرا غصہ تم پر اترا ناں اس دن تمہارا سر بالوں سے محروم ہو جائے گا اور آنکھ چینیوں کی طرح اندر دھنس جائے گی۔ "وہ دروازہ دھاڑ سے بند کرتی چلی گئی اور یہاں فارس منہ کھولے کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

"حد ہے اپنے ہونے والے شوہر سے کوئی ایسے بات کرتا ہے۔؟ لاحول ولاقو۔ "وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

دوپہر کے کھانے کے وقت وہ خفا خفا سا تھا، اماں اس کی ناز برداری میں کوئی کمی نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں، وہ ان کا لاڈلا بھی تو تھا، اور یہی وجہ مدیحہ کی چڑ کے لئے کافی تھی

"یہ کباب لوناں بیٹا مدیحہ نے بہت محنت سے بنایا ہے۔ "انہوں نے اس کے آگے پلیٹ کی۔ فارس مروتا مسکرا کر رہ گیا، دل تو چاہا کہہ دے کہ آپ کی بیٹی کا نام سن کر میں خود جل بھن کر کباب ہو رہا ہوں لیکن مصلحت کے طور پر بیچارہ صبر کا گھونٹ پی گیا۔

***

آج رمضان کا چاند دیکھنے وہ سب چھت پر جمع تھے، سوارحم بھی آ گئی تھی۔ ارحم ان کی سیکنڈ کزن تھی اس وجہ سے وہ فارس اور مدیحہ دونوں ہی سے واقف تھی، فارس کی اچھی دوست جب کہ مدیحہ کو ایک نظر نہیں بھاتی تھی۔ اور وجہ کیا تھی۔؟

فارس !!

جی ہاں، ارحم جب بھی آتی فارس سے چپک سی جاتی اور دونوں کی بے کار لایعنی باتیں ختم ہی نہ ہوتیں، مدیحہ پہلے ہی فارس کی وجہ سے خود کو خواہ مخواہ ہی پریشان کئے پھر رہی تھی اب ارحم کے آ جانے سے گویا اس کی موجودگی محسوس ہی نہیں ہوتی۔

"ارے مدیحہ۔۔۔۔۔ "ارحم نے اسے اکیلا دیکھا تو ساتھ آ بیٹھی۔ "اکیلے کیوں بیٹھی ہو، وہ بھی بغیر کسی مصروفیت کے۔؟ "

" کیوں تمہیں کوئی پرابلم ہے، یا تمہیں کوئی کام آ پڑا جو فارس کی بجائے مجھے یاد کرنے لگیں۔ " صبح سے دونوں کی باتیں سن سن کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا سو چیخ کر بولی۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو۔۔۔۔ میں تو۔۔۔۔ "اس سے پہلے وہ اپنی صفائی دیتی فارس کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"انف ارحم۔۔۔۔۔ جسے رشتوں کا پاس رکھنا نہیں آتا اس کے سامنے صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔ "وہ ایک قہر آلود نظر مدیحہ پر ڈالتا گزر گیا۔ مدیحہ نے پہلی مرتبہ اسے اتنے غصے میں دیکھا تھا وہ اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔

"مدیحہ۔۔۔ "ارحم نے کچھ کہنا چاہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی

***

اگلے دن سحری کے وقت وہ سب کے ساتھ نہیں بیٹھی، پھوپھو کے استفسار پر بتایا کہ وہ ان کے جاگنے سے پہلے کھا چکی ہے، فارس نے اسے دیکھا، جھکی ہوئی نظریں، سہما ہوا لہجہ۔۔۔ وہ کہیں سے بھی شوخ چنچل والی مدیحہ نہیں لگ رہی تھی،

"کاش۔۔کاش پہلے ہی ایک دوبار جھاڑ دیتا۔۔" فارس بس سوچ کر رہ گیا لیکن اس کے سحری نہ کرنے پر تھوڑا فکرمند بھی تھا کہ پندرہ گھنٹے کے روزے کو محترمہ کیسے رکھیں گی۔؟ خیر سحری بعد وہ سب ایک آہستہ آہستہ اٹھ گئے، البتہ فارس بیٹھا رہا۔

"سحری کیوں نہیں کی۔؟ "سب کے جانے کے بعد سامان صحیح کرتی مدیحہ سے اس نے پوچھا جس کے متحرک ہاتھ اس کا سوال سن کر چند لمحوں کے لئے رکے اور پھر دوبارہ مصروف ہو گئے۔فارس کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

صبح سارا دن وہ مصروف رہی، اماں تو اس کی تبدیلی پر جہاں حیران تھیں وہیں شکر کا سجدہ کرتے نہ تھکتیں، مدیحہ ابھی کچن میں موجود رول بنانے کی تیاری کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں ارحم اور فارس کی ہنسنے کی آواز آئی، نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سننے پر مجبور تھی کیوں کہ کچن ہال سے اٹیچ تھا۔

"یار سچ میں کاش ماما نے اس کی جگہ تمہارا ہاتھ مانگا ہوتا۔ "یہ فارس کی آواز تھی، مدیحہ کے ہاتھ رک گئے۔

"اونہہ بڑا آیا ہاتھ والا۔۔۔اس جیسے بندے سے میں اپنی جوتی بھی نہ اٹھواوں۔ "وہ تلخی سے سر جھٹک کر رہ گئی

" کم آن اسلام میں چار شادی جائز ہے۔ "یہ ارحم تھی، مدیحہ کا تو دل کیا ان دونوں رومیو جولیٹ کو گھر کے باہر پھینک دے، اس نے ساتھ کھڑی حنا کو دیکھا جو سنجیدہ سی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ تم دیکھ لو میں آتی ہوں ذرا۔ "حنا کو اپنا کام تھما کر ادھر وہ کچن سے نکلی ادھر ارحم اور فارس آ گئے۔

" کیا ہوا آواز آ رہی تھی کیا یہاں تک۔؟ "فارس نے پوچھا تو حنا نے ستائش سے کہا: -

"آواز۔۔؟ ایک دم رئیل ایکٹنگ کی تم دونوں نے۔ "اس بات پر ارحم اور فارس نے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"دیکھتے ہیں اب فیوچر وائف کب تک ناراض رہتی ہیں۔ "فارس نے سلیب سے ٹیک لگائے ہاتھ سینے پر لپیٹے مسکرا کر کہا۔

**

مدیحہ بہت پریشان تھی، ایک طرف تو فارس اور ارحم کی باتیں دوسری طرف اپنی کیفیت پر حیرانی۔اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی جب حنا آہستگی سے آئی اور بیڈ پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا

"آخر کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے، مجھے کیا وہ چار شادی کرے یا چالیس، کون سا وہ میرا سالار سکندر ہے جو میں اتنا پریشان ہوں۔ "اس کی بڑبڑاہٹ حنا بخوبی سن سکتی تھی۔

"سالار نہ صحیح تمہارا ایک مہینے بعد ہونے والا شوہر تو ہے۔ "حنا کی بات پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو۔۔؟ "اس نے ابرو اٹھائی۔

"افف پاگل لڑکی یہاں آ۔ "وہ سر پکڑ گئی۔ "تم اپنی فضول سی عادت کی وجہ سے فارس کو گنوادو گی نہیں مدیحہ تمہیں لڑنا چاہئے ارحم سے، اسے ڈی گریڈ کرو۔ "حنا اسے سمجھا رہی تھی

"لیکن اس کے ساتھ کچھ محسوس ہی تو نہیں ہوتا ناں۔۔نہ وہ معیز جیسا ہے ، نہ افق کی طرح ہینڈسم، نہ سالار کی کوئی خوبی، نہ ہی اس نے مجھے عمر کی طرح کبھی کوئی گفٹ دیا۔اور فارس سے رومینس۔۔۔۔۔یخ۔۔۔سوچ کر ہی منہ کڑوا ہو گیا۔ "وہ برے برے منہ بنا کر بولی۔ "صرف نام ہی فارس ہے باقی تو کوئی فارس غازی والی خوبی نہیں ۔ "وہ ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"تو تم کون سی امامہ، پریشے، علیزہ اور زمر ہو۔۔؟ دیکھو مدیحہ زندگی ناول کی دنیا سے بہت الگ ہے، ناول انسان لکھتے ہیں اور ہماری زندگی کا تب تقدیر نے لکھی ہے اور یقین کرو ہماری لائف سب سے اچھی لکھی گئی ہے کیوں کہ یہ خالق نے لکھی ہے کسی مخلوق نے نہیں۔ "وہ اسے سمجھا رہی تھی، چپ ہوئی تو مدیحہ کو گہری سوچ میں ڈوبا پایا۔

" کیا سوچنے لگیں۔؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"سوچنے نہیں لگی، سوچ چکی اور اب دیکھو میں ان دونوں کا کیا حال کرتی ہوں۔ "وہ تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اوہ اللہ کہیں ایکشن کاری ایکشن نہ ہو جائے۔ "حنا سر پر ہاتھ مارتی اس کے پیچھے بھاگی۔

ارحم پھوپھو اور اماں کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی جب مدیحہ ساتھ آ بیٹھی۔

"ارے ارحم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔۔بلکہ اماں اور پھوپھو جان آپ دونوں کو تو بلکل فکر نہیں ہے کہ ارحم یہاں بیٹھی ہے۔ "اس نے ایک ساتھ تینوں کو مخاطب کیا۔

" کیا مطلب۔؟ "اماں نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے پوچھا تو وہ ان سے لگ کر بیٹھ گئی

"اماں کتنا اچھا ہوتا ناں اگر ارحم کی بھی شادی میرے ساتھ ہو جاتی، بیٹیاں بڑی ہو جائیں تو زیادہ دیر تک انہیں گھر میں رکھنا ٹھیک نہیں۔ "وہ کسی بڑی بوڑھی کی طرح کہہ رہی تھی۔جب کہ ارحم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"مدیحہ بہن دیکھو۔۔۔ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔ "ارحم نے کچھ کہنا چاہا تو وہ فورا بات کاٹ کر بولی:-

"جلدی تو میرے لئے بھی ہے لیکن کر رہی ہوں ناں۔ "

" صحیح تو کہہ رہی ہے، کوئی اچھا سا لڑکا مل جائے بس ارحم کا فرض بھی ادا ہو جاتا۔ "پھوپھو نے اس کی تائید کی اور وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مدیحہ سے پنگا۔۔۔۔ دیٹس ناٹ چنگا۔ "ان سے دور آ کر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر اپنا پسندیدہ فقرہ دہرایا، حنا جو کچھ دور ہی کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی حیران ہی رہ گئی۔

"اس میں شیطان کی روح ہے۔ "پھر ارحم کو دیکھا جو پریشان سی اس راہ کو تکی جا رہی تھی جہاں سے مدیحہ ابھی ابھی گزری تھی۔

فارس شام کو آیا تو ارحم کو بے چینی سے یہاں وہاں ٹہلتے پایا۔

"ارحم کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے ناں۔؟ "وہ اسکی طرف آیا، ارحم جو اسی کا انتظار کر رہی تھی اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے گھورتے دونوں بازو پکڑ کر بولی۔

"تم تو ڈوبو گے مجھے بھی لے ڈوبو گے، تمہاری والی میری شادی کے پیچھے پڑ گئی۔ "

"وہاٹ۔۔؟ لیکن کیسے ہوا یہ سب۔؟ "وہ حیران تھا۔ جواب میں ارحم اسے سب بتاتی گئی۔ فارس ہنس رہا تھا اتنا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

"مائی گاڈ میں سوچ نہیں سکتا۔۔۔ مطلب جس لڑکی کو لڑنے اور سستی کے علاوہ کچھ نہیں آتا وہ اتنی زبردست پلاننگ کر بیٹھی۔ "

"ہنسو نہیں الو۔ میرے لئے کچھ سوچو ابھی مجھے ڈیزائنر بننا ہے۔ "

"او کے پہلے میں اس کی تو خبر لوں۔ "

"جا جلدی کر بھائی جو کرنا ہے۔ "وہ جھنجھلائی ہوئی تھی۔ فارس ہنستا ہوا مدیحہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

" کیا سوچ کر ارحم کی شادی کی بات کی تم نے۔ "وہ کڑے تیور لئے پوچھ رہا تھا۔

"پہلے مجھے میرا فون اٹھا کر دو، وہ وہاں میز کے پاس رکھا ہے۔ "وہ پیر لمبا کر کے بیٹھی ہوئی تھی سو اشارے سے بتایا ۔ فارس نے دانت پیس کر اسے دیکھا پھر فون اس کے بیڈ پر رکھتے دوبارہ اپنا سوال دھرایا۔

"میری مرضی۔ "

فارس کے تو ہاتھوں طوطے ہی اڑ گئے۔ وہ لڑکی جو دو دن پہلے اتنی خائف تھی اس سے اچانک بے باکی سے باتیں کیسے کرنے لگی۔ اس کی سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا جب کہ محترمہ ہینڈز فری کانوں میں ڈالے برابر گنگنا رہی تھی۔

"یو لسن اپ شام۔۔۔۔ یو تھنگ دیٹس آ سونگ۔۔۔۔۔ "اچانک گاتے گاتے وہ رک گئی اور گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"میرے پاس پیسے نہیں ہے جو سر پر کھڑے ہو جا کہیں اور۔۔۔ "یہ کہہ کر وہ رکی نہیں بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ وہ جانتی تھی کہ فارس اسے چھوڑے گا نہیں، اور یہاں فارس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر ڈالے وہ ساتھ ہی اس کے پیچھے لپکا۔

***

ان دونوں کے جھگڑے ختم ہونے نہیں آ رہے تھے، ارحم اور حنا ان کی دوریاں کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں لیکن کبھی فارس چڑ جاتا تو کبھی مدیحہ بی بی کے ہاتھوں سے کوئی حادثہ رونما ہو جاتا۔ کبھی فارس کی شرٹ پریس کرتے مدیحہ سے کپڑے جل جاتے تو کبھی فارس اس کے کمرے میں کاکروچ چھوڑ کر دروازہ بند کر دیتا، کبھی ارحم اور فارس ساتھ بیٹھے ہوتے تو مدیحہ کے ہاتھ سے پانی پودوں کی بجائے ان کی آبیاری کرنے لگتا۔ پھر فارس کو غصہ آتا تو مدیحہ کی بنائی ہوئی کھیر میں شیمپو ڈال کر چمچہ ہلا دیتا۔

" کیا مسئلہ ہے تمہیں۔؟ " وہ چڑ کر پوچھتی تو وہ ایک شان بے نیازی سے شانے اچکا کر اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا گزر جاتا اور وہ کڑھ کر رہ جاتی۔ پھوپھو کے جانے میں ابھی دو دن باقی تھے اس لئے پھوپھا اور اماں ذرا شاپنگ پر نکلی ہوئیں تھیں، پھوپھو نے اسے بھی چلنے کہا تو وہ افطار کی تیاری کا کہہ کر انکار کر گئی۔

"تم نہیں چلوگی تو شاپنگ کیسے ہوگی۔؟ آج کل کی لڑکیوں کا فیشن ہمیں کیا پتا۔؟ " پھوپھو نے کہا تو وہ ارحم کو ان کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بولی: -

"اسے لے جائیں۔ اس کی پسند بہت اچھی ہے۔ " وہ زبردستی مسکرائی۔) کون سا ان کا لایا ہوا سامان عید پر استعمال کرنا ہے، لے آئے جو اچھا لگے۔ (وہ دل ہی دل میں سوچے جا رہی تھی۔ پھر وہ مان بھی گئیں اور اماں کے ہمراہ ارحم کو لے کر چلی گئیں۔ حنا ابھی تک یونیورسٹی سے واپس نہیں آئی تھی اور ثانیہ اپنے کمرے میں بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ مدیحہ نے اکتا کر ادھر ادھر دیکھا فون تو اوپر کمرے میں رکھا تھا، اسے کوفت ہوئی۔ لیکن بور ہونے سے اچھا تھا کہ دس بارہ زینے چڑھ کر اپنا فون لے آئے۔ وہ اٹھی اور پہلا قدم سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ فارس پر نظر پڑی جو نیچے اتر رہا تھا۔

"فارس۔۔۔ رک جا اترنا نہیں۔ " اچانک وہ چیخی۔ فارس اس کے اس طرح کرنے پر گھبرا گیا۔

" کیا ہوا۔؟ " وہ اوپر ہی کھڑے کھڑے پوچھنے لگا تو مدیحہ نے ایک نرم مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

"تم جانتے ہو تم بہت اچھے ہو، ہینڈسم اور ڈیسینٹ سے۔؟ "

فارس نے اسکی طرف یوں دیکھا جیسے اسے مدیحہ کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

" مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ " وہ آنکھیں سکوڑ کر بغور اسے دیکھنے لگا۔

"وہ تو تمہیں دیکھ کر کبھی ٹھیک نہیں رہتی۔ " مسکراہٹ ہنوز اس کے چہرے پر تھی۔

" کیا کہا۔؟ " فارس نے اسے گھورا۔

" نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نیچے مت آنا۔۔ " وہ اسے اترتا دیکھ کر دوبارہ بولی۔

"آخر کیا پرابلم ہے۔۔۔؟ "فارس جھنجھلا گیا۔

"فارس دیکھو آج صرف ایک بریڈ سحری میں کھایا پھر سارا دن کام بھی کرتی ہوں تم اتنا کرو کہ میرے کمرے سے فون لا دو پلیز ززززززز ۔۔۔۔۔۔۔۔ "اپنا مدعا بیان کرنے کے بعد آخر میں اس نے پلیز کافی کھینچ کر کہا فارس کی پیشانی پر موجود شکن یکسر طور پر غائب ہو گئی، اس کی جگہ اب طنزیہ مسکراہٹ نے لے لی۔

"اوہ تو اس لئے میں آج اچھا لگنے لگا، کاہلوں کی ملکہ خود جا، میں شادی سے پہلے زن مرید نہیں بننا چاہتا۔ "وہ سیٹی بجاتا نیچے اترنے لگا۔

"تو کیا شادی بعد کام کرو گے۔؟ ہیں۔۔۔ سچی۔؟ "وہ دو زینے ہی طے کر پایا جب مدیحہ نے پوچھا، اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔

"ہاں ارحم سے شادی کے بعد، ورنہ تم مجھے زن مرید نہیں کام والا چپراسی بنا دو گی۔ "وہ ہنستے ہوئے اسے کہہ رہا تھا اور مدیحہ کے رخسار اتنی عزت افزائی پر غصے اور تحقیر سے سرخ ہو گئے۔ وہ بغیر اسے دیکھے سیڑھیاں چڑھنے لگی، آخر کے دوسرے زینے پر فارس نے اس کی آنکھوں میں ہلکی نمی اور چہرے پر غم و غصہ دیکھنے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑتے روکنا چاہا تو مدیحہ نے اس کے پیر کو اپنی ایڑی سے کچل دیا اور فارس کے پاؤں اس کے پیر سے الجھ گئے نتیجتاً اگلے ہی لمحے وہ دونوں نیچے گر پڑے۔

"اندھے ہو، دیکھ کر چلنا نہیں آتا۔؟ "وہ اب زمین پر بیٹھی اس کی خبر لے رہی تھی۔ فارس جو دوسری جانب زمین بوس تھا لیٹے لیٹے ہی بولا: -

"میں اگر اندھا ہوں تو تمہاری آنکھیں تو سلامت تھیں ناں، پیر کچل کر رکھ دیا میرا، اب دیکھو چپٹا بھی ہو گیا ہوگا۔ " وہ فارس پر از حد غصہ تھی لیکن اس کی بات سنتے ہی ہنس پڑی۔ "پیر چپٹا ہو گیا۔ "وہ ہنستی گئی ہنستی گئی، فارس بس خاموش سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ فارس کی خاموشی سے اسے دیکھنے پر ایک دم رک گئی۔ پھر اٹھ کر دوبارہ سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

" کب تک ہم یونہی لڑتے رہیں گے مدیحہ۔؟ "وہ پوچھ رہا تھا۔ مدیحہ بغیر مڑے رک گئی اور کچھ دیر بعد اس کی آواز ابھری: -

"ہم دونوں بہت الگ ہیں فارس۔۔ "اس کی آواز میں اداسی تھی۔ مدیحہ کا چہرہ دیکھے بغیر بھی وہ کہہ سکتا تھا کہ اس وقت اگر وہ کچھ بولے گا تو وہ رو دے گی۔ فارس خاموش ہو گیا اور مدیحہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

**

پھر پھوپھو بھی چلی گئیں۔ فارس نے جاتے ہوئے اسے خدا حافظ بھی نہیں کہا تھا، ایک دن افطار بعد وہ اپنے کمرے

میں بیٹھی ہوئی تھی جب حنا اس کے پاس آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"اپ سیٹ کیوں ہو۔؟ " کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ مدیحہ نے نظر اٹھائی، اور پھر نفی میں سر ہلا کر دوبارہ گردن جھکا دی۔

"نہیں پتا۔ "

"فارس بھائی تو چلے گئے اب تو تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ وہ نہیں ہے، زیادہ کام بھی نہیں کرنا پڑتا۔ " حنا استفسار کر رہی تھی یا آ گاہ کر رہی تھی۔ مدیحہ اس بات کا فیصلہ نہ کر سکی۔

"پتا نہیں حنا مت پریشان کرو، اس منحوس کا تو نام ہی نہ لینا اور وہ ارحم۔۔۔ دیکھا تم نے اس کے جانے کے بعد وہ بھی نہیں رکی۔ "اسے چڑ سی ہو رہی تھی۔

"او کے۔۔۔ " حنا بی سمجھ کر سر ہلایا۔ "تو تم کیوں پریشان ہو۔؟"

"میں پریشان نہیں ہوں۔ "اس نے سر جھٹکا۔

"تو منہ کیوں لٹکا رکھا ہے اگر پریشان نہیں اور کوئی مسئلہ نہیں تو پھر۔۔۔ کیا یہ تو نہیں کہ تم فارس بھائی کو مس کر رہی ہو۔؟ "آخر میں اس نے شرارت سے کہا اور ساتھ ہی مدیحہ نے بیڈ پر رکھی تکیہ اسے دے ماری

"میں کیوں مس کروں گی۔؟ "

"وہ بھلا سا گانا تھا اس کا کیا نام ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔ کچھ کچھ ہوتا ہے۔ "مدیحہ حنا کی باتیں سن کر اور تپ گئی۔

" کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا تو میرے دل میں گھنٹی بجتی جو کہ فارس کو دیکھ کر کبھی نہیں بجی۔ "

"تو کیا گھنٹا بجا تھا۔؟ "حنا نے سارے جہاں کی معصومیت اپنے چہرے پر سجا لی۔

"تم کیا میری سوتیلی بہن ہو۔۔۔ گھنٹی کی بچی ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔ "وہ حنا کے پیچھے بھاگی جو اس کے خطرناک تیور دیکھ کر پہلے ہی کمرے سے نکل گئی تھی۔

حنا نے صحیح کہا تھا اور اس کا ادراک اسے کافی دیر بعد ہوا تھا۔ مگر فارس کے سامنے نارمل رہنا اس کے اختیار میں نہیں تھا، ایک دن یہی بات اس نے حنا سے کہہ دی کہ میں فارس کو اس لئے مس کر رہی ہوں کہ اس کے سامنے میں نارمل نہیں رہتی اس کی شکل دیکھ کر ہی دل کرتا ہے کہ کچھ اٹھا کر اسے دے مارے۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ کوئی گھنٹی نہیں بجی۔؟ "حنا کہاں چپ رہنے والی تھی۔

"بجی تھی۔۔۔ ایک بار ہی بجی تھی جب وہ منحوس میرے ساتھ گرا تھا۔ "مدیحہ نے بالآخر اعتراف کیا۔

"منحوس۔۔۔۔ "حنا نے اسے گھورا۔ " کم از کم اب تو کچھ اچھا نام دے دو۔ "

مدیحہ نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ "پہلے بتا ایسا کیوں ہوتا ہے کہ وہ سامنے آئے تو کچھ اس کے سر پر توڑ دینے کا دل کرتا ہے۔ "وہ کھوئی کھوئی بولی۔

"تمہارا پیار لگتا ہے ڈبلیو ڈبلیو ای کی سوغات ہے۔" حنا نے جل کر کہا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"اچھا سنو۔۔۔میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔" حنا اپنی پین کو دانتوں میں دبا کر سوچتے ہوئے بولی۔ "کیوں نہ ہم انہیں سرپرائز کریں۔"

"مطلب۔" اس نے ابرو اٹھائی۔

"کہاں سر مار نے بیٹھ گئی میں بھی۔۔۔چاند رات کو فارس بھائی کی برتھ ڈے ہے انہیں سرپرائز دیتے ہیں۔" حنا نے خفگی سے کہا

"لیکن سرپرائز کیسے۔۔۔یار۔۔۔نہیں۔۔۔" مدیحہ کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس نے مدیحہ کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"پہلے مجھے بول لینے دو۔" پھر وہ دیر تک کانوں میں سرگوشیاں کرتیں رہیں۔

***

فارس گھر آیا تو بہت تھکا ہوا تھا۔وہ اکثر آفس میں ہی افطار کرتا تھا اور نماز بعد واپس آتا۔آج وہ گھر آیا تو خلاف معمول گھر میں ممانی جان کی آمد سے رونق تھی۔

"ممانی جان آئیں ہیں۔؟ پتا نہیں چڑیل آئی بھی ہو یا نہیں۔" وہ خود کلامی کرتا جا کر اماں سے ملا۔

"اور کیسے ہو۔؟ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔" وہ اس کی پیشانی چومتی بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائی۔ چڑیل نہیں آئی تھی۔اسے ایک عجب سی مایوسی ہوئی

"تھینک یو ممانی، میں ذرا چینج کرلوں پھر آتا ہوں۔" وہ اجازت لے کر اٹھ گیا۔کمرے میں داخل ہوا تو گھپ اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔اسے حیرت ہوئی کیوں کہ پھوپھو ہمیشہ عصر بعد ہر کمرے کی لائٹ آن کر دیتی تھیں تو آج کیوں نہیں کیا۔جیسے ہی اس نے سوئچ پر ہاتھ مارا پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔اس کے سفید بڑے سے بیڈ پر جا بجا سرخ سرخ خون کے دھبے موجود تھے اور سامنے دیوار پر کسی انسانی ہاتھ کا خون سے نشان بنا ہوا تھا۔ سرہانے رکھی میز پر ایک موٹی سی چھپکلی اور زمین پر دو تین چوہے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔پورے کمرے کا حلیہ اتنا اجڑا اور بکھرا ہوا تھا کہ بے اختیار اسے کراہیت آئی۔وہ مڑا تو کسی نے دروازے سے اسے دھکا دے کر گرا دیا اور خود بھی اندر آ کر دروازہ مقفل کر دیا۔

"کون ہو تم۔؟" وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔مقابل کی پشت اس کی طرف تھی سو وہ اس کا سیاہ بھوتوں والا چغہ ہی دیکھ سکا، مقابل آہستہ سے مڑا۔اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا صرف ہلکے ہلکے سرخ ہونٹ جھانک رہے تھے جو اس کی گوری رنگت کے باعث اور زیادہ نمایاں ہوتے۔اسے دیکھ کر فارس کو اندازہ ہوا کہ وہ کوئی عورت ہے۔اس سے پہلے وہ کچھ "

کہتا ایک اور شخص سیاہ چغہ والا بالکونی سے نمودار ہوا۔اس کے ہاتھ میں چاقو تھی جو اس نے پہلے والے کو دے دی۔ اس کے بعد تیسرا شخص اس کے بیڈ کے نیچے سے نکلا اور فارس کے سامنے بھاگتے ہوئے چوہے کو ٹھوکر ماری۔وہ چوہا بیچارہ اٹیچ باتھ روم کے دروازے سے ٹکرا کر اپنے ہوش وحواس سے بیگانا ہو گیا۔تبھی واش روم کا دروازہ کھلا اور ایک چوتھا شخص اس کے سامنے آیا جو ان تینوں سے قدرے چھوٹا لگ رہا تھا۔ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ اپنا دائرہ فارس کے گرد تنگ کرتے گول گول چکر لگا رہے تھے۔

" کیا چاہتے ہو تم۔۔۔آخر کچھ بولتے کیوں نہیں۔ "وہ پہلے ہی تھکا ہوا تھا اور اب اسے ان سب سے گزرنا محال لگ رہا تھا کہ ایک شخص جس کے ہاتھ میں چاقو تھا اس کی باتیں سن کر آگے بڑھا اور فارس کے گلے پر چاقو رکھ کر بولا: -

"ہیپی برتھ ڈے فارس۔ "اور پھر اس نے فارس کو ہلکا سا دھکا دیا۔وہ ہنس رہی تھی۔فارس حیران ہوا کیوں دوسرے شخص نے اپنا ماسک ہٹا دیا۔

"ارحم۔۔۔ "اس کے منہ سے نکلا،ارحم گردن پیچھے کیئے ہنستی ہی جا رہی تھی جب ایک اور ماسک ہٹا اب کی حنا نے اسے کہا:-

"ہیپی برتھ ڈے فارس بھائی۔ "ہنستے ہنستے وہ بھی بیحال تھی۔پھر تیسرا ماسک ثانیہ کے چہرے سے ہٹا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔ڈراونی ہیپی برتھ ڈے فارس بھائی۔ "

فارس نے مدیحہ کی طرف دیکھا جس نے ابھی تک ماسک نہیں ہٹایا تھا۔

"مجھے تو پہچان چکے ہوں گے۔ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔ماسک کا کیا بھروسہ۔۔۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا جی لیکن تم سے پہلے میں نے کہہ رکھا تھا کہ عیدی تو بچے لیتے ہیں۔۔میں تو منہ دکھائی لوں گی۔اس لئے ہم اپنا چہرہ آپ کو نہیں دکھا سکتے۔سوری۔ "وہ بنا رکے بولتی گئی اور فارس حیرت کے سمندر میں غرق ہوتا گیا۔

"میرے کمرے میں کیا کچھ کر ڈالا ہے تم لوگوں نے ظالم عورتوں۔ "اس نے دہائی دی تو ثانیہ کھلکھلا اٹھی۔

"یہ واٹر کلر ہے۔ "اس نے بیڈ پر پڑے خون کی طرف اشارہ کیا۔ "اور وہ پینٹ کیا ہوا ہے اگر آپ ذرا سا غور کرتے تو دیوار الگ اور کاغذ الگ دکھتا۔ "اس نے ہاتھ بڑھا کر خونی ہاتھ کا نشان اتار کر کاغذ لہراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ چوہے،چھپکلی۔؟ "فارس نے استفسار کیا تو اس مرتبہ ارحم نے تیزی سے بھاگتے ایک چوہے کو اٹھا کر ہوا میں اچھال کر کیچ کیا ۔

"تین مصنوعی چوہے کے ساتھ ایک مصنوعی چھپکلی بلکل مفت۔ "اس نے چھپکلی کی طرف اشارہ کیا۔

اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ سب ڈرامہ ہماری بہن اور آپ کی ہونے والی فیوچر وائف مس مدیحہ شاہ نے ارینج کیا ہے۔ "حنا نے اپنے ہاتھ سینے پر رکھ کر ذرا جھکتے خالص چینیوں کی طرح کہا۔فارس نے مدیحہ کو دیکھتے نفی میں گردن ہلائی اور سر پکڑ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"تم کبھی نارمل نہیں ہوسکتی۔ "بیچارگی سے کہتے مدیحہ کو اس وقت وہ بہت پیارا لگا۔وہ آہستہ آہستہ ایک ایک قدم اٹھاتی اس تک آئی پھر اچانک اپنی مصنوعی چاقو فارس کے گلے پر رکھی۔

"بتا تمہارے دل میں گھنٹی بجتی ہے یا نہیں۔؟ "وہ پوچھ رہی تھی اور پیچھے کھڑی ارحم اور حنا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

" گھنٹی۔؟ "وہ حیران ہوا۔

"وہ۔۔گھنٹی مطلب تم اسے لائک کرتے ہو یا نہیں۔ "ارحم نے ہنسی روکتے بمشکل کہا۔

"اُفف۔۔۔۔ہاں بہن بجتی ہے گھنٹی، گھنٹا، وائلن، پیانو، گٹار سب بجتا ہے۔ "وہ تھکا تھکا ہلکا سا مسکرا کر کہہ رہا تھا۔مدیحہ پہلے تو خوش ہوئی اور اسے چھوڑ کر الگ کھڑی ہوئی پھر جب الفاظ پر غور کیا تو ایک دم مڑی۔

"اے بہن کس کو بولا۔ "وہ غراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔فارس نے بھاگ نکلنے میں ہی عافیت جانی اور کپڑے لے کر جلدی سے واش روم میں گھس گیا۔

وہ کپڑے بدل کر باہر آیا تو کمرے کا حلیہ ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ چاروں غائب تھیں۔فارس مسکراتا ہوا نیچے آیا تو سب کو اپنا منتظر پایا۔مدیحہ بھی وہیں اورینج رنگ کے خوبصورت سے فراک میں ملبوس تھی البتہ سر سے دوپٹہ آگے کر کے رکھا ہوا تھا جس سے اس کی پیشانی اور ناک کا کچھ حصہ چھپ گیا تھا۔اس کے آنے پر سب نے اسے وش کیا پھر ممانی جلد ہی چلی گئیں تو اس نے دروازے پر مدیحہ کو آہستہ سے چڑیل کہا۔وہ اسے گھورتی ہوئی نکل گئی پھر یہ سوچ کر خوش ہوگئی کہ کاہلوں کی ملکہ سے تو اچھا ہی ہے کہ چڑیل کہے۔۔۔۔لیکن کیوں۔؟ کیا کبھی کچھ اچھا نہیں کہہ سکتا۔؟ وہ پھر سے منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

*** عید کے دن فارس اس کے گھر آیا تو حیران ہی رہ گیا۔پورے گھر کو نہایت خوبصورتی سے سجایا ہوا تھا،ادھر ادھر نظریں گھمائی تو ممانی جان کچن میں دکھائی دیں۔وہ سیدھا انکی طرف آیا۔

"السلام علیکم ممانی جان عید مبارک۔ "وہ انہیں گلے لگا کر بولا۔

"وعلیکم السلام۔۔خیر سلامت،خوش رہو،اکیلے آئے ہو۔؟ "انہوں نے استفسار کیا۔

"جی گھر پر مہمان آ گئے تھے۔ "وہ اماں کو بتا کر ایک ایک ڈش چیک کرنے لگا۔ "ارے واہ آج تو بہت زیادہ ہی بہترین کھانے نظر آرہے ہیں کیا بات ہے۔۔ "

"ہاں صبح ہی مدیحہ نے بنا دئیے اتنے سارے کھانے۔۔۔اب تم بتا بیٹا یہ سبزی خور لڑکی نے اتنے اہتمام کر ڈالے

کون کھائے گا خود تو کھاتی نہیں۔ "اس سے پہلے ان کی شکایتیں اور بڑھتی وہ ہلکا سا مسکرا کر بولا

"دیکھتے ہیں ناں ممانی جاں کب تک یہ محترمہ نخرے کرتی ہیں۔ "وہ ہنس کر کچن سے نکل گیا۔

"ارے واہ میری کاہلوں کی ملکہ کام کا جو ہو گئی ۔؟ "وہ اسے سوچتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس اپنے الجھے کھلے ہوئے بالوں کو ایک ہاتھ سے سہلاتی اور دوسرے ہاتھ سے جمائی روکتی نیچے آتے ہوئے فارس سے ٹکرا گئی۔

"آوچ۔ "اس نے اپنی آدھی نیند میں ڈوبی آنکھوں کو پورا کھول کر مقابل کو دیکھا جو اپنی ناک پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

"توڑ دو میری ناک۔ "وہ غصے سے بولا۔

"اے ہٹ۔ "وہ شاید آدھے خواب میں تھی اس لئے غور کئے بغیر اترنے لگی پھر ایک دم کچھ یاد آنے سے جھٹکے سے مڑی اور اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر کمرے کی طرف دوڑ گئی۔

"عیدی تو بچے لیتے ہیں جی

میں تو منہ دکھائی لوں گی۔ "

جاتے جاتے اس نے فارس کو چھیڑا تو جواباً فارس نے ہانک لگائی۔

"پہلے تیار تو ہو لو عید کے دن بھی نائٹ سوٹ میں ہی گھوم رہی ہو۔ " مگر وہ جا چکی تھی اور فارس یہاں مسکراتا کھڑا رہ گیا تبھی ثانیہ اپنے کمرے سے نکل آئی۔

"اوہو فارس بھائی عید مبارک۔ " گلابی فراک میں ملبوس چشمش آج بھی پیاری لگ رہی تھی۔

"خیر سلامت تمہاری بہن تیار نہیں ہوتی کیا۔؟ "وہ جواب دے کر پوچھنے لگا تو ثانیہ نے ہنس کر اپنا چشمہ ٹھیک کرتے کہا: -

" کہاں رہتے ہیں آپ بھائی۔؟ مدیحہ آپی نے کھانا بنایا، پھر تیار ہو کے ایک دو۔۔۔نہیں بلکہ ایک سو سیلفی لی پھر واپس نائٹ سوٹ پہن کر سو گئی۔ "

"سو گئی۔؟ "اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں ناں۔ "ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اب عصر بعد تیار ہو گی شام میں مہمان آتے ہیں ناں۔ "وہ بتا کر سیڑھیاں اتر گئی اور یہاں فارس ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

***

عید کے دو ہفتے بعد ان کی شادی کے سارے فنکشن شروع ہو گئے۔ پھر شادی کے دن جب اس نے عروسی لباس

دیکھا تو آنکھیں پھیل گئی۔

"نہیں پہنوں گی میں یہ۔ "اس نے احتجاج کیا

"مدیحہ۔۔۔بہن کیا ہوا۔۔؟ کیوں نہیں پہننا۔؟ "حنا تو گھبرا ہی گئی۔

"یہ یہ پہن کر میں چل بھی سکوں گی۔۔۔۔؟؟؟؟ "وہ بھاری بھرکم لہنگے کو دیکھ کر ہی خوفزدہ تھی۔

"اوہ اللہ۔۔۔۔عقل بٹ رہی تھی تو تم کر کیا رہی تھی۔۔۔نہیں آج تم بتا ہی دو۔۔۔بیوقوف عورت شادی پر شادی کا کپڑا نہیں پہنوں گی تو کیا ہسپتال سے تمہیں مریضوں کا لباس لادیں۔نرم اور آرام دہ۔ "حنا پھٹ پڑی۔

"لیکن حنا میں کیسے۔۔۔ "وہ منمنائی تو ارحم نے اسے واش روم میں ڈھکیلا۔

" کچھ نہیں ہوتا مدیحہ جلدی کرو بس۔ "

کچھ دیر بعد مدیحہ بی بی سرخ وسبز رنگ کے عروسی جوڑے میں ملبوس ان کے سامنے کھڑی تھیں۔خیر کسی طرح ان سب نے اسے تیار کیا پھر جب سینڈلز کی باری آئی تو مدیحہ نے جھٹ سے ایک باکس کھولا اور اس میں موجود سفید رنگ کے جوگرز نکال کر اپنے پاں میں پہن لئے۔

"یہ کیا ہے۔؟ "ارحم کا منہ کھل گیا البتہ ثانیہ نے اپنے دانت چھپانے کو چہرہ موڑ لیا لیکن ہنسی کی آواز مدیحہ کے کانوں سے ٹکرا گئی۔

"اسے جوگرز کہتے ہیں اور ثانیہ بی بی تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے۔ "اس نے دونوں کو ایک ساتھ جواب دیا۔

"شادی پر جوگرز کون پہنتا ہے مدیحہ۔؟ "حنا اب تھک گئی تھی اسے سمجھا سمجھا کر۔

"حنا بہن پلیز یار پہلے ہی لہنگے کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہوں یہ ہیل پہن کر نہیں چل سکوں گی اور ویسے بھی جوتے چھپ گئے ہیں۔ "ان نے اپنے پاں کی طرف دیکھا۔جوتے واقعی نظر نہیں آ رہے تھے۔

"اوکے۔ "ارحم نے مسکرا کر حنا کو اشارہ کیا کہ اسے رہنے دے جب جوتے نظر نہیں آ رہے تو ٹھیک جیسی مرضی کرے۔کچھ دیر بعد وہ ہال میں موجود سٹیج پر تھی اور لوگوں سے چہک چہک کر شادی کی مبارک بعد کے ساتھ تحفے وصول رہی تھی

"مدیحہ دلہن تھوڑی شرماتی ہے۔ "لوگ منتشر ہوئے تو اس کے ساتھ بیٹھے فارس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاہاہا۔۔اچھا۔۔۔سوری۔ "مدیحہ نے اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر اپنے پاں کی جانب دیکھا جو لمبے لہنگے سے چھپا ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔؟ "اس نے مدیحہ کی نظروں کا تعاقب کیا۔تو مدیحہ نے اپنے پاں ذرا سے باہر نکالے۔

"جوگرز۔۔۔ "فارس کا لفظ اس کے حلق میں ہی کہیں اٹک گیا اسے کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا یہ حقیقت دیکھ کر۔

ہاں ناں۔۔۔۔میرا تو دل چاہ رہا ہے تمہاری گھوڑی پر بیٹھ کر پورے شہر میں گھوموں۔ "وہ کچھ زیادہ ہی خوش تھی۔
فارس ہنستے ہنستے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا اور اس لمحے ان دونوں کو محظوظ دیکھ کر ارحم نے اپنے فون میں ان کی پک سیو کی
پھر فوٹو ایڈیٹر سے اس کا کیپشن لکھا:۔
"مسٹر اینڈ مسز سائیکو۔ "اور فوٹو فارس کو سینڈ کر دی۔فارس کا فون آف تھا لیکن اسے یقین تھا وہ جب بھی دیکھے گا
ضرور خوش ہوگا۔انہوں نے اسی طرح ہنستے کھیلتے شرارتیں کرتے رہنا تھا اتنا تو طے تھا کہ مدیحہ اپنی کاہلی تو چھوڑ
دے گی مگر اپنی من مانیاں کبھی نہیں چھوڑنے والی آخر کو وہ بھی اب مسز فارس جو بن گئی تھی۔
ختم شد۔

مشتاق احمد یوسفی

از قلم: ہادیہ امجد

تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے ۰۲ جون کو طنز و مزاح کے بادشاہ مشتاق احمد یوسفی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ مشتاق احمد یوسفی ایک عہد ساز شخصیت کے حامل شخص تھے۔ وہ اپنی تحریروں میں معاشرے کے تاریک پہلوؤں کو ایسے ہلکے پھلکے انداز میں بیان کرتےتھے کہ پڑھنیوالے کو برا بھی نہ لگے اور وہ سوچنے پر بھی مجبور ہو جائے۔

مشتاق احمد یوسفی ۴ ستمبر ۳۲۹۱ کو راجھستان انڈیا میں پیدا ہوئے۔ یوسفی کا تعلق پٹھان خاندان سے تھا۔ انکے والد جیپور میونسپلٹی کے چیرمین تھے اور بعد میں جیپور قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر رہے۔ ہوسفی نے اپنی ابتدائی تعلیم تاجپوتانہ میں حاصل کی اور اس کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے بی اے کے ساتھ ہی ایم اے فلاسفی اور ایل ایل بی کی ڈگری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی۔ تقسیم ہند کے بعد انکا خاندان ہجرت کر کے کراچی آ گیا۔

مشتاق احمد یوسفی نے ۰۵۹۱ میں مسلم بینک میں ملازمت اختیار کی۔ ۵۶۹۱ میں بطور مینجگنگ ڈرائکٹر کی سیٹ پر



الائیڈ بینک میں جوائنگ دی۔ بعدازاں ۱۹۷۴ میں یونائیٹڈ بینک میں وہ صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۷ میں پاکستان بینک کونسل میں بطور چیرمین اپنی خدمات سرانجام دیں۔ انہیں اپنی انہی خدمات پر قائداعظم میموریل میڈل سے نوازا گیا۔

ابنِ انشا جو خود ایک مزاح نگار تھے، مشتاق احمد یوسفی کے متعلق کہتے ہیں اگر ہم اپنے وقت کے ادبی مزاح کو نام دینا چاہیں تو صرف یوسفی کا نام ہمارے ذہن میں آتا ہے۔

ایک اور مفکر ڈاکٹر ظہیر فتح پوری لکھتے ہیں ہم یوسفی کے دور کے ادبی مزاح میں جی رہے ہیں۔

یوسفی کا دور ۱۹۶۱ میں شروع ہوا جب انکی پہلی کتاب چراغ تلے شائع ہوی۔ اب تک اسکے ۱۱ ایڈیشنز ظاہر ہو چکے ہیں۔ اسکا تمہیدی کلمہ پہلا پتھر خود مصنف نے لکھا ہے۔ ۲۰۰۸ میں وہ کراچی میں رہ رہے تھے اور اکثر ٹی وی پروگراموں اور سیمینارز میں دکھای دیتے تھے۔ انکی پانچویں کتاب شامِ شاعرِ یاران) ۲۰۱۴ (آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی میں آغاز ہوا۔ جس کے بارے میں قلم نگار زہرا نگاہ کہتی ہیں نہ یوسفی صاحب اور نہ ہی انکی کتابیں پرانی ہوں گی۔

انکا اردو ناول آبِ غم "Mirages of the Mind" کے نام سے انگلش میں ٹرانسلیٹ ہوی ہے۔

انکی کتابیں۔ آبِ غم، اقوالِ یوسفی اور دیگر مضامین، چراغ تلے، زرگزشت، حاکمِ بدہن

انکے چند مزاحیہ آرٹیکلز۔ بای فوکل کلب۔ چارپای اور کلچر۔ کافی۔ دستِ زلیخا۔ حویلی۔ ہوئے مر کہ ہم جو رسوا۔ جنونِ لطاف۔ یہاں کچھ پھول رکھے ہیں۔

یوسفی کا اردو ادب خاص کر طنز و مزاح کے میدان میں اپنی تخلیق کی وجہ سے بہت بڑا نام ہے مگر افسوس کے طنز و مزاح کا یہ بادشاہ ۹۴ سال کی عمر میں ہمیں چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے جاملا۔ بیشک اردو ادب میں یہ ایک خلا ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔

اللہ تعالی انکی مغفرت کرے اور جنت الفروس میں اعلی مقام دے۔ آمین۔


AB Creations
Handmade jewelry
خوبصورت و دیدہ زیب ہینڈ میڈ جیولری رعایتی قیمت پر گھر بیٹھے منگوائیں
آرڈر پر بھی جیولری تیار کی جاتی ہے
AB, Creation کا فیس بک پیج وزٹ کریں اور نت نئے ڈیزائن دیکھیں بھی اور آرڈر بھی کریں
https://web.facebook.com/handmadebanglez/

عفت کی پاسباں

رائحہ مریم

مانا کے بعض اوقات والدین تلخ یا سخت ہوں لیکن ان کا ادب واحترام فرض ہے، اور ہاں فرار ہر مشکل کا حل نہیں ہے۔۔۔۔۔اور اگر جس شخص سے آپ کو محبت ہے اس کی محبت آپ کے حق میں بہتر ہے تو ملے گی نہیں تو خدا کی قسم جو ستر ماں سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کو غلط ہاتھوں میں جانے نہیں دے گا۔۔۔



اپنے آنسو پونچھ لو زمل ۔ رحما نے زمل کو اپنے بازں کے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہچکیوں سے رونا شروع ہوگئی ۔

میں کیسے پونچھ لوں ان کو ۔ مجھے صبر نہیں آتا............ میں بھی جیتی جاگتی انسان ہوں ۔ مجھ میں بھی احساسات ہیں.......... مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے رحما......... رحما اللہ نے خودکشی حرام کیوں کی ہے ۔

رحما جو کہ اتنی دیر سے اسے آنسو بہاتا دیکھ رہی تھی اس بات پر تڑپ گئی کیونکہ آج سے پہلے زمل نے ایسا نہیں کہا تھا ۔

زمل ! خبردار جو آئندہ ایسی بات بھی کہی تو ۔ رحما نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ شاید وہ ہوش میں نہیں ، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ زمل تو اب ہوش میں آئی تھی ۔ اس کو جو لگتا تھا کہ اس کے بابا صرف اس کی ماما پر بے جا روک تھام کرتے ہیں وہ ہاتھ اٹھانے تک پہنچ چکی ہے ۔

کیوں نا کہوں میں ایسا ؟ ہاں کیوں نا کہوں ؟ وہ میری امی کو مارتے ہیں رحما وہ میری امی کو....... اب کی بار وہ اتنا اونچا بولی کہ چند لڑکیاں مڑ مڑ کر ان دونوں کو دیکھنے لگ گئیں ۔

رحما امی کو بہت اچھا جھوٹ بولنا آتا ہے ۔ ایک مہینہ پہلے میں نے ان کے ماتھے پر چوٹ دیکھی تو پوچھنے پر بولیں کہ الماری لگی ہے .... اور میں رحما ..... میں نے یقین کرلیا ۔ اب کل رات میری آنکھ کھلی تو پانی لینے نیچے آرہی تھی کہ ابو کو سیڑھیوں میں امی پر ہاتھ اٹھاتا دیکھا میں نے ۔ رحما وہ ہماری زندگی سے چلے کیوں نہیں جاتے......... زمل نے روتے ہوئے اسے گزرے دن کی روداد سنائی ۔

رحما چند لمحے چپ رہی لیکن پھر ہمت کر کے بولی ۔ زمل وہ تمہارے والد ہیں اور جیسے بھی ہیں..... ان کا احترام تم پر فرض ہے.......... زمل نے رحما کی بات کاٹی اور چلائی ، اور ان کے کیا فائض ہیں ؟ انہوں نے کبھی کیوں نہیں سوچا ، وہ کیوں ہمارے احساسات کی قدر نہیں کرتے ؟ کیا ان کا فرض ہمیں پیدا کر کے مر گیا ہے ؟

اور یہ وہ سوال تھے جن کے جواب رحما کے پاس بھی نہیں تھے . اور آج بھی ہر دفع زمل کے گھر کے حالات پر ہونے والی گفتگو کا نتیجہ خاموشی ہی رہا ۔

☆☆☆☆☆☆

گھر آ کر زمل اپنی ماما سے کچھ نہ کہہ پائی اور دونوں نے بڑی مہارت سے ایک دوسرے کا پردہ رکھ لیا ۔ رات میں زمل کو اپنے ماما اور بابا کے ساتھ رفیق صاحب کے کسی دوست کے بیٹے کی شادی میں جانا تھا ۔ اور ان کی تیاریوں سے لگ رہا تھا کہ ان کی دوستی کافی گہری ہے ۔

تحریم بی بی جلدی کرو......... زمل کہاں رہ گئی...... اچھا اس کو بول دو کہ دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ لینا......... آج کل کی لڑکیوں میں تو جیسے شرم و حیا ہی ختم ہوگئی ہے .... دوپٹہ لینا تو جیسے بھلا ہی دیا ہے سب نے ....

میری پشاوری چپل مت نکالنا .... یہ ہمایوں ابھی تک رکشہ لے کر کیوں نہیں آیا..........

اور زمل کی سننے کی قابلیت جواب دے گئی تو اس نے دروازے کو ٹھوکر لگا کر بند کیا جس سے رفیق صاحب کی آواز خاصی کم ہو گئی۔ پھر اس نے شیشے میں اپنا سراپا دیکھا جیسے دیکھ رہی ہو کہ کچھ رہ تو نہیں گیا۔

کالے رنگ کا گھٹنوں تک آتا فراک تھا جس پر سنہری تلے کا کام اس کو نہایت خوبصورت بنا رہا تھا۔ بازو بھی چوری دار تھے لیکن زمل نے ان میں کالے اور گولڈن امتیاز کی کچھ چوڑیاں پہن رکھیں تھیں۔ اس نے ایک نظر اپنے کمر تک آتے بالوں کو دیکھا پھر ہنس کر خود کو سراہا اور بالوں کا جوڑا بنا کر کیچر لگا دیا۔ کیونکہ کھلے بالوں کی اجازت کبھی نہ ملی تھی نہ ملنی تھی۔ پھر اس نے سلیقے سے اپنے دوپٹے کا حجاب بنایا اور بڑی سی چادر لیکر باہر آ گئی جہاں ہمایوں رکشہ لے آیا تھا۔ زمل نے چادر سے ہی نقاب کیا اور تحریم کے ساتھ باہر آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

شادی کے فنکشن کا اہتمام گھر میں ہی کیا گیا تھا۔ زمل کی تو حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں کیونکہ ابھی تک رفیق صاحب نے ان کو کسی قریب کی شادی میں بھی تیل مہندی پر جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور ان کے دوست کے گھر جگمگاتی روشنیوں اور بلند آواز گانوں کی وجہ سے اس کو پتا چلا کہ وہ اجازت کیوں نہیں دیتے تھے۔ زمل کو کوئی ایک بار اس کی کلاس فیلوز نے اپنے گھروں میں ہونے والے تیل کے فنکشنز کی روداد سنائی تو اس کا بھی دل چاہا کہ وہ بھی دیکھے۔ کالج میں کئی مرتبہ لڑکیاں اپنے موبائل میں گانے لگاتیں تو زمل بھی ان کے ساتھ مل کر ناچتی۔ اور رحما کے بقول زمل سب سے اچھا ڈانس کرنا جانتی تھی۔ لیکن آج یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے ہضم کرنے میں دقت ہو رہی تھی۔

وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے مناظر کو جزب کر رہی تھی جب اسے لگا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ لیکن وہ تلاش نہیں کر پائی کہ کون۔ اتنے میں ٹھوکر کھا کر وہ تھوڑا آگے جھکی کہ تحریم نے اسے تھام لیا۔

تھینک یو ماما۔

دیکھ کے کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟

نہیں ماما۔ پھر وہ سب لان سے گزرتے ہوئے گھر کے اندرونی حصے میں آ گئے۔ وہاں تو جیسے الگ ہی جہاں تھا۔ زمل نے اب بھی چادر سے نقاب کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہاں مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہی تھے۔ اندرونی دیواروں اور سیڑھیوں کو اچھے سے پھولوں سے سجایا ہوا تھا۔ ایک طرف کچھ لڑکیاں ڈھولک لے کر بیٹھی ہوئیں تھیں اور ان میں سے کچھ مہندی لگا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کے کزنز جو کہ چھوٹی عمر سے لے کر شادی شدہ تک بھی لگ رہے تھے موجود تھے جو کہ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ زمل تو ان کی بے باکیوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اتنے میں ان کے پاس ایک عورت آئیں جو کے بہت ہی خوبصورت سے لہنگے میں تھیں ۔لیکن ان کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔اورغور کرنے پر زمل کو معلوم ہوا کہ وہاں پر کسی بھی لڑکی یا عورت کے سر پر دوپٹہ نہیں ہے سوائے اس کے خود کے اور تحریم کے۔ وہ عورت آ کر تحریم کے گلے ملیں تو ان کے ساتھ ایک انکل بھی آ گئے جن کو رفیق صاحب بہت گرم جوشی سے ملے۔) تو یہ ہیں وہ جن کے بیٹے کی شادی ہے (۔زمل نے سوچا۔

آپ کو بیٹے کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو شگفتہ بہن ۔تحریم نے کہا اور ان کی جانب وہ شاپنگ بیگ بڑھا دیا جس میں ان کیلیے تحائف تھے اس بیگ کو بہت ہی لمبی بحث کے بعد قبول کیا گیا جس میں زیادہ تر حصہ یہ ہی تھا کہ اس کی کیا ضرورت تھی ۔تکلف کیا آپ نے تحریم۔

اب وہ لوگ آپس میں رسمی باتیں کرنا شروع ہو گئے ۔ایک چیز جس نے زمل کو مزید حیران کیا تھا وہ یہ تھی کی تحریم نے اپنا نقاب اتار دیا تھا اور رفیق صاحب بہت آرام سے وہاں کھڑے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

زمل کو یاد تھا کہ جب ایک مرتبہ اس کی ماما نے اپنے بھانجے کی شادی پر نقاب کے بغیر گاڑی میں سفر کیا تھا تو رفیق صاحب ان کو میکے چھوڑ کر چلے آئے تھے کہ ایسی آوارہ شریک حیات ان کو نہیں چاہیئے ۔پھر گھر کے بڑوں نے دخل دے کر معاملہ کس طرح رفع دفع کروایا وہ الگ کہانی ہے لیکن یہاں تو جیسے ان کے چہرے پر ذرا بھی بیزاری نہیں تھی ۔تحریم نے زمل کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس کا وہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جس میں اس نے چادر کا کونہ تھاما ہوا تھا) یہ ایک اشارہ تھا کہ نقاب اتار دو (پھر وہ شگفتہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں یہ میری بیٹی ہے زمل۔

زمل بھی بڑھ کر ملیں تو انہوں نے اسے اپنے گلے لگا لیا۔ان خاتون کے کپڑوں سے اٹھنے والی تیز خوشبو اف خدایا۔ بدقت مسکراہٹ قائم رکھی۔

بہت خوبصورت نام ہے آپ کا۔مطلب کیا ہے اس کا؟

خانہ کعبہ کا تحفہ اور عورت کو ڈھانپنے والی چادر..... اس سے پہلے کہ حریم جواب دیتی رفیق صاحب نے جواب دے دیا۔

مطلب بھی آپ کی طرح پیارا ہے۔ زمل نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ پھر رفیق صاحب سالار صاحب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور ہمایوں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔شگفتہ نے اپنی بیٹی کو آواز دی۔

عالیہ ......عالیہ !...اتنے میں ایک زمل کی ہم عمر لڑکی اسی لڑکے لڑکیوں کے جھرمٹ سے جگہ بناتی ہوئی آئی۔

اس نے نہایت ہی خوبصورت کام دار لہنگا پہن رکھا تھا۔جس کا دوپٹہ گلے کی زینت بنا ہوا تھا۔

السلام علیکم آنٹی ۔اس نے آ کر خوشدلی سے سلام لی۔ عالیہ یہ تحریم آنٹی ہیں رفیق انکل کی مسز اور یہ ہیں زمل ...... اپ نے ان کو کمپنی دینی ہے ٹھیک۔

جی ٹھیک ہے مما۔اس نے مسکرا کر زمل کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔

زمل مجھے اپنی چادر دیدو۔ زمل مڑنے ہی لگی تھی کہ تحریم نے روک لیا۔ عالیہ بھی شاید کسی ملازم کو کچھ کہنے لگ گئی۔

لیکن ماما .... بابا! زمل نے اتنا آہستہ بولا کہ صرف وہ ہی سن سکیں۔

تمھارے بابا نے ہی بولا تھا۔انہوں نے بھی اتنی ہی دھیمی آواز میں جواب دیا۔زمل نے حیران ہوتے ہوئے چادر اتار کردی اور عالیہ کے ساتھ چل پڑی۔تحریم کو شگفتہ لیگئیں۔

آپ کیا کرتی ہیں زمل؟ عالیہ نے پوچھا۔ میں بی ایس سی کر رہی ہوں۔زولوجی میں۔

زمل نے مسکرا کر جواب دیا۔ ارے واہ ! سیم سیم لیکن میں بی ایس کر رہی ہوں دوسرا سمیسٹر ہے میرا۔اتنے میں وہ دونوں ڈھولک کے پاس آ گئیں۔عالیہ نے دو تالیاں بجائیں اور سب کو متوجہ کر کے زمل کا تعارف کروایا۔اور جگہ بنا کر بیٹھ گئیں۔زمل پہلے تو جھجھکتی رہی لیکن بعد میں ان کے ساتھ تھوڑا گھل مل گئی اور تالیاں بجانا شروع کر دیا۔اتنے میں ڈھولک والی آپی نے ڈھولک پر لڈی کی دھن بجائی تو کوئی لڑکیاں اور لڑکے لڈی ڈالنا شروع ہو گئے۔عالیہ نے زمل سے بھی کہا لیکن اس نے تو صاف انکار دیا۔

مجھے تو بالکل بھی ڈانس کرنا نہیں آتا۔) مانا کہ بابا نے چادر اتارنے کی اجازت دی اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بدل گئے ہیں۔بھئی مجھے میری ٹانگیں بہت عزیز ہیں (اپنی سوچ پر وہ خود ہی ہنس دی۔پھر زمل کو احساس ہوا کہ شاید اس کے بال کھل گئے ہیں۔تو وہ پریشان ہوگئی۔ عالیہ !

"ہاں بولو زمل۔

مجھے واش روم میں جانا ہے۔

اچھا....... ایسا کرو میرے ساتھ آ۔یہاں نیچے تو کوئی واشروم فارغ ہونا مشکل ہے۔تم ایسا کرو کے اوپر سفیان بھائی کے روم میں چلی جاو۔سفیان کی ہی شادی تھی۔

وہ مائنڈ نا کر جائیں عالیہ۔زمل نے اپنا حدشہ بتایا۔ارے.......... اس میں مائنڈ کرنے والی کون سی بات ہے....... آ میں چھوڑ آں۔

پھر زمل عالیہ کے پیچھے پیچھے چل دی۔سیڑھیاں چڑھ کے وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے آئے۔

تم بے شک آرام سے فارغ ہوجاو میں نیچے ہی ہوں۔زمل نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔اس نے ڈور ناب گما کر دروازہ کھولا تو خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔اندر آ کر اس نے لائٹس آن کیں تو کمرے کی خوبصورتی کا اعتراف کیے بغیر نا رہ سکی۔بلاشبہ وہ کمرہ نہایت نفاست پسندی سے سجایا گیا تھا۔اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا حجاب کھولا تو سارے بال بکھر گئے۔ کمرے کی کھلی کھڑکی سے باہر لگے ڈیک سے گانے کی آواز آنا شروع ہوگئی۔

اتفاق سے وہ گانا نازل کا ان دنوں کا پسندیدہ بھی تھا تو اس کا دل کیا کہ وہ ساری حدیں بھلا کرناچنا شروع کر دے پھر کیا تھا۔ جب دل اپنی کرنے پر آئے تو نہیں دیکھتا کہ جگہ کون سی ہے وہ وہیں پر ڈانس کرنے لگ گئی اور ڈانس میں مگن ارد گرد سے لاعلم ہوگئی...... اچانک اسے لگا کہ کمرے سے ملحقہ بالکونی میں کوئی نامانوس سی آواز سنائی دی ہے تو وہ چونک گئی۔ جب وہ آواز دوبارہ سنائی دی تو ڈر کے مارے زمل کے ہاتھ پاوں پھولنا شروع ہو گئے۔ اس نے جلدی جلدی اپنے کھلے بالوں کو جوڑے میں قید کیا اور حجاب کر کے باہر بھاگ گئی۔ پھولے سانس کے ساتھ نیچے آئی تو عالیہ نے پوچھا۔

کیا ہوا.... خیریت تو ہے نازمل؟ بیٹھو یہاں پر۔

اوپر سفیان بھائی کے کمرے میں کوئی ہے۔ زمل نے پھولی سانس کے ساتھ کہا۔

اوہ ..... میرے خدایا .... وہ لیزا ہوگی۔ سفیان بھائی کی بلی۔ میں دیکھتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اوپر کی جانب چل دی۔ اور زمل نیسکون کا سانس لیا کیونکہ وہ یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ کسی نے اسے اس حالت میں دیکھا ہے پھر وہ تحریم کی جانب چل دی۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ آواز لیزا کی نہیں کسی اور کی تھی۔ اس واقعے سے وہ محتاط ضرور ہوگئی۔ اور کھانے تک کا سارا وقت تحریم کے ساتھ ہی گزارا۔

زمل بچے ذرا اپنے بابا کو فون تو کر لو اور پوچھو کہ وہ کہاں ہیں۔ گیارہ بج رہے ہیں..... تحریم نے فکرمندی سے زمل کو کہا تو اس نے فرضی جیب میں ہاتھ ڈالا) یہ اس کی عادت تھی کیونکہ وہ یونیورسٹی میں موبائل جیب میں ہی رکھتی تھی (امی موبائل میرے پاس تو نہیں ہے۔ زمل کے ساتھ ساتھ تحریم بھی پریشان ہوگئیں۔ پھر کچھ یاد آنے پر زمل بولی۔ ماما میں واشروم گئی تھی وہاں نا رہ گیا ہو۔ میں دیکھ کے آتی ہوں۔ زمل نے تحریم سے اپنی چادر واپس لی اس کو بازو پر ڈالا اور عالیہ کی جانب آئی۔

عالیہ شاید میں اپنا موبائل سفیان بھائی کے کمرے میں بھول آئی ہوں کیا لے آوں؟

ارے زمل اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے دیکھ لو جا کے۔ بلکہ میں یہاں کچن سے فارغ ہو کر اوپر ہی آجاتی ہوں۔ عالیہ نے زمل کے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا موبائل دیکھا تھا جب وہ واشروم میں گئی تھی . لہذا اس کی پریشانی سمجھ کر بولی ۔زمل اوپر آ گئی اوپر والے پورشن میں اب اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ سب نیچے دلہے کو مہندی لگا رہے تھے۔ زمل نے جب کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر گھپ اندھیرا تھا جبکہ وہ لائٹ جلتی چھوڑ کر آ ئی تھی۔

) عالیہ نے بند کر دی ہوگی لائٹ (اپنی سوچ کا خود ہی جواب دے کر آگے بڑھی کہ ڈریسنگ ٹیبل پر اسے اس کا موبائل نظر آ گیا۔ ابھی اس نے موبائل اٹھانے کیلیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ بند ہونے آواز آئی۔ وہ مڑی تو کسی نے لائٹ آف کر دی۔ زمل نے دوڑ لگانا چاہی لیکن دروازے کے پاس پہنچتے ہی کسی نے اسے بازو سے کھینچ

کر دیوار کی جانب دھکیلا اور آگے بڑھ کر ایک بازو کی پشت زمل کی گردن پر رکھی جس سے اس کی آواز دب گئی۔تو دوسرے ہاتھ سے زمل کے پیٹ پر اپنی پانچوں انگلیوں سے دباؤ ڈال کر اسے دیوار سے لگا دیا۔زمل نے ڈر کے آنکھیں بند کر لیں۔

یہاں کیا کر رہی ہو؟ بھاری آواز میں پوچھا گیا۔

م م م م......میں.....م م م...میں اپنا سیل فون......ل ل ل لینے آ.....آئی ہوں.......و و و...وہ وہاں ہے ۔گردن پر بازو ہونے کی وجہ سے اس سے بولا نہیں جا رہا تھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اس چور) ایسا زمل کو لگا کہ یہ چور ہے (کی توجہ دلوائی۔

اوہ..اچھا !!تم....نام کیا ہے تمہارا؟

ز ز...ز م م مل...زمل۔بمشکل کہہ پائی۔

ہاں تو زمل اب اگر تم نے نیچے کسی کو بھی یہ بتایا جو یہاں ہوا ہے تو تمہاری عزت تو جائے گی ہی لیکن میں تمہارا حشر نشر کر دوں گا ......آئی بات سمجھ میں؟

ج ج....جی۔زمل کو نا جانے کیوں لگا کہ وہ شخص اپنی اصل آواز چھپا رہا ہے۔لیکن اس کی دھمکی کا یہ اثر ہوا کہ زمل زور زور سے کانپنے لگی۔اب اس شخص نے آہستہ آہستہ زمل کی گردن پر اپنے بازو کی گرفت ڈھیلی کی آیا یہ دیکھ رہا ہو کہ وہ چیخے نہیں اور جیسے ہی یقین آیا کہ اب وہ نہیں چیخے گی وہ بالکونی کی جانب بھاگ گیا۔جبکہ زمل اپنی پھولی ہوئی سانس بحال کرنے کی سعی کرنے لگ گئی۔دوبارہ دروازہ کھلا اور عالیہ اندر آئی۔ ارے ....زمل لائٹ تو جلا لیتی۔اور ایسے کیوں کھڑی ہو؟ عالیہ نے لائٹ آن کی تو اسے کانپتی ہوئی زمل دیوار کے ساتھ لگی نظر آئی۔

زمل ....زمل کیا ہوا......سب ٹھیک تو ہے نا؟

عالیہ.......و و و....وہ ابھی زمل نے بتانا شروع ہی کیا تھا کہ لیزا بالکونی سے اندر کمرے میں آ گئی۔

افو ......زمل ایک بلی سے ڈر گئی۔"

لیزا اب زمل کے پاوں کیگر داٹھ کھیلیاں کر رہی تھی۔ آو لیزا تمہیں نیچے لے جاوں۔موبائل ملا زمل؟ عالیہ نے زمل سے پوچھا لیکن وہ کسی اور ہی دنیا میں تھی۔

زمل !!اب کی بار عالیہ نے کچھ اونچا بولا تو زمل ہوش میں آئی۔

ہ۔۔ہ۔۔۔ہاں کیا ہوا؟ اس نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

زمل میں موبائل کا پوچھ رہی ہوں۔ملا کیا؟ عالیہ بھی حیران ہوئی۔

ہاں۔۔۔ہاں مل گیا۔پھر وہ خود پر گزری قیامت پر قابو پاتے ہوءڈریسنگ ٹیبل کے سامنے گئی اور موبائل اٹھا لیا۔

اب وہ جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتی تھی۔

عالیہ میں نیچے چلتی ہوں ماما میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ عالیہ کو دیکھ کر اس نے خود پر کافی حد تک قابو پاتے ہوئے کہا ہاں چلو میں بھی آتی ہوں .... آو تم بھی لیزا۔ پھر اس نے لیزا کو بھی گود میں اٹھا لیا۔ اور جب وہ نیچے آئیں تو زمل تقریبا دوڑ کر تحریم کے پاس گئی اور موبائل ان کی طرف بڑھا دیا۔

ماما ! بابا سے کہیں کہ جلدی چلیں۔ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے یہاں۔ زمل نے تحریم کا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں میں کہتی ہوں کیونکہ ان لوگوں نے تو ابھی رات گئے تک یہ شور شرابا جاری رکھنا ہے۔ تحریم نے بھی زمل کی تائید کی۔ پھر وہ لوگ وہاں پر سالار صاحب اور شگفتہ کے کہنے پر بھی نہیں رکے۔ رفیق صاحب بھی باہر اتنا آزادانہ ماحول دیکھ کر بمشکل مسکراہٹ قائم کیئے ہوئے تھے۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر زمل نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اور ذہن میں ایک مرتبہ پھر سے سارا واقعہ چلنے لگا۔

ارے بھئی حد ہوتی ہے بے شرمی کی...... وہ تو سالار نے اتنا اسرار کیا تو میں آنے پر راضی ہو گیا مجھے کیا پتا تھا کہ یہاں تو کسی کو مذہب کی تمیز نہیں....... آج زندگی میں پہلی بار زمل کو رفیق صاحب کا چلانا برا نہیں لگا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا بس کسی طرح اس جگہ سے بہت دور چلی جائے، کبھی واپس نہ آنے کیلیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

رحما پچھلے آدھے گھنٹے سے زمل کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس پر کوئی اثر ہو تب نا۔ اور زیادہ تر باتیں جو وہ رونے کے دوران کر رہی تھی ان میں اگر کوئی وہاں آ جاتا تو؟

آیا تو نہیں نا زمل۔

اگر کوئی مجھے وہاں ایسے دیکھ لیتا تو؟

دیکھا تو نہیں نا زمل۔

اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے کسی کو بتایا تو وہ میرے ساتھ اچھا نہیں کرے گا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے رحما۔

رحما نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور بولی، اس کو پتا نہیں چلے گا زمل بلکہ کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے بہت بڑے نقصان سے میری دوست کو بچا لیا ہے۔ پتا نہیں وہ شاید کوئی چور تھا اور کچھ چرانے آیا ہو گا۔ زمل بس اللہ کا شکر ادا کرو اور اس پر معاملہ چھوڑ دو۔

رحما نے خلوص سے اسے سمجھایا تو اس کا رونا دھونا سوں سوں میں بدل گیا۔ رحما نے سکون کا سانس لیا کہ اب زمل بہتر ہوئی ہے۔ وہ ایک ایسے گھر سے تعلق رکھتی تھی جو کہ اس کے بابا کی دقیانوسی سوچ پر چلتا تھا۔ وہ گھر میں مکمل چپ رہنے والی لڑکی تھی

جو اپنے دن کو کالج میں ہی جی لیتی لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کا تعلیم کا یہ آخری سال تھا۔ جیسے تیسے رفیق صاحب نے بی ایس سی کی اجازت دی تو ساتھ ہی کہہ دیا۔

اس کے بعد یہ لڑکی مجھے نہ کہے کے آگے پڑھنا ہے۔ بچیاں گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ اور تم کالج جاتے وقت برقع لو گی اور اگر مجھے کبھی کسی بھی ایسی بات کا پتا چلا جو مجھے پسند نا آئی تو اسی دن تمہارا گھر سے باہر نکلنا بند .... آئی سمجھ۔

در حقیقت جو کچھ سالار صاحب کی طرف ہوا رحما ابھی بھی وہی سوچ رہی تھی کہ کوئی ایسا کیوں کرے گا لیکن مطمئن تھی کہ اب زمل اس واقعے کو بھلا دے گی۔

☆☆☆☆☆

السلام علیکم چندا!

زمل جب کالج سے گھر آئی تو اپنے موبائل پر موصول ہونے والے غیر شناسہ نمبر سے آئے میسج پر حیران رہ گئی۔

یہ کس کا میسج ہوسکتا ہے بھلا؟ وہ صرف سوچ کے ہی رہ گئی۔ کیونکہ اس کے جاننے والوں میں سے کوئی بھی اسے "چندا " نہیں کہتا تھا۔ جب وہ جی بھر کے حیران ہولی تو اس سوچ میں پڑ گئی کہ یہ کون ہوسکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ رحما نے نیا نمبر لیا ہو۔

لیکن وہ مجھے چندا تو کبھی نہیں کہتی۔

تو کیا کسی نے غلطی سے کر دیا ہے۔

لیکن اگر وہ چندا کہہ رہا ہے تو مطلب جس کو میسج کیا ہے اسے جانتا بھی ہے۔

جب اپنی سوچوں سے تنگ آ گئی تو جھنجھلا کر موبائل بیڈ پر پٹخ دیا بھاڑ میں جائے جو بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

جب وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے تو بالکل خاموشی تھی اور رفیق صاحب کے ہاتھ میں زمل کا موبائل تھا۔ جسے وہ ابرو اچکا کر چیک کر رہے تھے جیسے اس میں انڈین آرمی کے بلو پرنٹس ہوں اور وہ پاکستانی فوجی ..... ہنہ۔

زمل نے اپنی سوچوں کو جھٹک کر کھانا کھانے پر فوکس کیا۔

یہ کیا بیہودگی ہے؟ رفیق صاحب کی آواز پر اس نے سر اٹھا کے دیکھا۔ اسے لگا کہ ہمایوں نے پھر کوئی شرارت کی ہے لیکن وہ تو اس کی ہی طرف دیکھ رہے تھے تو وہ گڑ برا گئی۔

ک .... کیا ہوا بابا؟ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پائی کہ اس پر کیوں غصہ ہو رہے ہیں جبکہ زمل نے تو ایسا کچھ کیا ہی نہیں۔ تو انہوں نے موبائل سکرین زمل کی جانب کر دی جس پر صبح موصول والا میسج جگمگا رہا تھا۔ ایک لمحے کیلیے تو زمل کا سر ہی گھوم گیا لیکن بظاہر خود پر قابو پاتے ہوے بولی۔

بابا۔۔۔یہ۔۔۔۔یہ رحما کا نیا نمبر ہے آج وہ یونی نہیں آئی تھی اس لیے کام پوچھنے کیلیے فون کیا۔اور آج پہلی دفعہ جھوٹ بولتے ہوئے آخری دفعہ اس کی آواز کپکپائی۔

اس سے بول دو تم کہ آئیندہ ایسے القاب سے تمہیں نا بلائے۔زہر لگتی ہیں مجھے وہ لڑکیاں جن کو بات کرنے کی تمیز بھی نا ہو۔یہ پڑھتے ہو تم لوگ اداروں میں۔یہ تمیز سکھائی جاتی ہے وہاں۔یہ سب پڑھنا ہوتا ہے تو پھر بیٹھو ....زمل نے سب باتوں کو سنا ان سنا کیا اور جلدی سے کھانا کھا کر کمرے میں آ گئی۔آج خلافِ معمول موبائل اس کے پاس تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر زمل نے غصے سے دروازہ بند کیا اور لمبے لمبے سانس لیکر اپنا غصہ کم کرنے کی سعی کرنے لگی۔

اسی غصے کے زیرِ اثر زمل نے میسج کا جواب دیدیا۔

کون ہے؟اور موبائل کو بیڈ پر پٹخ کر کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ جواب آ گیا۔

وعلیکم السلام!

میں نے پوچھا ہے کہ کون ہے؟غصے سے کہا۔

سلام کا جواب دینا فرض ہے۔

زمل نے پڑھا تو اسے لگا کہ رحما ہے کیونکہ رحما ہمیشہ اس کی اس غلطی کو ٹوک دیا کرتی تھی،تو جواب دیا۔

رحما آج یونی کیوں نہیں آئی؟یاد کیا تم کو میں نے۔زمل نے بغیر تصدیق کئے جواب دیدیا۔

آج طبیعت خراب تھی اس لیے۔

موصول ہونے والے جواب نے اس کے شک کی تصدیق کردی کہ وہ رحما ہی ہے۔

مت کیا کرو یوں چھٹی۔محبت سے گلہ کیا گیا۔

اوکے جناب اب نہیں کروں گی۔ساتھ ہی جواب آ گیا۔

اور ہاں رحما مجھے میسجز پر "چندا "مت کہا کرو۔آج بابا نے اتنی باتیں سنائی ہیں۔زمل کا غصہ نکل ہی گیا......اور وہ رات کافی دیر تک اس انجان شخص کو رحما سمجھ کے باتیں کرتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

****چھ مہینے بعد****

زمل نے رات کو اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو ایک عجیب سی خوشی اس میں سرایت کرگئی۔ہونٹوں پر بناوٹی مسکراہٹ کی جگہ حقیقی مسرت نے لے لی۔وہ اپنی کپڑوں کی الماری کے سامنے آئی اور اس کو کھول کر اندر سے کپڑوں کی تہہ کے نیچے سے ایک موبائل نکال لیا ....اس کو دیکھ کر ہمیشہ کی طرح زمل کو یاد آیا کہ کس طرح اس کا پہلا موبائل

بابا نے توڑ دیا تھا۔بات یہ تھی کہ اس کے ایک ٹیسٹ میں ۷۰ % سے کم نمبر تھے جس پر وہ غصہ تھے اور دوسرا ان کو پتا چل گیا تھا کہ زمل رات کے وقت موبائل اپنے پاس رکھتی ہے۔

بابا ٹیسٹ میں کم مارکس بخار کی وجہ سے آئے تھے , قسم لے لیں آئیندہ ایسا نہیں ہوگا۔زمل نے روتے ہوئے ان سے کہا لیکن وہ اس کی آنکھوں میں چھپی سچائی کو نہ دیکھ پائے۔زمل کو ٹیسٹ والے دن واقعی بخار تھا لیکن انہوں نے موبائل کو ہوا میں بلند کیا اور ایک جھٹکے سے اسے ذمین پر دے مارا۔وہ موبائل کسی اچھی کمپنی کا تھا بھی نہیں لہذا کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

اس دن صرف موبائل نہیں تھا جو ٹوٹا تھا بلکہ اس دن زمل کا اپنے بابا کے ساتھ مان کا جو رشتہ تھا وہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔

مجھے آئیندہ اس لڑکی کے ہاتھ میں یہ خرافات نظر آئی تو میں اس کے ہاتھ تو توڑ دوں گا۔ساتھ تمہارے پاں بھی توڑ دوں گا تحریم ! تمہارے کہنے پر میں نے اس کو یہ لے کر دیا تھا ..... ایسی ہوتی ہیں اچھے گھروں کی لڑکیاں.... زمل نے ایک نظر ان ٹوٹے پرزوں کو دیکھا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔اس عزم کے ساتھ کہ آئیندہ کبھی رفیق صاحب کو مخاتب نہیں کرے گی۔

یہ اس دن کے ایک ہفتے کی بات ہے جب وہ رات میں کمرے میں سونے آئی تو تکیے کے نیچے سے "زوں زوں" کی آواز پر چونک گئی۔اس نے تکیہ ہٹا کر دیکھا تو وہاں ایک خوبصورت سا موبائل تھا۔زمل تو اسے دیکھ کر سکتے میں آ گئی۔دوڑ کر نیچے تحریم کے پاس آئی۔

ماما میرا موبائل...وہ حسبِ معمول باورچی خانے میں ہی تھیں جب زمل نے پوچھا۔

زمل میری جان ...... تمہارے بابا کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔میں ابھی ان کو نئے موبائل کیلیے نہیں کہہ سکتی۔

زمل کئی لمحے ٹکٹکی باندھے تحریم کو دیکھتی رہی پھر بولی، نہیں ماما مجھے موبائل نہیں چاہیئے ۔ویسے بھی پیپرز قریب ہیں ۔آپ بابا سے مت کہیے گا،ابھی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اوپر کمرے میں آ گئی۔آ کر دروازہ اچھی طرح سے بند کیا۔بیڈ پر آ گئی۔اب موبائل وائبریٹ نہیں کر رہا تھا۔اس نے اپنے ہاتھ میں موبائل پکڑا اور اسے دیکھنے لگی۔ابھی وہ اس کو پلٹ کر دیکھ ہی رہی تھی کہ وہ پھر سے وائبریٹ کرنے لگ گیا۔زمل نے ڈرتے ڈرتے کال اٹھالی۔

وہ "زی" کی کال تھی وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ وہ کیسی ہے؟اس کو بتا رہا تھا کہ اس نے پلمبر کے ہاتھوں موبائل وہاں رکھوایا ہے) زمل نے یقین بھی کر لیا (وہ اسے بتا رہا تھا کہ زمل سے ایک ہفتہ بات نہ کر کے وہ بے سکون رہا تھا ۔اور اس وقت زمل کو وہ اپنا سب سے بڑا غم گسار لگا۔

آج بھی الماری سے موبائل نکالتے ہوئے زمل کو وہ پہلی رات یاد آئی جب اس کو موبائل دیا گیا تھا۔زمل نے مسکرا

کر موبائل آن کیا تو ڈھیروں تحریری اطلاعات کو اپنا انتظار کرتے پایا۔ جو کہ اس بات کی گواہ تھیں کہ "زی "اس سے کافی ناراض ہے۔ زمل نے کال ملائی تو دوسری بیل پر ہی فون اٹھالیا گیا۔

السلام علیکم ! زمل نے بہت خوشگوار موڈ میں کہا تو زی کو تو آگ ہی لگ گئی۔

کیا مطلب السلام علیکم؟ اتنے دنوں کے بعد تم نے کال کی ہے اور میں جو کہ مرنے کے قریب ہوں اسے تم سلامتی کیسے بھیج سکتی ہو.... اتنی ظالم کیسے ہوسکتی ہو زمل؟ زی کا زمل کو نام سے بلانے کا مطلب تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے ورنہ وہ اسے کہتا ہی "چندا " تھا۔ زمل نے کئی مرتبہ منع بھی کیا تھا لیکن وہ کہتا کہ مجھے یہ نام پسند ہے میں تو یہ ہی کہوں گا۔

زی ! آپ کو پتا ہے کہ میرے فائنلز تھے۔ زمل نے بہانہ گڑھا۔

میرے خیال سے زمل بی بی آپ کے امتحان تین دن پہلے ختم ہو چکے تھے۔ زی بھی باخبر تھا۔ جب وہ اس کے گھر میں فون رکھوا سکتا تھا تو امتحانات کی آخری تاریخ پتا کروانا تو بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

اممم وہ ..... دراصل...... زمل سے بہانہ نہیں بن پا رہا تھا۔

جھوٹ مت بولنا زمل ۔ زی نے وارنگ دی۔

میں ماما کے ساتھ گاوں شادی پر گئی ہوء تھی، شادی چونکہ چچا ابو کے بیٹے کی تھی تو پھر ٹھہرنا پڑا۔ موبائل پاس نہیں تھا، لے کر جانا یاد نہیں رہا۔ زمل نے اقرار کر ہی لیا۔

پورے سات دن کیلیے ۔ زی کو ابھی بھی یقین نہیں آیا۔

ہم..... زمل نے آہستہ سی آواز میں کہا۔

اچھا چلو پھر تصویریں تو لی ہوں گی نہ؟

جی ! زمل نے جیسے ہی کہا، کہہ کر پچھتائی۔

چلو پھر دکھاو مجھے...... ساتھ ہی زی نے وہ فرمائش کر دی جس سے وہ بچنا چاہتی تھی۔

آپ جانتے ہیں زی .... زمل نے آہستہ سے کہا۔

کیا...... ؟ زی جانتا تھا لیکن اس کے منہ سے بار بار سننا اچھا لگتا تھا۔

میں پردہ کرتی ہوں۔ ہلکی سی معصوم آواز میں اس نے دفاعی پل باندھا، جانتی تھی یہ کام کر جائے گا۔

میں جانتا ہوں۔

پھر بھی بار بار پوچھتے ہیں۔ زمل نے گلہ کیا۔

کیونکہ مجھے بار بار سننا اچھا لگتا ہے۔

زمل خاموش ہی رہی۔

تم حجاب کیوں کرتی ہو چندا؟) چندا کہنے کا مطلب تھا کہ اب وہ ناراض نہیں ہے لیکن آج سے پہلے اس نے ایسا سوال نہیں کیا تھا(

زمل نے سوچنے کیلیے چند لمحے لیےاور بولی۔

میں حجاب اس لیے کرتی ہوں تا کہ میں خود کو اس کے احترام کے نتیجے میں باحیا رکھ سکوں۔ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ کوئی میری طرف بری نگاہ سے دیکھے یا نہیں، کیونکہ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ آپ نقاب کر کے بھی لوگوں کی غلیظ نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔لیکن میں صرف اپنی نظر کی حفاظت کی جوابدہ ہوں.....

اور جب میں حجاب کر کے باہر جاتی ہوں تو خود بخود نظریں جھک جاتیں ہیں، کیونکہ اگر میں حجاب کر کے بھی اپنی نظر کی حفاظت نا کر پاوں تو مجھے لگتا ہے کہ دہرا گناہ ہوگا، ایک پردے کی بیحرمتی کرنے کا اور دوسرا نگاہ کی حفاظت نہ کرنے کا۔اور آج بھی ہر مرتبہ کی طرح زمل نے زی کو خاموش کروادیا، وہ واقعی کئی لمحے بول نہ سکا۔

تم اچھی لڑکی ہو زمل، اب سوجا، اچھی لڑکیاں زیادہ دیر تک جاگا نہیں کرتیں۔زمل نے مسکرا کر ہاں میں ہاں ملائی اور فون رکھ دیا۔

زمل نے فون تو رکھ دیا لیکن کافی دیر تک یہ سوچتی رہی کہ اسلامی بنیادوں پر لیے جانے والے ملک کی زیادہ تر شادیوں میں حجاب قبول کیوں نہیں کیا جاتا تھا؟ وہ حال ہی میں جس شادی سے لوٹی تھی بلاشبہ وہ ایک گاوں میں تھی لیکن وہاں پر بھی دوپٹے کو سر کی زینت بنانے کی بجائے گلے کا ہار بنایا جا رہا تھا....... اور بات صرف یہاں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ جب تک حجابی لڑکیوں کو طنز بھری کی نگاہوں سے دیکھ نہ لیا جائے یا ان کی حجاب پر سوال نہ کر لیا جائے خود کو ماڈرن خیال کرنے والی لڑکیوں کا مقصد پورا نہیں ہوتا ..... اور تو اور افسوس زیادہ ان لڑکیوں کے حصے میں آتا ہے جو حجاب لینا صرف اس لیے چھوڑ دیتی ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟

اور اس معاملے میں زمل رحما کو بھی قائل نہیں کر پائی تھی۔

یہ ان کی الوداعی تقریب کی بات تھی , جب رحما سٹیج پر کھڑی الوداعی غزل پڑھ رہی تھی:

"سرِ شام سورج کے ڈوبنے پر
آج عجب سی اداسی چھائی ہے
ہوا کے جھونکوں کی مانند
آج پھر تیری یاد آئی ہے
تم مانو یا نہ مانو میری دوستو

وجہ اداسی تیری جدائی ہے"

وہ چند لمحے رکی پھر بولی، اب شاعرہ خنسا کی زبانی میں اپنی دوستوں سے کہنا چاہوں گی:

"بس اتنا ہی تھا ساتھ ہمارا

ناممکن سا لگتا ہے یہ

کہ

دوستی کو میں بھول جاں

وہ دن جب ساتھ تھے سارے

تھیں چھوٹی چھوٹی شرارتیں بھی

بے وفا نکلے کچھ دوست

چھوڑ کے تنہا بچھڑے کچھ دوست

بس یادیں ہیں اور اداس شام

یادیں بھی سرمایہ ہیں

بچھڑے کچھ دوستوں کی

باتیں بھی سرمایہ ہیں

باتیں بھی سرمایہ ہیں"

سارا ہال تالیوں کی گونج میں جھوم اٹھا۔ رحما نے دوبارہ آ کر اپنی نشست سنبھالی۔ وہ ہمیشہ سے غیر نصابی سرگرمیوں میں مہارت رکھتی تھی۔ زمل نے بھی سر جھکا کر اسے داد دی۔ جسے رحما نے مسکرا کر وصول کیا۔

زمل کو آج جو واحد بات پسند نہیں آئی تھی وہ یہ تھی کہ رحما جس نے کالج کے چار سال سر سے دوپٹہ نہیں اتارا تھا آج بال کھولے پھر رہی تھی۔ اور کئی اساتذہ اور وہاں کام کرنے والے بھی مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

رحما ایک دوست ہونے کے ناطے میں تمہیں یہ بتانا اپنا حق سمجھتی ہوں کہ تم نے مجھے آج مایوس کیا ہے۔

زمل میں نے جب یونس بھائی کی شادی پر سکارف لیا تھا تب سب نے کتنا مزاق اڑایا تھا .... اس لیے آج میں نے... رحما نے ہلکی سی آواز میں کمزور سی دلیل دی۔ جس پر زمل تو غصہ ہی ہوگئی اور بولی، مطلب حد ہے کہ آپ شادیوں میں صرف اس لیے حجاب نا کریں کہ لوگ کیا کہیں گے، اور کھلے بال اس لیے چھوڑ دیں کیونکہ لوگ کچھ نہیں کہیں گے .... لوگ لوگوں سے ڈرنا کب چھوڑیں گے.....

زمل نے اس سے زیادہ رحما سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ اس کے بعد اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہی کیونکہ وہ اس خاص

دن کو خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح زمل باورچی خانے میں ایک نئی ترکیب سے کباب بنا رہی تھی، جب پلیٹ سجالی تو شریری مسکراہٹ کے ساتھ اس کی ایک تصویر کھینچی کہ رات میں زی کو بھیج کہ اس کا دل جلائے گی اور پھر ساتھ ہی موبائل کو بند کر کے سویٹر کی اندرونی جیب میں چھپا لیا۔ ابھی وہ پلیٹ لے کر اپنے دوپٹے سے بے خبر باورچی خانے سے نکلی ہی تھی کہ باہر لاونچ میں ہارون کو کھڑے دیکھا، وہ ہمایوں کا دوست تھا اور اس سے کتاب لینے آیا تھا، زمل کے ہاتھ میں کباب دیکھ کر بولا، زمل باجی آج گھر میں کوئی دعوت ہے کیا؟

تو وہ ہنس کر بولی نہیں، نہیں دعوت تو نہیں ہے۔ لیکن تم بڑے خوش قسمت ہو، ادھر ہی رکو میں پلیٹ میں لے کر آتی ہوں جب وہ دوبارہ باورچی خانے میں آئی اور دروازے پر لٹکا دوپٹہ دیکھا تو اپنی بے خبری پر خود کو جی بھر کے کوسا، پھر دوپٹہ ٹھیک کر کے پلیٹ میں ہارون کے لیے کباب نکال کر اسے دیے اور اس کے کھانے تک وہیں بیٹھی رہی، کیونکہ ابھی ہمایوں گھر پر نہیں تھا، پھر جب وہ چلا گیا تو زمل بھی اپنے کمرے میں واپس جانے لگی کہ رفیق صاحب کی غصے سے بھرپور آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

زمل !!!! زمل کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب پر گیا جس میں موبائل تھا، وہ آج رفیق صاحب کے گھر پہ ہی ہونے سے بے خبر تھی۔ وہ وہیں رک گئی، پھر مڑی اور رفیق صاحب کو غصے سے سیڑھیاں اترتا دیکھ کر ان کی جانب بڑھی۔

بابا یہ چکھ کر دیکھیں، میں نے کباب بنائے ہیں آج ہی دیکھے۔۔۔۔۔۔ زمل کی بات ابھی بیچ میں ہی تھی کہ رفیق صاحب نے ہاتھ مار کر پلیٹ گرا دی۔ جو کہ سیڑھیوں میں گرتے ہی چکنا چور ہو گئی، زمل ابھی حیرانی سے ان کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ انہوں نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے زمل کے بائیں گال پر انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا، تکلیف کی لہر اس کے وجود میں سرایت کر گئی۔

زمل نے بے اختیار اپنا ہاتھ گال پر رکھا جہاں اب اس کے آنسو ابل ابل کر گر رہے تھے، رفیق صاحب کچھ بولتے کہ اس سے پہلے تحریم آ گئیں اور انہوں نے زمل کو اپنی بانہوں کے حسار میں لے لیا۔

کیا کر رہے ہیں آپ؟ زمل پر اٹھتا ہاتھ دیکھ کر ان کا کلیجہ ہی کٹ گیا۔

پوچھو اپنی اس بے حیا بیٹی سے کیسے غیر مردوں کے سامنے دندناتی پھر رہی تھی وہ بھی بغیر دوپٹے کے، کسی باہر والے نے دیکھا تو کیا کہے گا یہ تربیت دی ہے میں نے اپنی بیٹی کو، میری محلے میں ایک عزت ہے، میں کہتا ہوں رشتہ دیکھو اس کا اور اپنے گھر کا کرواسے۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ تو جانے اور کیا کیا بولتے لیکن تحریم بول پڑیں۔

میں سمجھا دوں گی اسے، آپ۔۔۔آپ فکر نا کریں۔ " فکر نہ کروں، میں تو جان سے مار دوں گا اسے اگر دوبارہ اس

طرح دیکھا بھی تو، اور تم۔ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا میں، تم نے ہی ایسی تربیت کی ہے اس کی۔۔۔۔۔

زمل اس ساری گفتگو کے دوران خاموش سامع کا کردار ادا کرتی اپنے گال پر ہاتھ رکھی سسکیاں لیتی رہی، تھپڑ کی تکلیف سے کہیں زیادہ تکلیف ان الفاظ کی تھی جو وہ اپنے لیے اپنے باپ کے منہ سے سن رہی تھی، اور اسی غم و غصے میں اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے بابا سے ان کی عزت کا غرور اور تکبر چھین لے گی، پھر چاہے اس کیلیے اسے کسی بھی حد سے گزرنا پڑے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریم کے پہلو سے نکل کر زمل چلتی ہوئے اپنے کمرے تک آئی، اندر آ کر اس نے موبائل نکالا اور زی کو کال ملائی، اس وقت اس کا دماغ بالکل کام کرنا چھوڑ چکا تھا، دوسری ہی بیل پر زی نے فون اٹھا لیا۔

زہے نصیب، آج سورج کہیں جنوب یا شمال سے تو نہیں نکل آیا کیونکہ خبر تو قیامت سے بھی بڑی ہے۔ زی اپنی ہی دھن میں بولے جا رہا تھا اور زمل کا دل کیا کہ ساری دنیا تھم جائے اور وہ بس اسی کی آواز سنتی رہے، وہ یوں ہی بولتا رہے۔

زمل ! تم فون پر ہو، زمل !۔۔۔؟ اب وہ صحیح میں پریشان ہوا کیونکہ وہ کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔

ہ ہ ہاں۔۔۔۔زی۔ زمل نے روتے ہوئے اتنا کہا، کیونکہ اس تھپڑ کے ساتھ کہے گئے جملوں کی تکلیف کم ہو ہی نہیں رہی تھی۔

چندہ ہوا کیا ہے؟ اور اور تم رو کیوں رہی ہو؟ کیا ہوا ہے؟ جب دوسری طرف سے کوئی جواب نا ملا تو وہ پھر بولا۔

زمل ! خدارا کچھ تو بولو، کیوں میری جان سولی پر اٹکا رہی ہو؟۔۔۔۔زمل !!!! اب کی بار زمل بولی میں جینا نہیں چاہتی زی، مجھ تک کوئی بہت اچھا زہر بھجوا دو پلیز۔۔۔۔۔

بکواس بند کرو اپنی، خبردار آئیندہ جو کبھی اپنی جان لینے کی بات سوچی بھی تو، ہوا کیا ہے بتاؤ مجھے۔ اچھا خاصہ ڈانٹ کر وہ آخر میں نرم ہو گیا۔

زی۔۔۔وہ بابا۔۔۔بابا نے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی تحریم دروازے پر دستک دیے بغیر اندر آ گئیں، زمل نے دیکھا تو گڑبڑا کر موبائل تکیے کے نیچے رکھ دیا۔

زمل بات کیا ہوئی ہے، اور تمہارے بابا اتنے غصے میں کیوں گئے ہیں؟ تحریم نے زمل کا گھبرانا نوٹ نہیں کیا اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

زمل ! کچھ بتاؤ گی مجھے کہ نہیں؟ کون ہے وہ لڑکا؟ کس لڑکے کی بات کر رہے تھے رفیق؟ لیکن ان کے سوال پر اس کا ضبط جواب دے گیا اور وہ دھاڑ کر بولی، وہ لڑکا !! لڑکے کا پوچھ رہی ہیں امی۔ آپ !! یہ آپ پوچھ رہی ہیں تو سنیں وہ لڑکا ہارون تھا۔

ہارون!!؟ تحریم بھی حیران رہ گئیں۔

جی ہاں ہارون، ہمایوں کا دوست، میرے چھوٹے بھائی جیسا ہے وہ امی۔۔۔اور جان بوجھ کر نہیں گئی تھی میں وہاں بلکہ وہ میرے سامنے آ گیا تھا، جب پتا چلا کہ دوپٹہ باورچی خانے میں ہے تو لے لیا تھا میں نے۔۔۔لیکن نہیں۔۔۔امی ایک کام کریں۔۔۔خدارا۔۔۔خدارا مجھے زہر دے دیں۔تحریم نے آگے بڑھ کے اسے سینے سے لگا لیا تو اس نے ان کو جھٹک دیا۔

نہیں چاہیئے یہ سب مجھے، مجھے آپ کی ندامت بھی نہیں چاہیئے، امی نہیں رہا جاتا اب مجھ سے اس طرح، پہلے تو وہ صرف بے جا روک ٹوک کرتے تھے اور میں صرف یہ سوچ کر کہ وہ بابا ہیں میرے، کچھ نہیں کہتی تھی۔۔۔لیکن امی اب بس۔۔۔اب وہ کہہ رہے ہیں کہ میں بے حیا ہوں۔۔۔۔میں نے کیا کیا ہے امی۔۔۔؟ زمل روتے ہوئے ان کے ساتھ لگ گئی۔

مجھے میرا گناہ بتا دیں۔۔۔۔مجھ سے ایسے گھٹ گھٹ کے جیا نہیں جاتا، میں آپ کے اور لوگوں کے سامنے خوش رہنے کی اداکاری کر کر کے تھک چکی ہوں، مجھے اس طرح کی زندگی نہیں چاہیے۔

انہوں نے زمل کو خود سے الگ کیا، اٹھیں اور دروازہ بند کر کے نیچے چلی گئیں، حقیقت میں آج وہ بھی اپنی بیٹی سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھیں۔جب وہ چلی گئیں تو زمل اٹھی اور آ کر دروازے کو کنڈی لگا کر دوبارہ بیڈ پر آ گئی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا تو جس بات کا ڈر تھا وہ ہی ہوئی، زی نے فون ڈِسکنیکٹ نہیں کیا تھا۔مطلب کہ وہ زمل اور تحریم کی ساری باتیں سن چکا ہے۔اور اب اس نے ڈرتے ڈرتے فون کان سے لگایا، دوسری طرف وہ زمل کے سانس لینے سے پہچان گیا کہ یہ زمل ہے۔۔۔۔۔۔چند لمحوں کے بعد زی کی آواز گونجی۔

مجھ سے شادی کرو گی چندا؟

☆☆☆☆☆☆

زمل کو تو جیسے اب چپ سی لگ گئی تھی، سب کام وہ اسی طرح کرتی جیسے پہلے کرتی تھی، لیکن وہاں کے رہنے والے زمل کی آواز سننے کو ترس گئے۔وہ زی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔رفیق صاحب تو حسبِ معمول اپنی زندگی میں گم تھے لیکن زمل کی چپ کو انہوں نے بھی محسوس کیا تھا۔مگر وہ ازلی لاپرواہی کا مظاہرہ کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

سچ بات تو یہ ہے کہ والدین کا اعتماد اولاد کے کردار کی بلندی کیلیے ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔زیادہ تر جو بچے بغاوت کرتے ہیں ان میں اکثریت اپنے والدین کے بیجا رویے کی وجہ سے یہ انتہائی قدم اٹھاتی ہے۔لیکن اس کے برعکس جو والدین اپنی اولاد کو یہ حوصلہ دیں کہ ہاں ان کو اپنے بچوں پر اعتماد ہے تو پھر وہ اولاد بھی اپنی ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ ان کی وجہ سے ان کے والدین کا سر شرم سے نا جھکے۔

لیکن رفیق صاحب جیسے والد یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آج کا دوران کے دور سے قطعی مختلف ہے، آج کے دور میں بچوں پر سختی کر کے ان کو دبانا بہت مشکل کام ہے۔عقلمندی تو یہ ہے کہ والدین اپنے اور اپنی اولاد کے درمیان دیوار کو گرا دیں اور ان کیلیے اپنے وقت میں سے وقت نکالیں، ان کی زندگی کی ترجیحات کو سمجھیں اور پھر ان کی راہنمائی کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆

آپی مجھے یہ والا سوال بھی کروادو۔ ہمایوں دسویں کی حساب کی کتاب لے کر صوفے پر خاموش بیٹھی زمل کے پاس آیا ،تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

ا۔۔۔ہاں۔۔۔دکھاو۔ ہمایوں نے کتاب اور کاپی اس کے سامنے رکھی اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔زمل نے جب سوال سمجھا دیا تو بولی، اب اس مشق کے باقی تین سوال کر کے دکھاو مجھے۔

جی اچھا۔ پتا ہے کیا آپی؟ ہمایوں نے کتابیں اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ کیا؟

ہارون کہہ رہا تھا کہ اس دن جو کباب آپ نے بنائے تھے وہ بہت مزے کے تھے، اگر دوبارہ بنائے تو ان کو ضرور بلوایئے گا۔ یہ سن کر زمل کا زخم پھر سے ہرا ہو گیا۔ پھر سے رفیق صاحب کے الفاظ ذہن میں گردش کرنے لگ گئے۔ جب اس کی آنکھیں بھیگ گئیں تو اٹھ کے باورچی خانے میں چلی آئی۔

تحریم جو ابھی باورچی خانے میں آئیں تو اس کو وہاں کھڑے آنسو بہاتا دیکھا۔

زمل میری جان آخر کب تک اس طرح رہو گی، اب شاباش اپنا موڈ ٹھیک کرلو۔تحریم نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

میں ٹھیک ہوں ماما۔ یہ کہتے ہوئے اس نے گندے برتن دھونا شروع کر دیے۔

زمل تمہارے لیے تمہارے بابا کے دوست کا رشتہ آیا تھا۔۔۔زمل کا برتن دھوتا ہاتھ تھما، اور اس نے تحریم کی جانب دیکھا اور انہوں نے ہاں کر دی ہے، وہ لوگ۔۔۔۔۔۔ ہفتے کی شب کو آئیں گے تمہیں دیکھنے۔تحریم نے جب اپنی بات مکمل کی تو زمل کے ہاتھوں سے صابن لگی پلیٹ پھسل کر گر گئی۔ چند لمحے وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی رہی کہ شاید۔۔۔۔۔وہ کہہ دیں کہ میں مزاق کر رہی ہوں۔لیکن اس نے ان کی آنکھوں میں چھپی سچائی اور دکھ دیکھ لی۔۔۔پھر وہ ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی، تحریم نے پریشانی سے اسے دیکھا، ہنستے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

زمل میری بچی۔۔۔میری جان۔۔۔انہوں نے آگے ہو کر اسے اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کی تو زمل نے جھٹک دیا۔

ماما مت کریں ایسا۔۔۔خدارا ایسا مت کریں۔ مجھے کسی گائے بھینس کی طرح زبح مت کریں، بلکہ ہاں ذبح کر دیں لیکن ایسا سلوک مت کریں۔ بابا نے۔۔۔مجھ سے پوچھنا تو بہت دور۔۔۔خود بتانا بھی گوارہ نہیں کیا۔ زمل ہچکیوں سے رو دی۔

زمل میری جان ! تمہارے بابا کہہ رہے تھے وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ بہت بڑا گھر ہے۔۔۔تم بہت خوش رہو گی وہاں پہ۔زمل نے حیرت سے تحریم کی جانب دیکھا، چند لمحے اپنے آپ کو قابو میں لانے کیلیے لیے پھر بولی ماما کافی دن پہلے میں نے ایک بیان سنا تھا: جب حضرت علی حضرت فاطمہ کا رشتہ لے کر آئے تو یہ جانتے ہوئے کہ رشتہ پہلے ہی آسمان پر بن چکا ہے، آپؐ نے ہاں نہیں کی، بلکہ کہا ان شا اللہ، اور اٹھ کر فاطمہ کے پاس آئے اور کہا "بیٹی علی رشتہ لے کر آیا ہے تو کہے تو ہاں کر دوں؟ "ماما کاش کہ۔۔۔۔۔کاش کہ۔۔۔کچھ نہیں، آپ یہاں میری رائے لینے نہیں آئی ہیں۔۔۔۔ابھی کیلیے پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔تحریم تو باورچی خانے سے باہر آ گئیں لیکن زمل نے اگلا قدم اٹھانے کے متعلق سوچ لیا۔زمل کمرے میں آئی تو الماری میں سے موبائل نکال کر کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی، جو قدم وہ اٹھانے کا سوچ چکی تھی اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا آسان کام نہیں تھا۔

گھر چھوڑ کے جانے کی جو اذیت ہے اسے وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس پر سے گزر رہا ہے۔اور جو ایسا قدم اٹھاتے ہیں ان کے خلاف فتووں کی ایک لمبی فہرست موجود ہے لیکن کبھی کسی نے یہ نہیں سوچا کہ آخر ایسے کیا حالات تھے، ایسی کیا پریشانی تھی، ایسی کیا مجبوری تھی جس نے بچی کو یہ قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔لڑکی کے اپنے گھر میں ایسے کیا حالات تھے کہ اس نے باہر کی ننگی بھوکی دنیا کو ترجیح دی، حقیقت یہ ہے کہ جب ہم تصویر کے دونوں رخ دیکھنا شروع کر دیں تو وہ لوگ جن سے ہم نفرت کرتے ہیں ان میں سے آدھے ہماری محبت کے حقدار ٹھہریں گے۔

زمل نے دھڑکتے دل کے ساتھ زی کا نمبر ملایا، بیل جا تو رہی تھی لیکن کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔زمل کی دھڑکن ہر گزرتی بیل کے ساتھ تیز ہوتی جا رہی تھی، آخر کار چھٹی بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔۔۔۔وہ دونوں کئی لمحے کچھ بول ہی نہ پائے، یہ اس دن کے بعد اب ان کی پہلی گفتگو تھی۔

زی! زمل نے بڑی ہمت کر کے بولا۔

بولو چندا۔اور زمل بتا نہیں سکی کہ اس لفظ نے اسے کتنی ہمت دی تھی۔

زی۔۔۔۔مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔۔۔مجھے اب اس گھر میں نہیں رہنا۔۔۔۔مجھ سے۔۔۔۔مجھ سے نہیں۔۔۔

زمل زارو قطار رونا شروع ہو گئی۔

زمل !۔۔۔۔میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا۔۔۔۔میں تمہارے ساتھ مخلص ہوں۔میں جھوٹ نہیں بولوں گا شروع میں میں نے تمہیں اپنے صرف اپنے لیے تفریح کا سامان سمجھا۔۔۔۔۔۔۔لیکن گزرتے وقت کے ساتھ میں خود حیران ہوں کہ آخر میں تم سے بات کیے، تمہاری آواز سنے اور تمہاری خیریت جانے بغیر بے سکون کیوں رہتا ہوں۔

زمل منہ پر ہاتھ رکھے اس کو سن رہی تھی، وہ اس لمحے خود کو کسی اور ہی جہان میں محسوس کر رہی تھی، جیسے اس کی سانس

لینے کی آواز سے بھی وہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔

زمل میں ۔۔۔میں تم سے بہت محبت کرنے لگا ہوں، اگر ایک دو دن تک تمہاری کال نہ آتی تو میں خود کر لیتا۔ میں یہ جان کر بہت کرب میں ہوں کہ تم وہاں پر خوش نہیں ہو، اگر تم کہو تو میں اپنا رشتہ بھجواوں؟ زی نے پوچھا تو زمل گھبرا گئے کہ کیا کہے۔

زمل؟

زی !بابا کبھی بھی نہیں مانیں گے، وہ میرا رشتہ اپنے کسی دوست کے بیٹے کے ساتھ کر چکے ہیں۔

زمل !!میں اگر کہوں کے میرے ساتھ چلو؟

کہاں؟

اس سب سے بہت دور۔ میں جاب کرتا ہوں، ممی اور ڈیڈ اگر ناراض ہوئے بھی تو زیادہ دیر تک نہیں رہیں گے، وہ جلد ہی مان جائیں گے، ہم کسی دوسرے شہر میں شفٹ ہو جائیں گے یا کسی دوسرے ملک میں ۔۔۔زمل ۔۔تم سن رہی ہو نا چندا؟

ہاں۔

تم چلوگی؟

پتا نہیں۔ کتنی ہی دیر خاموشی چھائی رہی، پھر زی نے کہا، زمل یہ فیصلہ بہت بڑا ہے، میں جانتا ہوں، لیکن تم ایک مرتبہ سوچ لو پھر بتا دینا۔ جی۔

زمل ۔۔۔۔میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس کی گارنٹی میں خدا کو گواہ بنا کر دیتا ہوں ۔۔۔)زمل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے (مجھے تمہارے فیصلے کا انتظار رہے گا۔ یہ کہہ کر زی نے فون بند کر دیا اور زمل نے آنکھیں بند کر کے سر پیچھے کو لگا دیا۔ زندگی کس دوراہے پر لے آئی تھی اسے۔

☆☆☆☆☆☆☆

زمل میں نے تمہارے رشتے کی بات کی تھی نا، آج وہ لوگ تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں شام کو، تمہارے بابا بھی وہیں پر ہوں گے۔ تحریم نے ہفتے کی صبح آ کر اسے بتایا، اس وقت وہ اپنا بستر درست کر رہی تھی۔ جب زمل کی جانب سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پھر سے بولیں، وہ لوگ تو لڑکے کو بھی ساتھ لانا چاہ رہے تھے، تاکہ بچے ایک دوسرے کو جان لیں لیکن تمہارے بابا نے منع کر دیا، وہ کہہ رہے تھے کہ پہلے ماں باپ پسند کر لیں تو پھر لڑکا بھی مل ہی لے گا۔ زمل نے حیرت سے اپنی ماما کی طرف دیکھا جو ایسے ظاہر کر رہی تھیں جیسے زمل نے خود کہا ہو کہ وہاں پر اس کی شادی کی جائے۔

ماما کیا ان کو منع کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے؟ زمل نے جواب سے آگاہی ہوتے ہوئے بھی سوال کر ڈالا۔

زمل ! بچے ان سے مل تو لو، ہو سکتا ہے وہ لوگ اچھے ہوں۔۔۔۔

ماما میں جان گئی کہ وہ کتنے اچھے ہوں گے، آخر پسند جو بابا کی ہے۔ وہ استہزانیہ ہنسی۔

آج تم اپنا وہ میرون سوٹ پہن لینا جو اپنی پارٹی پر پہنا تھا۔

جی ٹھیک۔ زمل یہ کہہ کر پھر سے کام کرنے میں مصروف ہو گئی، تو تحریم بھی نیچے باورچی خانے چلی آئیں۔ زمل نے جب تصدیق کر لی کہ اب وہ دوبارہ نہیں آئیں گی تو اس نے موبائل نکال کر زی کو میسج کیا۔

میں آن گی۔

توقع کے عین مطابق اسی وقت جواب آ گیا۔

میں کس آوں لینے؟

آج۔

آج؟ تصدیق کرنا چاہی۔

ہاں آج رات میں، شام میں لوگ مجھے دیکھنے آ رہے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد ماما اور بابا کو خالہ کی برسی میں شرکت کیلیے مظفر آباد جانا ہے۔ تقریبا دس بجے میں باہر آ جاوں گی۔ زمل نے اسے ساری ترتیب بتائی۔

ٹھیک دس بجے تمہارے گھر کے باہر ایک سفید کورولا موجود ہوگی۔ میں انتظار کروں گا۔ زی نے بھی ہامی بھر لی۔

زی؟

ہاں۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ زی کو لگا جیسے کوئی معصوم سا بچہ اندھیرے سے ڈر گیا ہو۔

ابھی ڈر لگنا فطری ہے، میں کوشش کروں گا کہ اس ڈر کو کم کرنے میں تمہارا بھر پور ساتھ دوں۔ زی نے اسے تسلی دی

زی؟ ہاں۔

آج تو اپنا پورا نام بتا دیں؟ زمل کو وہ وقت یاد آیا جب پہلی بار وہ اس کے نام پوچھنے پر بولا کہ اس کا نام زی ہے تو وہ جی بھر کے حیران ہوئی۔

یہ میرا نک نیم ہے مجھے اچھا لگتا ہے کہ تم مجھے اس نام سے بلاو۔

زی بلا اختیار ہنسا پھر جواب دیا۔

اب نکاح کے وقت ہی بتاں گا، رات تک کا انتظار کرو۔

اور زمل بھی مسکرا دی، کافی دنوں بعد سہی لیکن آج وہ پر سکون تھی۔

☆☆☆☆☆☆

شام میں جب وہ لوگ اسے دیکھنے آئے تو وہ خاموشی سے تیار ہو کر ان کے درمیان بیٹھ گئی۔ اس نے کسے بھی چیز میں دلچسپی نہ دکھائی، نہ ہی تب جب زارا) لڑکے کی ماں (نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور بولیں، بھئی بھائی صاحب میں نے اپنی بہو نہیں بلکہ بیٹی چن لی ہے، آج ہی ضارون کو سرپرائز دیں گے کہ اس کی ہونے والی بیوی مل گئی۔

نہ ہی تب جب صبور شاہ نے اس کے ہاتھ پر چند ہزار ہزار کے نوٹ رکھ دیے تو اس نے منع کرنا چاہا لیکن مزاہمت کام نہ آئی۔ پھر جب صبور شاہ نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے یہ پوچھا، زمل یہ رشتہ آپ کی مرضی سے تو ہو رہا ہے نا؟

تو یک دم زمل کے ہاتھ پاں پھولنا شروع ہو گئے، وہ اس سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی لہذا اس نے جھوٹ بولنے سے بہتر وہاں سے اٹھ کر اندر چلے جانا زیادہ مناسب سمجھا۔ اپنے پیچھے اس نے رفیق صاحب کی آواز سنی، زمل کی رضامندی شامل ہے اس رشتے میں، تحریم نے خود پوچھا تھا اس سے، تبھی تو یوں شرما گئی ہے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد رفیق صاحب اور تحریم بھی مظفر آباد جانے کیلیے تیار ہونے لگے۔ زمل ہی ان دونوں کو دروازے تک چھوڑنے آئی، رفیق صاحب نے اس کے سر پر پیار دیا جو کہ اس بات کی نشانی تھا کہ اب وہ اس سے ناراض نہیں ہیں۔ وہ بے اختیار تحریم سے لپٹ کر رو دی) شاید آج کے بعد آپ سے کبھی نہ مل سکوں (انھوں نے اسے خود سے پیار سے الگ کیا اور اس ماتھے پر بوسہ دیا اور بولیں، بہادر بنو، ہمایوں ساتھ ہی ہے تمہارے، اسے دیکھ لینا رات میں ڈر جاتا ہے، اور ہم لوگ کل شام تک آنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے محبت سے دوبارہ زمل کو ساتھ لگایا اور ٹیکسی میں بیٹھ گئیں جہاں رفیق صاحب پہلے ہی ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے بعد زمل کا دل بھر آیا۔ نا جانے کس طرح وہ اپنے کمرے تک گئی پھر جا کر ایک بیگ نکالا، اس میں چند عام سوٹ رکھے، ایک ڈائری ساتھ لی اور ایک بڑی سی چادر لیے باہر آ گئی) کسی بھی قسم کی رقم یا جیولری ساتھ لانے سے زی نے سختی سے منع کیا تھا (۔

گھر کی دہلیز پر قدم رکھے تو وہ من من کے محسوس ہوئے۔ ایک آخری نگاہ اپنے گھر پر ڈالی اور پھر باہر قدم رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆

باہر قدم رکھا تو ویرانی نے اس کا استقبال کیا۔ باہر کوئی گاڑی نہیں تھی، بلا اختیار موبائل پر موصول ہونے والا پیغام دیکھا۔

گلی تنگ ہونے کی وجہ سے میری گاڑی نہیں آ سکی، میں بالکل گلی کے کارنر پر ہوں۔۔۔ زمل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ گلی کے آخر تک جانے کیلیے چل پڑی۔ ہاتھ میں اٹھایا بیگ اسے اس وقت بہت وزنی لگ رہا تھا، بار بار

آنکھوں میں آنسو آجاتے جن کو وہ بڑی مشکل سے روکے ہوئے تھی۔
ایک لمحہ بھی نہ سوچا کہ کسی ایسے شخص پر اعتبار کرنا ٹھیک ہوگا بھی یا نہیں جس کا اصل نام تک وہ جانتی نہیں ہے۔۔۔۔
۔اس وقت اپنی گلی اسے پل سراط جیسی لگی، اپنی ساری زندگی وہ اپنی آنکھوں کے سامنے چلتی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔
اور صرف ایک سوال اس کے ذہن میں تھا۔
کیا وہ صحیح کر رہی ہے؟
گلی سے گزرتے وقت زمل کی نظر ایک بھکاری پر پڑی جو کے سنسان گلی میں ٹھٹھر رہا تھا، نا جانے کیوں زمل کو اسے قریب سے دیکھنے کا اشتیاق ہوا، زمل نے دو تین قدم اس بھکاری کی طرف بڑھائے تو معلوم ہوا کہ وہ بھکاری اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی چھ سات سالہ بیٹی بھی تھی جو کہ دنیا بھر کا سکون چہرے پر سمیٹے ایک گندی سی چادر میں اردگرد سے بے خبر مزے سے سو رہی تھی، زمل نا جانے کتنی دیر ان دونوں کو دیکھتی رہی۔اسے وہ وقت یاد آیا جب وہ ایک مرتبہ بیمار ہوئی تو رفیق صاحب رات کے ڈھائی بجے اسے لیے سڑکوں پر پھرے تھے، اسے وہ وقت بھی یاد آیا جب وہ سیڑھیوں سے گری تھی تو اس کے زخم دیکھ کر رفیق صاحب کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں تھی۔۔۔
۔۔۔آنکھیں تو زمل کی بھی برسنا شروع ہو گئی تھیں، اور اب وہ ایک تلخ فیصلہ کر چکی تھی۔اس کی سوچوں کے تسلسل کو موبائل فون کی زوں زوں نے توڑا۔اس نے اپنا موبائل سامنے کیا تو "زی کالنگ " لکھا آ رہا تھا۔زمل نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا۔
چندہ تم کہاں ہو؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔دوسری جانب زی کی پریشان آواز سنائی دی۔
زی۔۔۔بمشکل بول پائی۔
زی۔۔۔۔میں۔۔۔
زمل تم ٹھیک تو ہو نا اور کیا گلی میں ہو، میں آؤں؟ زی نے پوچھا۔
نہیں زی، مت آنا۔۔۔۔۔۔میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔زمل نے رونا شروع کر دیا۔دوسری جانب خاموشی ہی رہی
زی مجھے بابا کی محبت نے روک لیا، وہ میرے بابا ہیں۔۔۔۔۔میں کیسے۔۔۔۔۔کیسے آ سکتی ہوں ان کو دھوکا دے کر۔۔۔۔۔۔مجھے معاف کر دینا زی۔۔۔۔۔لیکن میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔آئی رئیلی ایم۔
۔۔۔۔دوسری جانب اب بھی خاموشی ہی تھی۔زی!
ہاں۔
کچھ کہو گے نہیں؟
کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟

وہ ہا۔۔ہاں۔۔زمل رودی۔

پھر رومت، پلیز مجھے تکلیف ہوتی ہے، میں دعا کروں گا کہ۔۔۔۔کہ تم جس کے ساتھ بھی رہو۔۔خوش رہو۔

زی کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔زمل کو لگا جیسے وہ بھی رو رہا تھا۔وہ بمشکل کہہ پائی۔

اللہ حافظ۔

اللہ حافظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زمل نے فون بند کیا، اس میں سے سم اور میموری کارڈ نکال کر توڑا، وہ موبائل اس بھکاری کی جھولی میں ڈال دیا اور خالی ذہن لیے واپس پلٹ آئی۔اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اسے لگا جیسے پہلی مرتبہ وہاں قدم رکھ رہی ہو۔

اندر آ کر باہر کا دروازہ بند کیا، ہمایوں کو اس کے کمرے میں دیکھا اور اپنے کمرے میں آ گئی، آہتسہ آہستہ قدم اٹھاتی وہ الماری کے پاس آئی اس میں بیگ رکھا، واش روم سے وضو کر کے آئی اور جائے نماز بچھالیا۔اس پر کھڑے اور نماز پڑھتے ہوئے زمل کو احساس ہوا کہ وہ زندگی میں پہلی بار نماز پڑھ رہی ہے، جیسے اس کی زندگی شروع ہی اب ہوئی ہے۔۔۔۔جیسے پہلی زندگی ایک سراب تھی۔۔۔۔زمل کو اپنی ساری زندگی کبھی نماز پڑھتے رونا نہیں آیا تھا نہ ہی کبھی دعا کے دوران آنسو اس کی آنکھوں سے چھلکے تھے لیکن وہ اس کی پہلی نماز تھی، جس میں آنسوؤں سے اس کی آنکھیں خشک نہ ہوئیں۔وہ پہلی نماز تھی جس میں وہ ہچکیوں سے روئی اور وہ پہلی دفعہ تھا جب دعا مانگتے ہوئے زمل کے آنسو برابر کے شریک تھے۔

اللہ !۔۔۔۔۔اللہ !۔۔۔۔مجھے سکون دے دیں۔۔پلیز اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نہیں جانتی میں نے جو کیا ۔۔۔جو میں ابھی کر آئی وہ ٹھیک تھا یا نہیں، میں نہیں جانتی وہ بھکاری، اس کی بیٹی۔۔۔وہ سب آپ کی طرف سے کوئی اشارہ تھا یا۔۔۔میں نہیں جانتی کہ میں نے آج ہی اس کو وہاں کیوں دیکھا۔

اللہ مجھے سکون دے دیں، میرے اندر برپا طوفان کو تھما دیں۔زمل کی ہچکیاں دعا میں رکاوٹ بن رہی تھیں لیکن اس وقت وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دعا کے طریقوں میں سے ایک اپنائے ہوئے تھی۔

اللہ مجھے اس گناہ کیلیے معاف کر دیں جس کا میں نے ارادہ کیا تھا۔۔۔۔۔اللہ میرا پردہ رکھیئے گا، اللہ زی کی محبت کو میرے دل سے نکال دیں۔۔۔۔پلیز اللہ۔۔۔پلیز مجھ سے ایسے نہیں جیا جائے گا۔۔۔۔مجھے سکون دے دیں۔۔۔۔۔اور اسی طرح آنسو بہاتے ہوئے وہ سجدے کی حالت میں سو گئی۔

اگلی شام تحریم اور رفیق صاحب آئے تو زمل کو بخار میں تپتا ہوا پایا، تحریم تو صحیح معنوں میں پریشان ہو گئیں۔زمل کو ہاسپٹل میں داخل کرنا پڑا، تین دنوں کے بعد اس کی حالت کچھ سنبھلی۔اتنے میں صبور شاہ اور ان کے گھر والوں کی طرف سے بھی رشتہ منظور ہو گیا، انہوں نے اتوار کی شام کو رفیق صاحب کو اپنے گھر کھانے پر بلوا لیا۔زمل اس سب

کے دوران خاموش سامع کا کردار ادا کرتی رہی شاید اسے سکون مل ہی گیا تھا تحریم نے اس خاموشی کو اس کی زندگی میں آنے والی تبدیلی سمجھا اور ان کو امید تھی کہ زمل شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس وقت وہ سب لوگ صبور شاہ کے گھر کھانے پر مدعو تھے، تحریم ضارون کے بالکل سامنے تھیں اور رفیق صاحب اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تحریم کو ضارون بہت پسند آیا تھا، وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے رفیق صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا جب زارا بولیں، ہم اتنی لیٹ آپ لوگوں کو آگاہ کرنے پر معذرت خواہ ہیں، دراصل پچھلے ہفتے ضارون کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، جیسے ہی اس کی حالت بہتر ہوئی ہم نے آپ سے رابطہ کیا۔ اتنے میں رفیق صاحب بولے، نہیں معذرت والی تو کوئی بات نہیں ہے، اس طرح کے کاموں میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے ضارون بیٹا ! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تحریم نے ضارون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اللہ کا شکر ہے پہلے سے بہتر ہے، بس ٹانگ میں وقفے وقفے سے درد ہوتا ہے لیکن پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ ضارون نے سلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اب زمل کی طبیعت کیسی ہے تحریم؟ بخار ٹھیک ہوا اس کا اب؟ زارا نے تحریم سے پوچھا تو ضارون کی آنکھیں زارا سے ہوتے ہوئے تحریم تک آئیں ان آنکھوں میں پریشانی تھی جسے تحریم نے جواب دیتے ہوئے محسوس کیا۔

اب زمل بہت بہتر ہے، اس دن گھر میں صرف وہ اور ہمایوں تھے، ڈر گئی تھی وہ اس لیے بیمار پڑ گئی، دراصل اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے اسے۔ تحریم نے انہیں تفصیل سے آگاہ کیا۔ ہمایوں ضارون کی چھوٹی بہن کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ ضارون کی بہن کا نام ہنال تھا وہ میڈیکل کے پہلے سال میں تھی۔

بھائی آپ ہمایوں کو پیرٹس دکھالائیں گے؟ ہنال نے ضارون سے پوچھا جو کہ اب پریشان دکھائی دے رہا تھا، اس نے ہمایوں کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا تو مسکرا کر اضطراب کم کرنے کی کوشش کی اور ہمایوں کو لے کر باہر چل دیا

ضارون کو طوطے پسند ہیں کیا؟ رفیق صاحب نے صبور صاحب سے پوچھا۔

پہلے تو نہیں تھے لیکن یہ پچھلے پانچ مہینوں سے ہی شوق ہوا ہے اسے، بہت لگا سا ہو گیا ہے ہم سب کو ہی ان سے۔ صبور صاحب نے بتایا۔ پھر اس کے بعد ضارون اور زمل کے نکاح کی تاریخ طے کی گئی، کیونکہ رفیق صاحب کے نزدیک منگنی کی کوئی شرعی حیثیت نا ہونے کی وجہ سے انہوں نے صاف صاف کہا کہ وہ لوگ نکاح کریں گے، اس بات کو صبور صاحب نے بھی سراہا۔

طے ہوا کہ اگلے ہفتے دونوں کا نکاح کر دیا جائے اور پھر اس کے ایک مہینے کے بعد رخصتی کی تاریخ بھی طے کر دی گئی۔ جب تحریم گھر آئیں تو وہ مطمئن تھیں کہ ان کی بیٹی بہت اچھے لوگوں میں بیاہ کر جا رہی ہے۔

گھر آ کر وہ سب سے پہلے زمل کے کمرے میں گئیں۔وہ بیڈ پر بیٹھی ڈائری لکھ رہی تھی۔اس کے پاس جا کر اس کا ماتھا چوما اور اپنے ساتھ لگا لیا۔زمل کو لگا کہ شاید رشتے سے انکار ہو گیا ہے،امید کی ایک کرن سی جا گی۔

میری زمل تو اب بس کچھ ہی ہفتوں کی مہمان ہے یہاں،زمل بیٹا میرا یقین کرو وہ لوگ بہت اچھے ہیں،خاص طور پر ضارون مجھے بہت پسند آیا ہے۔دونوں طرف سے رضا مندی کے بعد تمہارے بابا نے کہا کہ جلد شادی کرنی ہے تو وہ بھی بولے کہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔زمل چپ کا کلمہ پڑھے ان کے ساتھ لگی رہی۔

زمل اگلے ہفتے تمہارا نکاح ہے۔زمل نے سر اٹھا کر تحریم کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

پھر اگلے مہینے کی سات تاریخ کو رخصتی ہے۔اب کی بار زمل باقائدہ ان سے لپٹ کر رونا شروع ہو گ ٔ۔تحریم نے بمشکل اسے چپ کروایا۔

آپ آج یہاں میرے پاس سو جائیں ماما پلیز۔

میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔وہ جب چلی گئیں تو زمل نے ڈائری دراز میں رکھ دی اور سر پیچھے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اللہ مجھے دل سے اس رشتے کو قبول کرنے کی ہمت اور توفیق عطا کر دیں۔۔۔آمین۔دل ہی دل میں وہ یہ دعا کرتی کب سو گئی اسے پتا نہیں چلا۔

☆☆☆☆☆☆

نکاح کا فنکشن ایک میرج ہال میں ترتیب دیا گیا تھا۔لڑکے والوں کی طرف سے تو بہت سارے مہمان تھے لیکن لڑکی والوں کی طرف سے صرف زمل کے گھر والے اور زمل کے ایک ماموں تھے۔زمل برائیڈل روم میں لمبی سی آف وائیٹ کام والے بڑے گھیرے والی میکسی میں نہایت ہی خوبصورت لگ رہی تھی،آج سے پہلے اتنا میک اپ نا کرنے کی وجہ سے بھی اس کے حسن میں بہت نکھار آیا تھا۔لیکن اس کا دل اتنا ہی ویران تھا اور یہی ویرانی آنکھوں سے چھلکتی ہوئی اس کے چہرے کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔

نکاح کے وقت زمل کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا،لیکن جب اس نے " قبول ہے " کہا تو کچھ نہ ہوا۔دستخط کرتے وقت زمل کے ہاتھ کانپ رہے تھے،لیکن دستخط بھی ہو گئے۔اب سب لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے،کسی نے زمل کو گلے لگایا تو کسے نے ماتھا چوما،لیکن وہ خالی ذہن لیے وہیں چپ چاپ بیٹھی رہی۔آہستہ آہستہ سب لوگ باہر چلے گئے کیونکہ مہمانوں کیلیے کھانے کا انتظام دیکھنا تھا،جبکہ ہنال کمرے میں زمل کے پاس ہی رک گئی۔

زمل بھابھی ! بھائی آج اتنے خوبصورت لگ رہے تھے کہ ہال میں آنے سے پہلے تک تو میں شیور تھی کہ آج میرے بھائی سے زیادہ اچھی کسی کی پرسنیلیٹی نہیں ہو گی۔۔۔لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد تو مجھ پر عیاں ہوا کہ بھائی تو حسن میں پیچھے رہ گئے آپ سے۔۔۔ہنال کی باتوں پر زمل بیاختیار مسکرا دی، واللہ آپ مسکراتے ہوئے بہت

خوبصورت لگتی ہیں، اسی طرح مسکراتی رہا کریں۔ زمل کو سمجھ نہ آئے کہ وہ اب کیا کہے تو بولی شکریہ۔

پتا کیا بھابھی ! ضارون بھائی نے آپ کی تصویر دیکھی تو کہا بس ڈیڈی لڑکی آپ نے کر لی پسند اب جلدی سے شادی کر دیں میری۔ آپ کے بابا نہ کہتے تو ڈیڈی نے جلدی شادی کا کہہ دینا تھا، اور دیکھو تو بھائی کو۔۔۔ مجھے تصویر نہیں دکھائی تھی، بولا کہ براہ راست دیکھنا۔

زمل کی مسکراہٹ ایک دم مانند پڑ گئی۔

اور دیکھیں اب مجھے کہہ رہے ہیں کہ کمرے سے باہر آ و۔ ہنہ۔ ہنال نے منہ پھلا کر کہا۔

کیوں۔۔؟ زمل نے بمشکل آواز نکالی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، زمل سیدھا ہو کر بیٹھ گئی، جبکہ ہنال آنکھوں میں شرارت لیے دروازے کی طرف آئی۔

کون ہے؟ ہنال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

ہنال دروازہ کھولو میں ہوں۔ زمل نے ضارون کی گھمبیر آواز سنی۔

میں تو کسی "میں " کو نہیں جانتی۔ نہ ہی میرا کوئی دوست "میں " ہے، نہ ہی فیملی میں۔۔۔

ہنال اب کھول بھی دو دروازہ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ ضارون کی آواز سے غصہ چھلکنے لگا۔

نہ نہ بھائی، پہلے اتنی پیاری بھابھی کی تصویر نہیں دکھائی اور اب بھی ٹھیک سے ملنے نہیں دیا۔ ہنال نے کسی غصے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

ہنال مل تو لیا ہے اپنی بھابھی جان سے، اب جا کر کھانا کھا۔ ضارون نے لفظ بھابھی جان پر زور دیا۔

بھائی جان ہم یہاں کھا چکے ہیں۔ ہنال نے بھی اسی طرح لفظ جان پر زور دیا، جس پر ضارون کا ہلکا سا قہقہ سنائی دیا

اچھا بتا کہ کیا کروں تو آنے دوگی اندر؟ ضارون نے جیسے ہار مانتے ہوئے کہا۔

آپ پہلے پرمٹ دکھائیں۔ ہنال نے ہنسی دبائے کہا۔

ہنال میری جان، میرے خیال سے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ غریب کا ہی نکاح ہوا ہے۔ ضارون نے ہنسی دبائے کہا ۔کیا ثبوت ہے آپ کے پاس۔ ہنال نے اسے مزید تنگ کرنا چاہا۔

ثبوت تو اس وقت ڈیڈ کے پاس ہے، بلکہ تمہارے ساتھ کمرے میں جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔ ضارون کا اشارہ سمجھتے ہوئے ہنال نے قہقہ لگایا جبکہ زمل کا دل سینہ پھاڑ کر باہر آنے کی تیاریوں میں تھا، وہ چاہ کر بھی مسکرا نا سکی۔

اچھا چھوڑیں ثبوت کو ایک ڈیل کرتے ہیں۔ ہنال نے نئی تجویز دی۔

بولو۔ ضارون بھی گھٹنے ٹیک چکا تھا۔

ایک ڈائمنڈ نیکلیس۔ ہنال نے فرمائش کر ڈالی۔

تم اب زیادہ مہنگی نا پڑو۔ضارون نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

ٹھیک ہے اگر آپ کو بھابھی سے نہیں ملنا تو۔ویسے آج آف وائیٹ میں وہ لگ کمال کی رہی ہیں۔ہنال نے مزید تنگ کیا۔

ڈائیمنڈ نیکلس کے ساتھ ایک رنگ بھی،اب خوش۔جیسے ہی ہنال کی فرمائش ڈن ہوئی کلک کی آواز آئی اور ضارون کے قدموں کی آواز سنائی دی۔زمل کو لگا کہ اس کا دل بند ہونے کو ہے۔وہ اس وقت برائڈل روم کے صوفے پر بیٹھی تھی،ضارون کے اندر آنے پر وہ مزید سکڑ گئی،ضارون نے آنکھ کے کونے سے منظر دیکھا اور محظوظ ہوا۔

بھابھی آپ گواہ رہیئے گا بھائی کے اس وعدے کا۔ہنال نے اتنا کہا اور باہر چل دی۔اس کے جانے کے بعد ضارون نے دروازہ لاک کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا زمل کے عین سامنے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ .چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زمل نے ایک آواز سنی جس کو سننے کے بعد اس کی دنیا تھم گ ٗ،یہ وہ آخری آواز اور الفاظ تھے جن کو سننے کا تصور وہ آج کر سکتی تھی۔

السلام علیکم چندا!!!!

☆☆☆☆☆☆

زمل کا دل یکدم بند ہو گیا۔حیرانی سے اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔تو وہاں وہ مکمل مردانہ وجاہت لیے کھڑا تھا،وہ بالکل اس کے سامنے تھا۔۔۔۔ہاں وہ وہی تھا۔۔۔۔۔۔۔زمل کے دل نے گواہی دی کہ وہ زی ہے

ز۔۔۔ز۔۔۔زی۔۔۔ی۔۔۔آواز نے زمل کا ساتھ چھوڑ دیا،بمشکل اتنا کہہ پائی،آنکھوں میں بے یقینی، حیرانی اور پتا نہیں کیا کچھ تھا۔

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔زمل اپنے ہوش سے بیگانا ایک جھٹکے سے اٹھی اور اٹھ کر زی کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

زی۔۔۔زی مجھے یہاں سے لے جاو،یہ۔۔۔یہ یہاں۔۔۔انہوں نے میرا نکاح کر دیا زی،مجھے یہاں سے لے جاو۔زمل نے روتے ہوئے زی کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا،زی مسلسل مسکرا رہا تھا لیکن زمل نے دیہان ہی نہیں دیا۔

زی۔۔۔تم سن رہے ہو نا؟زمل کو لگا کہ وہ یہاں نہیں ہے بلکہ زمل کا گمان ہے،تو اس نے یقین کرنا چاہا۔

ہاں میں سن رہا ہوں؟یہ وہی آواز تھی،زی کی آواز،وہ اس کے اتنے پاس کھڑا تھا۔

زی مجھے یہاں نہیں رہنا،میں نے اس دن نہ آ کے غلطی کی تھی،مجھے لے جاو۔۔۔مجھے ابھی لے جاو۔زمل نے اس کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

خدا کا خوف کرو چندا ! تم وہ پہلی بیوی ہو جو کہ اپنے ہی شوہر سے کہہ رہی ہے کہ اسے بھگا کے لے جائے وہ بھی نکاح والے دن۔زی نے ہنستے ہوئے کہا،اب کی بار زمل جیسے ہوش میں آئی،کئی لمحے وہ ضارون کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتی رہی۔ضارون نے بھی آنکھیں نہ جھپکائیں جیسے وہ اس کے شک کو یقین میں بدل رہا ہو۔

ا۔۔ا۔۔آ۔۔۔۔آپ ضارون ہی۔۔ز۔۔۔زی ہیں؟ نا جانے کس طرح یہ سوال کیا۔

ہاں چندا ! میں ہی ضارون،تمہارا زی۔ضارون نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا،زمل ابھی تک بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے آنکھیں بند کر کے کھولے گی تو وہ غائب ہو گا۔

ویسے مجھے اچھا لگے گا اگر تم مجھے زی ہی کہو،وہ کیا ہے نا اپنی چندا کے منہ سے زی سننے کی عادت سی ہو گئی ہے۔

ضارون ایک بار پھر بولا لیکن زمل اسی طرح ہنوز چپ تھی، اچھا تو مجھے اس وقت تمہارا یوں اپنے ہاتھوں کو پکڑنا بھی لگ رہا ہے۔ضارون نے اپنے ہاتھوں کو تھوڑا سا بلند کرتے ہوئے کہا۔پھر جیسے زمل ہوش میں آئی اور جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کر دیے جن کو ضارون نے نہایت آہستگی سے دوبارہ تھام لیا،دونوں کو ساتھ ملا کر اپنے ہونٹوں تک لے کر گیا اور ان کو نہایت نرمی سے چوما،پھر دونوں کو نیچے اپنے دل پر رکھا۔اس سب کے دوران وہ زمل کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔زمل کے ہواس جیسے لوٹے وہ ضارون کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ضارون پہلے تو گبھرا گیا۔اسے خود سے لپٹا لیا اور مسلسل اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے اپنے ہونے کا یقین دینے لگا۔

آہستہ آہستہ جب زمل کی ہچکیاں کم ہوئیں تو ضارون بولا، آج کے دن واٹر پروف میک اپ نے بچا لیا،ورنہ ڈر کر میں تو ضرور بھاگ جاتا۔

اس کی بات کا مطلب سمجھ کر زمل ہنس دی،جس پر ضارون نے شکر کا سانس لیا۔

آپ۔۔۔آپ زی کیسے۔۔۔؟ زمل نے ضارون سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

یہ سوال واقعی بہت اچھا ہے لیکن اس کا جواب بہت لمبا ہے۔۔۔سو یہ پھر کبھی بتاوں گا۔ضارون نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا، ابھی تو مجھے ملاقات کے دس منٹ ملے تھے جن میں سے سات آلریڈی گزر چکے ہیں، اب تم اپنا تحفہ لے لو۔

کون سا تحفہ؟ زمل نے ناسمجھی سے پوچھا۔

ہائے۔۔۔لگتا ہے دوبارہ نکاح کروانا پڑے گا تا کہ تمہیں یقین تو آئے،نکاح کا تحفہ۔ضارون نے مصنوعی خفگی سے کہا،جس پر زمل نے قہقہہ لگایا اور سر اثبات میں ہلانے لگی۔ضارون نے مسکرا کر زمل کا ایک ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے ایک ڈائمنڈ بریسلیٹ نکال کر زمل کو پہنائی۔

یہ۔۔یہ بہت خوبصورت ہے۔زمل نے اپنائیت بھرے لہجے میں تعریف کی۔ضارون نے دوبارہ ہاتھوں کو بلند کر

کے بریسلیٹ پر بوسہ دیا۔

چلو آنکھیں صاف کرو، اب ان آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔ضارون نے اس نے سر کو ہلکا سا تھپک کر کہا۔

اتنے میں دروازہ پر دستک ہوئی اور ضارون نے جا کر اسے کھولا تو تحریم اندر آئیں۔زمل کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اس کی آنکھوں کو ہلکا سا گلابی دیکھا تو پریشان ہوگئیں۔

زمل تم روئی ہو۔زمل کے قریب آتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

ارے نہیں آنٹی، پلک کا ایک بال آنکھ میں چلا گیا تھا، میں نے نکال دیا تھا، بھلا میرے ہوتے ہوئے یہ رو سکتی ہے۔ضارون نے بات سمبھال لی۔تحریم نے زمل کو دیکھا تو وہ بھی مسکرا کر نیچے دیکھنے لگی۔تحریم نے اتنے عرصے کے بعد زمل کے ہونٹوں پر حقیقی مسکراہٹ دیکھی تو وہ بھی مطمئن سی ہوگئیں۔

زمل کو لا کر سٹیج پر ضارون کے ساتھ بٹھایا گیا۔سب لوگ ہی اس جوڑے کی بہت تعریف کر رہے تھے۔

چندا! ضارون نے تھوڑا سا جھک کر کہا۔زمل ہچکچاتے ہوئے تھوڑا سا جھکی۔جی۔

واپسی پر تم میری گاڑی پر گھر جا گی۔ضارون نے بم پھوڑا۔

لیکن آج رخصتی نہیں ہے۔۔۔زمل نے ناسمجھی سے کہا۔ضارون نے پہلے ایک بھرپور نگاہ ڈال کر اسے دیکھا پھر بولا وہ کیا ہے آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو تو میں نے سوچا کیوں نہ انکل سے رخصتی کا کہہ دوں۔ضارون نے اداکاری میں جھنڈے گاڑتے ہوئے کہا۔

پھ۔۔۔پھر؟ زمل کی آواز کانپی۔

پھر کیا وہ مان گئے۔ضارون نے ایسے کہا جیسے بہت آسان کام تھا۔مگر زمل روہانسی ہوگئی۔

ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا۔۔۔اور ماما۔۔۔پھر وہ سٹیج پر تحریم کو ڈھونڈنے لگی جب ضارون بولا، ہاہاہا یار مذاق کر رہا ہوں، تمہارے گھر ہی چھوڑوں گا ابھی لیکن واپسی پر تم میرے ساتھ جا گی۔زمل پہلے اسے دیکھتی رہی پھر غصے سے اپنی ہیل کی نوک اس کے پاں پر ماری لیکن ضارون کو فرق نہیں پڑا۔

اچھا چلو نکال لیا غصہ، اب بتا چلو گی؟

آپ ماما سے پوچھیں۔زمل نے آہستہ سے کہا۔دراصل وہ خود ضارون سے بات کرنا چاہتی تھی۔

تحریم آنٹی سے میں نے پوچھ لیا، انہوں نے کہا۔۔۔اس طرح مت دیکھو واقعی پوچھا تھا، وہ کہہ رہی تھیں اگر تم مان جا تو کوئی اعتراض والی بات نہیں۔اتنے میں زارا آ کر زمل کے پاس بیٹھ گئیں۔

زمل بچے ! ضارون کہہ رہا تھا کہ فنکشن کے بعد آپ دونوں لانگ ڈرائیو پر جا رہے ہو۔زارا نے سوالیہ نظروں سے زمل اور ضارون کو دیکھا۔

جی مما، کیوں سب ٹھیک ہے؟ ضارون نے فکرمندی سے پوچھا۔

ارے ہاں سب ٹھیک ہے، میں بس کہنا چاہ رہی تھی کہ اگر آپ لوگوں نے جانا ہے تو ابھی چلو، تا کہ تھوڑا جلدی گھر آ جا۔ زارا نے زمل کے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑساتے ہوئے کہا۔

جی مما، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں ذرا ڈیڈ سے مل لوں۔ ضارون یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

زمل میری جان اتنے خوبصورت لگ رہے ہو تم دونوں کہ بیان سے باہر ہے، بس اسی طرح ہنستے مسکراتے رہو ہمیشہ۔ زارا نے کھلے دل سے تعریف کی اتنے میں عالیہ سٹیج پر آ گئی۔ پہلے وہ زمل کے گلے لگی، اسے مبارک دی پھر بولی، "ضارون بھائی بہت ہی نائیس ٹائیپ کے انسان ہیں۔ زمل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا کیونکہ وہ عالیہ کا ضارون سے رشتہ نہیں جانتی تھی۔

ضارون بھائی، سفیان بھائی کے دوست ہیں، ان کی شادی پر بھی آئے تھے۔ میرے خیال سے انہوں نے وہیں تمہیں دیکھا۔ بہرحال بہت بہت مبارک ہو، اب ہم لوگ بھی بس جانے والے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی لیکن زمل سفیان کی مہندی کی رات ہونے والے واقعے میں اتنا کھوگئی کہ دوبارہ ضارون کے آنے کی خبر نہ ہوسکی۔

کہاں کھو جاتی ہو بار بار چندا؟ ضارون نے چٹکی بجاتے ہوئے پوچھا تو وہ واپس لوٹی۔

ایسے مت دیکھو یار، نہیں تو قسم سے ابھی تمہارے گھر چھوڑنے کی بجائے اپنے گھر لے چلوں گا۔

آپ نے مجھے سب سے پہلے کہاں دیکھا تھا؟ زمل نے سپاٹ چہرہ لیے پوچھا۔

آپ نے کہا تھا کہ آپ نے مجھے کہیں دیکھا ہے۔ کہاں دیکھا ہے یہ نہیں بتایا۔

ارے یار اس بارے میں پھر بات ہوگی، ابھی تو چلو سب باہر گاڑی کے پاس ویٹ کر رہے ہیں۔ زمل نے نگاہ دوڑائی تو واقعی وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔ زمل کھڑی ہوگئی۔

مجھے ابھی بتائیں۔ اس نے ضد کی۔

زمل بے جا ضد نہیں کرو، چلو اب شاباش۔ پہلے تو وہ تھوڑا تیز بولا لیکن پھر اس نے زمل کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

آپ مجھے سب بتائیں گے، سچ سچ۔ زمل نے سرگوشی کی، ضارون محفوظ ہوا اور پھر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

سچ سچ۔ لیکن یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سے احساسات تھے جن کو زمل پہچان نا پائی۔ ہال کے باہر سب لوگوں نے ان کو گاڑی تک چھوڑا۔ اور جب ضارون کی گاڑی چل پڑی پھر سب نے اپنے گھروں کی راہ لی۔

☆☆☆☆☆☆

ہاں جی جناب، کیا کھائیں گی اب آپ؟ ضارون نے زمل کو تھوڑا ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جو کہ تب سے سپاٹ

چہرہ لیے بیٹھی تھی۔

آپ مجھ سے بات مت کریں۔زمل نے ونڈو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ کیوں؟ ضارون نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

کیونکہ میں آپ سے ناراض ہوں۔زمل نے اسی طرح کہا۔

اچھا۔۔چلو پھر بتا کہ مانو گی کیسے؟ ضارون نے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

ابھی سوچنے دیں مجھے کہ میں کیسے مانوں گی۔زمل کی اس بات پر ضارون کا قہقہہ گاڑی میں سنائی دیا۔

اچھا چلو سوچ لو۔

آپ مجھے آئیس کریم کھلا دیں۔زمل نے حل بتایا۔

میں صرف تمہیں آئیس کریم نہیں بلکہ سنیکس بھی کھلاوں گا۔اس نے ضارون کو کہتے سنا تو اسے دیکھنے لگی، مجھے پتا ہے کہ تم نے کھانا نہیں کھایا میں نے بھی نہیں کھایا۔

مجھ سے کھایا ہی نہیں گیا۔

جانتا ہوں۔پھر ان دونوں نے ڈونٹس لیے اور ساتھ میں ضارون نے کولڈ کافی لی جبکہ زمل نے آئیس کریم۔واپسی پر وہ دونوں لائٹ سا میوزک سنتے رہے اور دونوں میں کوئی بات نا ہوئی، جب گاڑی گھر کے قریب پہنچی تو ضارون نے ایک ڈائری زمل کی جانب بڑھائی۔

زمل میں ڈائری نہیں لکھتا لیکن یہ میں نے لکھی اور صرف تمہارے لیے، کیونکہ میں ان سب سوالوں کے جواب آمنے سامنے کبھی نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔۔مجھے لگا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوگا۔

زمل نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر ڈائری لے لی۔زمل کو گھر چھوڑا تو رفیق صاحب نے اسے چائے کیلیے روک لیا۔زمل وہاں نہیں رکی۔اسے جلدی تھی کہ وہ ڈائری پڑھے لہذا وہ کمرے میں آ گئی۔کمرے میں آ کر اس نے کپڑے تبدیل کیے اور اچھے سے منہ پر سے سارا میک اپ اتارا۔

اتنے میں تحریم اندر آئیں، وہ ضارون سے ملنے کے بعد سے لے کر زمل کے چہرے پر مسکراہٹ کو دیکھ کر مطمئن تھیں۔

آج میری بیٹی بہت خوبصورت لگ رہی تھی، لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہ ہی زمل ہے۔۔۔۔۔۔بس اب اللہ میری بچی کے نصیب کو ہی اتنا ہی خوبصورت بنا دے۔دعا کرتے آخر میں وہ رو دیں، تو زمل ان کے پاس آئی اور ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بولی۔

ماما آپ روئیں تو نہیں نہ۔اور تحریم نے اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا اور بولیں، مجھے معاف کر دینا زمل میں نا کبھی خود اپنے لیے ہمت کر پائی اور نا ہی تمہارے معاملے میں کبھی تمہارے بابا کے آگے بول پائی۔۔۔۔لیکن

ضارون بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔وہ تمہارے بابا جیسا نہیں ہے۔

ماما ایسا مت بولیں، میں خوش ہوں۔۔۔آپ پلیز معافی مت مانگیں۔۔۔۔۔مجھے آپ کا فیصلہ قبول ہے۔۔۔ بابا کا فیصلہ بھی دل سے قبول ہے، اور ہاں ضارون اچھے ہیں، وہ بہت اچھے ہیں۔زمل نے ہر ممکن ان کو اطمینان دلانا چاہا اور وہ مطمئن ہو بھی گئیں۔ان کے جانے کے بعد زمل نے دھڑکتے دل کے ساتھ ڈائری کھولی اور اسے پڑھنا شروع کیا۔

*****

السلام علیکم چندا۔۔۔۔۔ایک گزارش ہے کہ یہ ڈائری پڑھنے کے دوران کوئی ختمی رائے مت دینا جب تک مکمل نا ہو جائے۔۔۔تو سنو بھئی۔۔۔۔۔۔

سفیان کی شادی پر میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، مجھے آفس میں کام تھا۔لیکن اس کے بے حد اسرار پر میں چلا گیا۔ اور وہاں جا کر میں بور ہی ہو رہا تھا جب میں نے مین گیٹ سے ایک سیاہ لباس میں ملبوس بڑی سی چادر لیے ایک لڑکی کو ایک عورت کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھا، بے شک وہ پہلی لڑکی نہیں تھی جسے میں چادر میں دیکھ رہا تھا۔لیکن ہاں وہ پہلی لڑکی تھی جو کہ لائٹنگ کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی سات آٹھ ماہ کا بچہ ہو۔۔۔اس کو شاید پتا چل گیا کہ میں دیکھ رہا ہوں تو رک کر ارد گرد دیکھنے لگی لیکن میں نے رخ دوسری طرف کر لیا۔اس کے اندر چلے جانے کے بعد میرا دل کیا کہ اسے دوبارہ دیکھوں، عجیب سا لگ رہا تھا۔میں اندر چلا آیا، ارد گرد نگاہ دوڑائی تو وہ سفیان کے دوستوں اور کزنز کے دمیان یوں بیٹھی نظر آئی جیسے کوئی ہرن کا بچہ شیروں کے جھرمٹ میں ہو۔۔۔۔۔میں اسے ہی دیکھ رہا تھا کہ ملازم مجھ سے ٹکرا گیا اور مجھ پر جوس گر گیا۔شگفتہ آنٹی نے مجھے واش روم کے باہر گندی شرٹ لیے انتظار کرتے دیکھا تو بولیں۔

سفیان کے روم میں چلے جاو بیٹا یہاں رش میں کہاں انتظار کرو گے واش روم کے فارغ ہونے کا۔میں اوپر سفیان کے کمرے میں آ گیا۔شرٹ صاف کرنے کے بعد میں وہیں کمرے میں بنے ٹیرس پر کھڑا اسموکنگ کر رہا تھا جب دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی، میں نے بلا اختیار اندر کو جھانکا تو چند لمحے یقین نا کر پایا کہ وہ وہی تھی۔۔۔ ۔۔۔ ۔ہاں وہ وہی تھی، وہ اپنا حجاب اتار رہی تھی، یقیناً وہ یہاں میری موجودگی سے بے خبر تھی، میں اسے ہی دیکھ رہا تھا جب نیچے لان میں گانا بدلا تو میں نے اسے ڈانس کرتے دیکھا۔۔۔میں کئی لمحے نظر نہیں ہٹا سکا، ہاں وہ پہلی لڑکی نہیں تھی جسے میں ڈانس کرتے دیکھ رہا تھا، ہمارے گھروں کی شادیوں میں یہ عام بات ہے لیکن ہاں وہ پہلی لڑکی تھی جسے میں نے حجاب میں دیکھا اور بعد میں وہ ڈانس کر رہی تھی۔مجھے اشتیاق ہوا کہ اسے قریب سے دیکھوں ، میں جیسے ہک آگے بڑھا تو پاس رکھے گملے سے میرا پاں ٹکرا گیا اور درد کی شدت کی وجہ سے ہلکی سی آواز آئی۔۔۔

۔لیکن جب دوبارہ سامنے دیکھا تو وہ لڑکی اپنا حجاب درست کر رہی تھی، وہ بہت جلدی میں دکھائی دی اور پھر وہ اپنا موبائل بھی وہیں بھول کر نیچے چل دی۔اور میں وہیں بیٹھا رہا سب سے پہلے میں نے اس کے موبائل سے اپنے موبائل پر بیل کی اور اس کی چند تصویریں اپنے موبائل میں ٹرانسفر کیں، میں نہیں جان سکا میں نے ایسا کیوں کیا۔۔ ۔۔اب وہی لڑکی آدھے گھنٹے کے بعد آئی وہ شاید اپنا موبائل ڈھونڈ رہی تھی۔وہ اندر آئی تو میں نے پہلے دروازہ بند کیا اور پھر لائٹ، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے پہچانے، مجھے صرف اس کا نام جاننا تھا۔وہ بھاگنے لگی تو میں نے اسے بازو سے کھینچ کر دیوار کے ساتھ لگایا، ایک بازو میں نے اس کی گردن پر رکھ کر اس کی آواز کو دبانا چاہا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے میں نے اسے دیوار کے ساتھ لگائے رکھا۔وہ بالکل رونے والی تھی، مجھ سے ان آنکھوں میں زیادہ دیر نا دیکھا گیا۔نام پوچھنے پر اس نیا پنا نام "زمل" بتایا۔میں نے اسے آخری وارننگ دی اور ٹیرس سے ہوتے ہوئے ساتھ والے کمرے کے ٹیرس اور پھر نیچے چلا گیا۔پھر چند دن بعد میں نے تمہیں میسج کیا، پہلے تو ریپلائے نا آیا لیکن جب آیا تو وہ بھی کیا کہ رحما مجھے چندامت کہا کرو۔۔۔تم مجھے اپنی دوست سمجھ کر باتیں کرتی رہی اور میں نے بھی نا بتایا، لیکن خیر جب تمہیں پتا چلا کہ میں رحما نہیں کوئی اور ہوں تو۔۔۔۔۔۔مجھے اب بھی یاد ہے کہ کتنی قسمیں دی تھی تمہیں کہ بندہ میں شریف ہوں، ہاں اس شریف بندے نے تمہیں اپنا اصل نام نہیں بتایا کبھی۔مجھے اچھا لگتا تھا کہ تم مجھے "زی" کہو۔پھر جب ایک ہفتہ تم سے بات نا ہو پائی وہ وقت کافی برا تھا میرے لیے، میں کافی چڑچڑا ہو گیا تھا ان دنوں، سفیان نے یہ بات نوٹ کی تو میں نے بتایا۔

زمل میسج کا ریپلائے نہیں کر رہی۔

وہ اس لیے کیونکہ رفیق انکل نے اس کا موبائل توڑ دیا ہے۔سفیان نے بتایا۔

وہ کیوں؟ میں نے پہلی بار سنا کہ کسی باپ نے اپنی بیٹی کا موبائل توڑ دیا اور وجہ سننے پر تو مجھے اور غصہ آیا کہ وہ مارکس اچھے نہیں لے سکی۔۔۔میں نے سفیان سے پوچھا، تمہیں کیسے پتا ہے؟

رفیق انکل نے خود ڈیڈ کو بتایا ہے، رات میں ڈنر کے وقت گھر پر یہ ٹاپک بھی ڈسکس ہوا تو چل گیا پتا۔

سفیان ایک کام کرو گے؟ کیا؟

زمل تک موبائل پہنچاؤ کسی بھی طرح۔

دیکھو ضارون زمل میری بہن جیسی ہے، تم اس کے ساتھ سیریس ہو تو باقائدہ رشتہ بھیجو اس کیلیے۔

اس نے میری تمہارے لیے بدلتی حالت دیکھ لی تھی۔پہلے تو میں سنجیدہ نہیں تھا پر پھر ہو گیا۔

میں نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ موبائل میں نے کسی پلمبر کے ہاتھوں بھجوایا ہے، وہ سفیان نے رکھا تھا جب وہ تمہارے گھر آفس کی کوئی بات کرنے انکل سے ملنے آیا تھا۔

اور پھر مجھے تم سے محبت ہوگئی تم سے بات نہ ہوتی تو پریشان ہوجاتا تھا پھر جس دن انکل نے حد کردی مجھے لگا اب بس ہوگئی۔۔۔اور پھر تم مان گئی میرے ساتھ چلنے کو، مجھے لگا میری دنیا مکمل ہوگئی ہے۔لیکن اس رات تم نہیں آئی۔۔۔۔میں نے انتظار کیا تم نے منع کر دیا۔۔میں محبت کرتا تھا تم سے سو تمہارے فیصلے کو مان لیا۔۔۔لیکن یہ دل نہیں مانا یار واپس جانے کی بجائے رات ۲ بجے تک وہیں بیٹھا رہا پھر واپسی پر ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ تین دن بعد گھر آیا میں۔۔وہ پہلی رات تھی جب میں نے اللہ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا مانگی تھی۔۔اگلے دن ممی نے کہا کہ وہ میرے لیے لڑکی دیکھ چکی ہیں، میں نے کچھ نا کہا۔۔انہوں نے سمجھا شاید تکلیف کی وجہ سے میں کچھ بول نہیں پا رہا، وہ تمہاری تصویر ٹیبل پر رکھ کر چلی گئیں۔۔ہاں میں تھا تکلیف میں لیکن وہ تکلیف جسمانی نہیں تھی وہ دل کی تھی۔نا جانے کس دل سے تصویر اٹھائی، میں پھاڑنے ہی والا تھا لیکن وہ سیدھی رکھی ہوئی تھی۔وہ پہلی تصویر نہیں تھی جو مجھے مما نے کسی لڑکی کی دکھائی لیکن ہاں وہ اس لڑکی کی پہلی تصویر تھی جس سے مجھے محبت ہے۔۔۔۔زمل اللہ نے ہمیں یوں ہی ملانا تھا۔۔۔۔۔تم بنی ہی میرے لیے تھی۔۔۔۔وہ تمہیں کسی اور کو کیسے سونپ دیتا۔۔اور زمل ہم انشاءاللہ شادی کے بعد حج کرنے جائیں۔۔اس رب کا شکر ادا کرنے جس نے ہمیں عزت کی راہ پر چلا دیا۔۔۔۔جب تم نے کہا کہ تم نہیں آ گی مجھے لگا زندگی ختم ہوگئی، لیکن بے شک اللہ بہتر کرنے والوں میں سے ہے۔ ۔اور اب میں اس رات تمہارے نہ آنے کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔۔شکریہ زمل۔۔ تمہارا زی

ڈائری پر سیاہ تحریر ختم ہوئی تو زمل کا چہرہ آنسوں سے بھیگا ہوا تھا، وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔وہ دبے قدموں کمرے سے نکلی، اس وقت ڈھائی بج رہے تھے۔۔۔بنا آواز پیدا کیئے وہ فون سیٹ تک آئی اور ضارون کا نمبر ملایا، اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس وقت جاگ رہا ہوگا یا نہیں لیکن وہ اس وقت ہی اس سے بات کرنا چاہتی تھی، دوسری ہی بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

السلام علیکم چندا ! دوسری طرف فون اٹھاتے ہی زی نے سلام کی۔

آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں ہوں؟ زمل نے آہستہ سے پوچھا۔

میرے پاس تمہارے گھر کا نمبر سیو ہے اور اس وقت اور کوئی فون کرنے سے تو رہا۔ضارون نے کہا۔

ضارون !

جی مسز ضارون۔

مجھے ایک بات پوچھنا یاد ہی نہیں رہا۔

کیا بات؟

آپ کیسے ہیں؟

میں ۔۔۔میں بالکل ٹھیک، مجھے کیا ہونا ہے۔ضارون کیلیے سوال غیر متوقع تھا۔

آپ کی ٹانگ کیسی ہے اب، درد تو نہیں ہو رہا۔زمل نے فکرمندی سے پوچھا۔

اوہ۔۔ٹانگ۔۔۔اب بالکل ٹھیک ہے۔دوسری طرف خاموشی ہی رہی۔

چندا !اور کیا پوچھنا ہے؟ ضارون نے نہایت آہستگی سے پوچھا۔اور اسے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی کہ وہ کس طرح اس کے دل کی بات جان گیا ہے۔

زی آپ نے اللہ سے کیا دعا مانگی تھی؟

ہم م م م پہلے تم بتاو،اس رات واپس جا کر کیا کیا تھا تم نے؟ ضارون نے الٹا سوال کیا۔

میں نے آ کر نماز پڑھی تھی اور لگا کہ وہ پیدا ہونے کے بعد میری پہلی نماز ہے۔زمل نے بتانا شروع کیا۔

اور؟

اور میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔

کیا دعا کی تھی؟ ضارون نے پوچھا۔

م م م مجھے یاد نہیں۔زمل نے کترانا چاہا۔

پھر یاد کر کے بتاو، کیا دعا کی تھی۔ضارون تو جان چھوڑنے والوں میں سے تھا ہی نہیں اور زمل جان گئی لہذا بولی، میں نے دعا کی کہ اللہ مجھے سکون دے دیں۔

دوسری جانب طویل خاموشی کے بعد ضارون نے کہا، میں نے دعا کی تھی کہ اللہ مجھے "زمل " دے دیں۔

☆☆☆☆☆☆

دو سال بعد

زمل حیان کو اٹھائے ایک کان سے موبائل لگائے اور دوسرے میں دو فیڈرز لیے کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں پر ضارون کو دیکھا جو کہ زیان کو اٹھائے چپ کروانے میں مصروف تھا۔باہر کا درجہ حرارت منفی تین تھا جبکہ کمرے میں ہیٹر کی وجہ سے سکون کا احساس ہوا۔

جی ماما زیان اب ٹھیک ہے۔اب تو اس کے پیٹ میں بھی درد نہیں۔نہیں اب تنگ نہیں کرتا۔۔۔ضارون کے پاس آ کر ایک فیڈر اسے دیا، حیان سو چکا تھا اسے ضارون کو دیا اور ضارون سے زیان کو لے لیا۔

جی ماما ضارون بھی ٹھیک ہیں، میرے سامنے ہی بیٹھے ہیں۔۔۔۔ابھی تک تو سیٹ کنفرم نہیں ہوئی۔۔۔۔آپ انہی سے پوچھ لیں۔زمل نے موبائل ضارون کو دیا جو کہ اب بیڈ پر بیٹھ چکا تھا اور حیان کے اوپر کمبل درست کر رہا تھا۔زمل کمرے میں چکر لگاتے ہوئے زیان کو دودھ پلانے لگی۔

جی آنٹی پرسوں کی سیٹ بک ہوئی ہے۔زمل نے تشکر بھری نظروں سے ضارون کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

آنٹی یہاں لندن میں تو بہت سردی ہے اور اوپر سے حیان اور زیان کم دوڑیں تو نہیں لگواتے ، کیا تھا جو زمل پر چلے جاتے کم از کم معصوم تو ہوتے لیکن نہیں ممی کہتی ہیں یہ دونوں مجھ پر ہیں۔

بالکل ابھی ہے دونوں ایک سال کے اور نخرے ان کے ساتویں آسمان پر ہیں۔

زمل آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ پر ضارون کی گود میں آ کر بیٹھ گئی جبکہ زیان ابھی بھی زمل کی گود میں ہی تھا،ضارون نے اس کے گرد بازں کا بند بنایا اور زیان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔وہ زمل کو لے کر پچھلے ایک مہینے سے لندن لے کر آیا ہوا تھا۔۔۔۔زمل کو برف باری دیکھنے کا شوق تھا اور اب وہ لوگ واپس جانے والے تھے کیونکہ زیان کی طبیعت تھوڑی خراب ہو گئی تھی۔

او کے جی اللہ حافظ آنٹی۔۔۔۔جی ٹھیک ہیا اللہ حافظ۔اب ضارون سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا کیونکہ زمل بالکل اس کی گود میں تھی،ضارون نے موبائل بند کیا اور زمل کو اپنے بازں کا گھیرا تنگ کیا۔

کیا ہوا ہے میری چندا کو؟اس کے ماتھے پر سے بالوں کو ہٹاتے ہوئے بولا۔

کچھ نہیں۔

کوئی فرمائش ہے؟

ابھی تک تو نہیں۔

پھر؟

وہ۔۔۔مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔

اوہ۔۔۔اچھا کہو پھر۔

مجھے آپ کو تھینک یو کہنا تھا۔

چلو کہہ دو۔ضارون نے مسکراہٹ دبائے کہا۔

تھینک یو۔زمل نے سر ضارون کے کندھے پر ٹکاتے ہوئے کہا۔

ویسے یہ تھینکس تھا کس لیے؟

ہر چیز کیلیے۔ "زمل نے اسے بتایا۔

چلو پھر میں بھی تمہیں تھینکس کہتا ہوں۔

وہ کس لیے؟زمل نے سر اونچا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔ضارون تھوڑا جھکا،اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور بولا ہر چیز کیلیے۔زمل نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اچھا آ چندا ایک سیلفی لیں۔ضارون نے اپنا موبائل نکالتے ہوئے کہا۔

زیان بھی سیلفی لے گا۔زیان آپ لو گے سیلفی ؟زمل زیان کو گود میں بٹھاتے ہوئے بولی۔

تو پھر حیان کے ساتھ کیسے لیں گے پک۔اب یہ مسئلہ بن گیا۔

فکر نہیں کرو چندا،اس اینگل پر آ و۔ضارون نے حل بتاتے ہوئے موبائل کے فرنٹ کیمرے کو اس اینگل پر سیٹ کیا جہاں پر سے وہ چاروں با آسانی تصویر میں آ سکتے تھے اور پھر اس نے کلک کیا اور ایک خوبصورت سے لمحے کو اپنے موبائل میں قید کر لیا بالکل اسی طرح جس طرح وہ پہلے بہت سے لمحات کو قید کر چکے تھے اور بہت سے لمحات ان کے منتظر بھی تھے۔

چندا ایک بات کہوں۔زمل جب کھینچی جانے والی تصویریں دیکھ رہی تھی تو ضارون بولا۔

جی کہیں۔

باہر پھر برف گر رہی ہے۔

کیا واہ۔۔۔چلیں آئیں ٹیرس پر چلتے ہیں۔زمل نے زیان کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا۔

نا بھئی،سردی بہت ہے،میں یہیں ٹھیک ہوں،بلکہ تم بھی یہیں رہو۔ضارون نے جان چھڑوانی چاہی۔

مجھے نہیں رکنا یہاں اور ویسے بھی پرسوں تو ہم واپس جا رہے ہیں۔

تم ہو آ۔

پکا آپ نہیں آ رہے؟زمل نے وارننگ دینے والے انداز میں کہا۔

پکا۔ضارون کو لگا کہ وہ ساتھ چلنے کو منائے گی،لیکن وہ ٹھیک ہے کہہ کر چل دی۔

ٹیرس میں کھڑے وہ شہر کی روشن زندگی کو دیکھنے لگی۔برف کے چھوٹے چھوٹے گالے گر رہے تھے،زمل ان کو پوروں پر رکھنے کی کوشش کرنے لگی،وہ جانتی تھی کہ ضارون ضرور باہر آئے گا اور وہ آ بھی گیا۔



گل زہرہ شاہ

وہ اکثر جب بھی ملتا تھا

میر کی غزلیں پڑھتا تھا

میرے ہر بار پوچھنے پر

وہ کہتا تھا

شاعری دل کا حال سناتی ہے

شاعری سچ بولتی ہے

برس گزر گئے

نہ جانے اب وہ کہاں ہوگا

کیا اب بھی کسی سے ملنے پر

وہ دل کا حال سناتا ہوگا؟

کیا اب بھی کسی سے ملنے پر

وہ میر کی غزلیں پڑھتا ہوگا؟؟



مریم صدیقی_ کراچی

الفاظوں سے عشق کرتی تھی

افسانوں سے عشق کرتی تھی

وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی

پڑھ کر کہانیاں مجنوں ولیلی کی

افسانوی کرداروں سے عشق کرتی تھی

وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی

ہر کہانی میں ڈھونڈتی تھی وہ ذات اپنی

ہر شاعری میں خود کو تلاش کرتی تھی

وہ ایک لڑکی تھی کتابوں سے عشق کرتی تھی

رافعہ مستور صدیقی

وحشت ہی وحشت ہے
ہر سو
اک گنگھور سناٹا ہے
دل میں بیزاری سی پھیلی ہے
یہ شب بھی کتنی بھاری ہے
اندر آہ وزاری ہے
موسم نے
اک بے چینی پالی ہے
دکھ، درد، مصیبت، تکلیفیں
اپنی سب سے یاری ہے
کون کہتا ہے محبت ہے
دھوکہ ہے
مکاری ہے
پریم نگر کا ہر باسی
یہاں محظ
جذبوں کا بیوپاری ہے
کرواہٹ ہے میرے لہجے میں
اندر وحشتیں پالی ہیں
اتارتی ہوں کاغذ پر
ہر وہ جذبہ
جو مجھ پر طاری ہے
لفظوں کا جو جال
بنتی ہوں
شعر نہیں ہیں
یہ تو اشک شماری ہے



خواب رت

امرینہ سہیل۔ اٹلی

اداس شام سا چہرہ اس کا
دیکھا تو دل سے نکلی یہ دعا
کہ اے رب
دے اس کو تو ایسی خوشی
کہ جس سے
اس کے چہرے پر کلیاں سی چٹکیں
بہار رت اس پہ ٹھہر جائے
پت جھڑ چھینے جتنے اس کے خواب
اس کو وہ زنجیر کریں
بھولے بھالے اس کے خواب
ان کی وہ تعبیر کریں۔



ماریہ شبیر۔ گجرات

کیا جوڑ جوڑتی ہے
کاجل اوپر سے کھولے
بال تیری ہر ادا قاتلانہ
معصوم سی لڑکی
دنیا سے پرے رہنے
والی پر لوگ
اتنا ہی دھوکو فریبو
میں پھنسا لیتے تو
اپنے الجھے بالوں کی
طرح الجی ہے مطلبی
دنیا میں مطلبی لوگوں میں
پھنس کر رہ گئی ہے
الجھے رشتے میں
بال جیسے سمیٹے تو
پھر آپس میں الج
پڑتے ویسے توں زندگی
سوارتی لوگ پھر الجھا دیتے
مشکلوں میں انسوں میں
تیری آنکھوں کا کاجل جچتا
ہے دنیا اسے انسوں کے ذریے
نکالتے ہیں تاکے تیری آنکھیں
سنی رہے لوگو کو غلط
کر کے سواری رکھا کر کاجل
سے آنکھیں بال بکھرے انہیں
سنوارا نہیں سیدہ کر جیسے
تو کرتی ہے زندگی کو
ہائے کاجل والی حسین آنکھیں
سلامت رہے سلامت رہے
پھول جیسے ہونٹوں پر ہنسی
تیری ایک پیاری آنکھوں میں کاجل
والی لڑکی



دعا

جواد شیخ

درگزر جتنا کِیا ہے وہی کافی ہے مجھے
اب تجھے قتل بھی کر دوں تو معافی ہے مجھے

مسئلہ ایسے کوئی حل تو نہ ہو گا شاید
شعر کہنا ہی مرے غم کی تلافی ہے مجھے

دفعتاً اِک نئے احساس نے چونکا سا دیا
میں تو سمجھا تھا کہ ہر سانس اضافی ہے مجھے

میں نہ کہتا تھا دوائیں نہیں کام آئیں گی
جانتا تھا تری آواز ہی شافی ہے مجھے

وہ کہیں سامنے آ جائے تو کیا ہو جواد
یاد ہی اسکی اگر سینہ شگافی ہے مجھے

اشارانی

کچھ درد ہیں مجھ کو بھانے لگے
آئینے کو دیکھ کر ہم مسکرانے لگے

ہوا ہوں خود سے دستبردار اس طرح
دل ہی دل میں خود کو بہلانے لگے

مسکرانا تو ایک رسمی عادت ہے
جب آیا شعور ہوش ٹھکانے لگے

ممکن نہیں تمام عمر جدا رہنا
ترے بنا دو پل بھی زمانے لگے

پوچھتے ہیں وہ وجہ بیبسی
جواباً ہم ہنس کر دکھانے لگے

کیا جب شکوہ انکی بیرخی کا
وہ چاہتوں کے پیوند لگانے لگے



صبا جرال (منامہ۔ بحرین)

رات میرے آنگن میں، جب بھی اترتی ہے
ساتھ لے کر آتی ہے، رتجگے اور تنہائی
میرے سونے کمرے میں رتجگے اور تنہائی
مل کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر سجاتے ہیں
محفل گزری باتوں کی
سارے گزرے لمحوں کو
یہ اکٹھا کرتے ہیں اور پھر سناتے ہیں
قصہ ماضی مجھ کو
جب ملے تھے ہم دونوں
وہ بھی لمحہ آتا ہے
میرے اداس ہونٹوں پر، راگ چھیڑ دیتا ہے
میری ویران آنکھوں میں، جگنو سے چمکتے ہیں
دل میں ساز بجتے ہیں
پھر میں موند کر آنکھیں
تھام کے تری انگلی دور نکل جاتی ہوں
تجھ سے باتیں کرتی ہوں تیری باتیں سنتی ہوں
ایک پیڑ کے نیچے جب ہم بیٹھ جاتے ہیں
تیرے کاندھے پر اپنا سر میں رکھتی ہوں
تیرے دل کی دھڑکن کے
مدھر راگ سنتی ہوں
تو بھی میرے ہاتھوں کو لے کر اپنے ہاتھوں میں
عہد کرنے لگتا ہے
ساتھ ہم رہیں گے اور کبھی نہ بچھڑیں گے
ایک دم اور اچانک
ہجر اور جدائی کا لمحہ آ دھمکتا ہے
کھینچ کر تمہیں مجھ سے، دور لے جاتا ہے
دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں
جا بجا بکھرتے ہیں
کپکپاتے ہاتھوں سے، دل کے بکھرے ٹکڑوں کو
یکجا میں کرتی ہوں
آنکھیں خون روتی ہیں
لب بھی آہ بھرتے ہیں
رتجگا اور تنہائی
میرے گلے لگ کر خوب خود بھی روتے ہیں
مجھ کو بھی رلاتے ہیں
روز یونہی ہوتا ہے
رات جب بھی آتی ہے۔۔۔





سہیلی"

ماہ روش ملک

ہر غم اور دکھ میں میری ساتھی ہو
ہر مشکل میں کام تم میرے آتی ہو
جب بھی میں بیمار پڑ جاں تو
میری بیمار پرسی کے لیے تم آتی ہو
جب بھی مجھے بھوک لگے بریک میں
تم اپنا لنچ مجھے شیئر کراتی ہو
جب ہوم ورک میرا نہ ہو مکمل
تم ہی میرا کام مکمل کرواتی ہو
جب بھی مجھ سے ہو جائے کوئی غلطی
تم ہی مجھے آرام سے سمجھاتی ہو
جب بھی میں روتی ہوں تم ہی
مزاق کر کے مجھے ہنساتی ہو
آج تم میرے پاس نہیں ہو
تیری یاد ہر دم مجھے آتی ہے

اقرا سلیم۔

ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے دونوں
مل نہیں پائے تو اس پر ندامت کیسی
میں یہ چاہتی ہوں کبھی تیرے مقابل بیٹھوں
جب یہ ممکن ہی نہ تو جسارت کیسی
گر بچھڑنا ہی اختتام ہے اس کہانی کا
پھر یہ دل کش و مختصر سی رفاقت کیسی
تجھ کو مانگوں گر ہاتھ پھیلا کر تجھ سے
یہ تو محض رسوای ہے میرے یار، محبت کیسی



جیا راجپوت

آج سوچا کچھ تو لکھوں،
جو قلم اٹھایا،
پھر سوچا کیا تجھ پہ لکھوں،
شاعری میں کوئی ایسے لفظ نہیں،
جن سے میں تجھ پر کچھ لکھوں،
جو لکھنے لگی لفظوں کو تراش کر،
پھر سوچا تجھ کو کیا لکھوں،
تجھے اک گڑیا لکھوں،
یا چاند کا ٹکڑا لکھوں،
تجھے خدا کا حسین کرشمہ لکھوں،
یا آبِ حیات کا چشمہ لکھوں،
تجھے آسمانی پری لکھوں،
یا آسماں کی چاندنی لکھوں،
تری مسکاں سے اپنی مسکاں تک کا،
وہ حسین سا سفر لکھوں،
پھر سوچا کوئی دعا لکھوں،
تری آنکھوں کی مستیاں،
ترے گالوں کی سرخیاں،
تری شرارتوں کی شوخیاں،
ترے لبوں کی مسکراہٹیں،
ترے ننھے قدموں کی آہٹیں،
صدا سلامت رہیں،
تا قیامت رہیں،
پہلی بار ترے نام لکھوں،
تجھے گڑیا لکھوں،
چاند لکھوں،
پری لکھوں،
اپنی جان لکھوں،
اپنے سارے ارمان لکھوں،
آج سوچا کچھ تو لکھوں۔۔۔

انابیہ رحمٰن (ڈیرہ غازی خان)

بادلوں کی اوٹ میں دیکھا چاند
کیسا ہے شرمایا ہوا چاند
من ہی من میں مسکایا چاند!
شب کی تاریکی میں الجھا سا
راج دلارا ہے پیارا چاند!
جھیل کے اجلے پانی میں
آج بام پہ آیا ہے چاند
تاروں کے جھرمٹ میں کیوں!
رہتا ہے سہما سہما چاند!
کس کے انتظار میں بیٹھا ہے!
آج جھیل کنارے رویا چاند!
ہو جاں جب میں تنہا!
چپکے چپکے آنا چاند
میرے کمرے میں آیا!
اجلا اجلا مہکا چاند!
میں نے دیکھا ہے آج!
تم سے ملتا جلتا چاند(':')!

ماہا ایمان

پجاری ہو گر تم حسیں صورتوں کے
بیر یا چاہتیں پھر نہ تم پا سکو گے
گر لگ جائے ٹھوکر اسی راہ میں تم کو
تو یاد آئینگی تم کو برستی وہ آنکھیں
کپکپاتا لہجہ اور لرزتے لب
تو یاد ہے نا تم کو کہا تھا یہ تم نے
کہ بند کر دو اب اپنی جھوٹی کہانی
زباں کو لگا تھا کہ پھر قفل ایسا
کہ چابی تھی جس کی تمہاری گواہی
گر یاد آئے تم کو یہ جھوٹی کہانی
تو لوٹا دینا ہم کو وہ عزت ہماری
وہ جوبن ہمارا وہ شوخی ہماری
وہ پاکیزگی کی گواہی ہماری



ساتویں بیٹی

منیبہ تبسم

میں اپنے ماں باپ کی ساتویں بیٹی
جس کی پیدائش پر بنی میری ماں مجرم
میری پیدائش کی خبر جب سنائی گئی
ہرطرف اک دردبھری خاموشی سنائی دی
میرے باپ کے منہ سے اک آہ نکلی
سردمہری نے کہا مجھے دنیا میں خوش آمدید
میری ماں کے پہلے لمس میں
نہ محبت تھی، نہ گرم جوشی
میں ڈھونڈتی رہ گئی دنیا میں خوشی
پر وہ نہ میرے لیے تھی بنی
میری کالی رنگت تھی بدقسمتی
نہ کسی نے پیار سے جھولا جھلایا کبھی
نہ کسی نے مجھے گلے سے لگایا کبھی
میں روتی رہی
خود ہی چپ ہوتی رہی
میں بے وقعت رہی
کیونکہ میں پرکشش نہیں
میں بڑی ہوتی گئی
کسی جنگلی جھاڑی کی طرح
چپ چاپ، شرمندگی سے
پھر!
بہت خواب سجائے میں نے آنکھوں میں
دیکھے تھے جاگ کے کء راتوں میں
زندگی ہوگی اب حسیں
ہوں گی میں کسی کے دل کی مکیں
پر بدصورتی میری
یہاں پھر بدقسمتی میری
کوئی دعا نہ رنگ لائی
کوئی تصویر نہ مکمل ہو پائی
میری زندگی کا کینوس
رہا ہمیشہ ادھورا
اب تو اے مصور!
اسے کردے تو پورا



علیشے شیخ

اے کاش کبھی تو ایسا ہو
میری ناراضگی وحی بن کر
تمہارے دل پہ اترے
کسی شام کے پہر
تم مجھے منانے آ
تمہیں دیکھتے ہی میرے
ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے
تم مجھ سے ڈھیر ساری
باتیں کرو
اور پھر مجھے
انتظار کے جگنو تھما کر
کسی پورے چاند کی رات
آنے کا وعدہ کرو
اے کاش کبھی تو ایسا ہو
میرے انتظار کی خبر
تمہیں بھی ہو
میں آج بھی پورے چاند کی رات
اسی جگہ پر بیٹھ کر گھنٹوں
تمہارا انتظار کرتی ہوں
لیکن شاید
کچی تھی آس کی ڈوری
تبھی ایک پل میں ٹوٹ گئی
میرا انتظار رائیگاں گیا
تم اپنا عہد وفا کرنے نہ آئے
اے کاش کہ اب تم نہ آ
میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ
اور آنکھوں کی چمک
اب روٹھ گئی ہے
میری مٹھی میں ہی
انتظار کے جگنو دم توڑ گئے
اور زندگی مجھ سے
خفا ہو گئی!
اے کاش کہ اب تم نہ آ!!!



تم بھی آئو

سدرہ امجد

سجنا موسم بدل رہا ہے
تم بھی بدل پھر جاؤ نا
دروازے پہ دستک دو
مجھ سے ملنے آؤ نا
دیکھو ہوائیں پاگل ہو کر
مجھ سے تیرا پوچھ رہی ہیں
ان ہواؤں کو چپ کروانے
بارش بن کر آؤ نا
شام کا منظر جھلک رہا ہے
سورج دیکھو ڈوب رہا ہے
رات کے تاروں کو چمکانے آؤ نا
رات میں بھی دیکھو
کیسے ہجر کی تلخی کھلی ہے
رم جھم کرتے تاروں میں
اپنی جھلک دکھلاؤ نا
رات یہ خاموشی میں لپٹی
ہر سو تیری یاد کے سائے ہیں
یادیں تیری آتی ہیں
تم بھی کبھی تو آؤ نا
بس ایک بار تو آؤ نا

رباب الٰہی

بابا آپ کو وہ گڑیا یاد ہے
جو آپ بچپن میں لائے تھے
میری گڑیا, چھوٹی سی۔نازک سی
وہ نیلی آنکھوں, بھورے بالوں والی
میری وہ گڑیا مرگئی بابا
آپ کو پتہ ہے بابا
وہ ٹوٹی کتنے حصوں میں
وہ بکھری کتنے ٹکڑوں میں
کہیں سے کپڑے پھٹے۔, تو کہیں بال بکھرے
کہیں سے بازوں ٹوٹا, کہیں سے رنگ اڑا
میری گڑیا مرگ ءبابا
پر دکھ تو سانجھا ہے۔۔۔۔۔۔بابا دکھ تو سانجھا ہے
آپ کی بھی تو گڑیا تھی
کالے بالوں والی, سیاہ چمکتی آنکھوں والی
وہ سانولی سلونی آپ کی گڑیا وہ بھی تو مرگئی بابا
کہیں دل ٹوٹا تو کہیں مان ٹوٹا
کہیں یقین بکھرا تو کہیں ذات بکھری
پر بابا آپ کی مر کے ہنستی ہے
کونے میں چھپ کے زار زار ہنستی ہے سسک سسک
کے ہنستی ہے تڑپ تڑپ کہ ہنستی ہے
میری گڑیا خستہ حالی میں بھی ہنستی تھی
آپ کی گڑیا بھی دیکھیں نہ کتنا ہنستی ہے
دکھ تو سانجھا ہے میری گڑیا مرگئی تھی
پر آپ کی گڑیا کو مار دیا گیا ہے۔۔
مرگئی اب دونوں
ایک آپ کی گڑیا ایک میری گڑیا
دکھ تو سانجھا ہے۔۔



شاعر عرفان ستار
انتخاب دعا علی

عجب ہے رنگ چمن جابجا اداسی ہے
مہک اداسی ہے بادصبا اداسی ہے

نہیں نہیں یہ بھلا کس نے کہہ دیا تم سے
میں ٹھیک ٹھاک ہوں ہاں بس ذرا اداسی ہے

میں مبتلا کبھی ہوتا نہیں اداسی میں
میں وہ ہوں جس میں کہ خود مبتلا اداسی ہے

طبیب نے کوی تفصیل تو بتای نہیں
بہت جو پوچھا تو اتنا کہا اداسی ہے

گداز قلب خوشی سے بھلا کس کو ملا
عظیم وصف ہی انسان کا اداسی ہے

شدید درد کی رو ہے رواں رگِ جاں میں
بلا کا رنج ہے بے انتہا اداسی ہے

فراق میں بھی اداسی بڑے کمال کی تھی
پس وصال تو اس سے سوا اداسی ہے

تمہیں ملے جو خزانے تمہیں مبارک ہوں
مری کمای تو یہ بے بہا اداسی ہے
چھپا رہی ہیمگر چھپ نہیں رہی مری جاں
جھلک رہی ہے جو زیر قبا اداسی ہے

غزل کے بھیس میں آی ہے آج محرم درد
سخن اوڑھے ہوئے ردا اداسی ہے

عجیب طرح کی حالت ہے مری بے احوال
عجیب طرح کی بے ماجرا اداسی ہے

وہ کیف ہجر میں اب غالبا شریک نہیں
کدنوں سے بےمزہ اداسی ہے

وہ کہہ رہے تھے کہ شاعر غضب کا ہیعرفا
ہر ایک شعر میں کیا غم ہے کیا اداسی ہے

شاعر۔لیاقت علی عاصم
انتخاب ستارہ مغل

وحشت جاں شفق اندام ہوئی، شام بخیر
جا اب جا بہت شام ہوئی، شام بخیر

میں نے کچھ بھی تو گنوایا نہیں نادم نہ ہو یار
مری تنہائی مرے نام ہوئی، شام بخیر

دوستی راستے کا کام تھا منزل تو نہ تھی
راستے ہی میں سر انجام ہوئی، شام بخیر

شاید اس موڑ پہ آ پہنچے ہیں ہم تم کہ جہاں
خامشی ہجر کا پیغام ہوئی، شام بخیر

اب نہ کہنا کہ اٹھو صبح ہوئی صبح بخیر
اب نہ کہنا کہ چلو شام ہوئی، شام بخیر

شاعر۔امجد اسلام امجد
انتخاب عثمان عابد

کہیں بے کنار سے رتجگے کہیں زرنگار سے خواب دے
ترا کیا اصول ہے زندگی؟ مجھے کون اس کا جواب دے

جو بچھا سکوں ترے واسطے جو سجا سکیں ترے راستے
مری دسترس میں ستارے رکھ مری مٹھیوں کو گلاب دے

یہ جو خواہشوں کا پرند ہے اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اڑے گا اپنی ہی موج میں اسے آب دے کہ سراب دے

تجھے چھو لیا تو بھڑک اٹھے مرے جسم و جاں میں چراغ سے
اِسی آگ میں مجھے راکھ کر اسی شعلگی کو شباب دے

کبھی یوں بھی ہو ترے رو برو میں نظر مِلا کے یہ کہہ سکوں
مری حسرتوں کو شمار کر مری خواہشوں کا حساب دے

تری اِک نگاہ کے فیض سے مری کشتِ حرف چمک اٹھے
مِرا لفظ لفظ ہو کہکشاں مجھے ایک ایسی کتاب دے

شاعر۔ حسن باتِش

انتخاب بیہ عمر

کعبہ عشق تہہِ دل میں بنا رکھا ہے
میں نے پلکوں پہ درِ یار سجا رکھا ہے

وائے قسمت کہ وہی غیر سمجھتا ہے مجھے
میں نے جس شخص کو دنیا سے جدا رکھا ہے

آنکھ روئی بھی تو آنسو میرے اندر ہی گرے
یوں جدائی میں بھی اک پاسِ وفا رکھا ہے

وہ کسی روز نصیبوں کی گرہ کھولے گا
بس اسی آس پہ اک دیپ جلا رکھا ہے

یا الہی دمِ آخر بھی انا ساتھ رہے
پھر شہہِ وقت نے باتِش کو بلا رکھا ہے

.

ازقلم: بہاور فرید

اب کے ظالم نے لگایا تو بہت نشانے پہ لگا ہے
تیر کماں سے نکل کے سینے میں جا لگا ہے

تیری سرد مہری جو رویا کرتا تھا کبھی
اب کہ تیری بے حسی پہ کھل کے ہنسنے لگا ہے

آنسو بھی اب تو اس کے منجمد ہو گئے ہیں
خیالوں کی شوخیوں کو بھی دھچکا سا لگا

جو لب کرتے تھے ترجمانی اس کی ذات کی
اب ان لبوں کو بھی کچھ سکتہ سا لگا ہے

اب کہ پیچھے ہٹے ہیں تو کبھی نہ ملیں گے
اِس ذات کو تجھ سے نفرت کا گماں ہونے لگا ہے

قابل نہ رہے جو کوء تو نفرت بھی نہی کرتے
تو نظروں سے گر رہا ہے بہاور کو یہ خدشہ لگا ہے

حسان احمد اعوان
انتخاب خواہش ناز

یوں بھی محتاط نگاہوں کا بھرم رکھا گیا
ہاتھ اٹھے مرے ہاتھوں میں قلم رکھا گیا

تار کٹتے ہیں میں جب تجھ سے جدا ہوتا ہوں
سانس کو میری تری سانس میں ضم رکھا گیا

بانٹتا کیسے کوئی درد کسی دوسرے کا
روزیاں بھیجی گئیں اور شِکم رکھا گیا

سات رنگوں کے طلسمات سے باہر دیکھو
آٹھواں رنگ بھی ہے اور یہ نہم رکھا گیا

پہلے اِک زم سے اسے روکا گیا صحرا میں
نام اس پانی کا پھر آخری زم رکھا گیا

جیسے ملتی ہے وراثت کسی شاہ زادے کو
ایسے عباس کے ہاتھوں میں علم رکھا گیا

میں ہوں حسان غلام ابنِ غلامِ احمد
میرے ماتھے پہ ہے شجرہ بھی رقم رکھا گیا

ڈاکٹر افتخار مغل
انتخاب محمد اویس

ہمارے دل میں کہیں درد ہے؟ نہیں ہے نا؟
ہمارا چہرہ بھلا زرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

سنا ہے آدمی مر سکتا ہے بچھڑتے ہوئے
ہمارا ہاتھ چھو، سرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

سنا ہے ہجر میں چہروں پہ دھول اڑتی ہے
ہمارے رخ پہ کہیں گرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

کوئی دلوں کے معالج، کوئی محمد بخش
تمام شہر میں کوئی مرد ہے؟ نہیں ہے نا؟

وہی ہے درد کا درماں بھی افتخار مغل
کہیں قریب وہ بے درد ہے؟ نہیں ہے نا؟

کچن کارنر

متنجن پلاؤ۔



اجزا:

چاول) سیلا چاول (۔۔۔۔آدھ کلو

چینی۔۔۔۔۔۔آدھ کلو

گھی۔۔۔۔۔۔ایک کپ

لونگ۔۔۔دو سے تین عدد،

چھوٹی الائچی۔۔۔تین سے چار عدد

دار چینی۔۔۔۔۔۔ایک چھوٹا ٹکڑا

فوڈ کلر) لال، سبز، اورنج (۔۔۔چوتھائی چائے کا چمچہ

ڈیکوریشن کے اجزاء

اشرفیاں۔۔۔۔آدھ پا) لال، سبز (جو رنگ آسانی سے مل جائے

بادام۔۔۔۔۔۔حسب ذوق

پستہ۔۔۔۔حسب ذوق

ناریل۔۔۔باریک کٹے ہوئے

کھویا۔۔۔۔۔۔۔ایک پا

گلاب جامن۔۔۔۔حسب ذوق/ آدھ پاؤ

چم چم۔۔۔۔۔۔۔حسب ذوق/ آدھ پا

نوٹ: گلاب جامن اور چم چم چھوٹے والے ہوں تو بہتر ہے ورنہ بڑے ہوں تو چھوٹے پیس کر لیں

متنجن کی تیاری

سب سے پہلے چاول کو ابال لیں۔

اس کے بعد اس کو چھننے میں نکال لیں اور ابلے ہوئے چاول پر ٹھنڈا پانی ڈال دیں۔

ٹھنڈا پانی ڈالنے سے چاول پکنے کے بعد جڑتے نہیں ہیں

متنجن بنانے کا طریقہ:

تین سے چار منٹ کیلئے سب سے پہلے ایک پتیلے میں گھی کو گرم کریں جب گھی گرم ہو جائے تو اس میں چھوٹی الائچی، لونگ اور دار چینی ڈال دیں۔

جب لونگ کڑ کڑانے لگے تو اس میں ابلے ہوئے چاول ڈال دیں اور ساتھ ہی چاولوں میں چینی بھی ڈال دیں اور اس کو مکس کر دیں۔

جب چینی گل جائے تو آنچ تیز کر دیں تاکہ چینی کا پانی خشک ہو جائے۔

چمچہ بار بار نہ چلائیں اس سے چاول ٹوٹ جاتے ہیں۔

جب چاول کا پانی خشک ہو جائے تو فوڈ کلر کو ایک کھانے کے چمچہ پانی میں مکس کر کے چاول پر ڈال دیں اور دم پر رکھ دیں۔

جب چاول مکمل پک جائیں تو ہلکا ہلکا اوپر سے فوڈ کلر والے چاول پھیلا دیں تاکہ رنگ ہر طرف پھیل جائے

اس کے بعد آخر میں چاول پر اشرفیاں، بادام، پستہ ناریل، کھویا، گلاب جامن اور چم چم ڈال کر ایک منٹ دم پر رکھیں۔ اس طرح مزیدار متنجن تیار ہے۔
خود بھی کھائیں دوسروں کو بھی کھلائیں

لکھنوی کباب



تیاری کا وقت: 30 منٹ /...... پکانے کا وقت: 30-35 منٹ.......... افراد کے لیے: 4-6

اجزا

گائے کا قیمہ آدھا کلو
پپیتا کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ
تیل تلنے کے لیے
پیاز ایک عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ
دہی ایک چوتھائی کپ
) زیرہ ایک چائے کا چمچ) کٹا ہوا
کھوپرا دو کھانے کے چمچ
خشخاش ایک کھانے کا چمچ
) گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچ) پسا ہوا
) جائفل جاوتری آدھا چائے کا چمچ) پسی ہوئی
) دار چینی ایک چوتھائی چائے کا چمچ) پسی ہوئی
لال مرچ ایک چائے کا چمچ
نمک حسب ذائقہ
بیسن چار سے پانچ کھانے کے چمچ
) ہرا دھنیا ایک چوتھائی گٹھی) کٹا ہوا کوئلہ ایک عدد
لیموں کا رس چھڑکنے کے لئے

ترکیب

پہلے پیالے میں قیمہ کو ایک کھانے کا چمچ پپیتا پیسٹ لگا کر ایک طرف رکھ دیں۔
اب کڑاہی میں تھوڑا سا تیل گرم کر کے پیاز کو شامل کر کے تھوڑا سا پکائیں۔
جب رنگ تبدیل ہونے لگے تو ادرک لہسن کا پیسٹ شامل کر کے تھوڑا سا پکائیں۔
پھر اس میں قیمہ شامل کر کے اچھی طرح بھون لیں یہاں تک کہ اس کا تمام پانی خشک ہو جائے۔
پھر اس میں دہی، زیرہ، کھوپرا، خشخاش، پسا گرم مصالحہ، پسی جائفل جاوتری، پسی لال مرچ، پسی دار چینی اور نمک شامل کر کے خوب اچھی طرح پکائیں۔
جب تمام پانی اچھی طرح سے خشک ہو جائے تو اسے چوپر میں بیسن کے ساتھ اچھی طرح پیس لیں۔
اب اسے پیالے میں نکال کر انگلی کے سائز کے کباب بنائیں اور تیل میں ڈیپ فرائی کر لیں۔
ہلکا گولڈن کلر آنے پر نکالیں اور ایک کڑاہی میں رکھیں۔ اب کوئلے کو دہکا کر المیونیم کے ٹکڑے پر رکھ کر کڑاہی میں رکھیں۔
تھوڑا سا تیل ڈال کر ڈھکن بند کر دیں۔
دو سے تین منٹ بعد کوئلہ ہٹا کر تھوڑا سا ہرا دھنیا اور لیموں کا رس چھڑک کر گرم گرم سرو کریں۔

مصالہ بیف

سدرہ خان



بیف: 1 کلو

پیاز موٹی کٹی ہوئی: 1 پاو

آئل: 2 کپ

ٹماٹر باریک کٹے ہوئے: 1 پاو

دہی: 1 پیالی

لہسن ادرک کا پیسٹ: 2 کھانے کے چمچ

ہری مرچیں: 7 سے 8 عدد

کٹی لال مرچ: 2 کھانے کے چمچ

پسی لال مرچ: 1 کھانے کا چمچ

لونگ: 5 عدد

ثابت کالی مرچ: 8 عدد

دار چینی: 1 ٹکڑا (2 انچ)

بڑی الائچی: 1 عدد

پسا ہوا گرم مصالحہ: 1 ٹی سپون

نمک حسب ضرورت

گارنش کے لیے ہرا دھنیا حسب ضرورت

ترکیب:

سب سے پہلے گوشت کو اچھی طرح دھو کر خشک کر لیں۔۔ پھر ایک دیگچی میں آئل گرم کر کے اسمیں لونگ، کالی مرچ' دار چینی اور بڑی الائچی ڈال کر کڑکڑا لیں۔ پھر اس میں گوشت ڈال فرائی کریں 5 منٹ بعد اس میں لہسن ادرک کا پیسٹ ڈال کر اسکا پانی خشک ہونے تک فرائی کریں۔ اسکے بعد پیاز، ٹماٹر، کٹی مرچ، پسی لال مرچ، دہی، نمک اور 2 پیالی پانی ڈال کر ابال آنے تک تیز آنچ پر پکائیں۔ ابال آنے کے بعد گلنے کے لیے دھیمی آنچ پر 20 سے 25 منٹ کا پریشر لگا دیں یا ہلکی آنچ پر گوشت گلنے تک پکائیں) پریشر کے بنا پانی 3 پیالی ڈالا جائیگا(۔ جب گوشت گل جائیں تو تیز آنچ پر آئل اوپر آنے تک اسکی بھنائی کریں۔۔ اس کے بعد ا کپ پانی ڈال کر 10 منٹ کا دم لگا دیں۔۔ آخر میں پسا گرم مصالحہ، ہری مرچ لمبائی کے رخ کاٹ کر ڈال دیں اور ہرا دھنیا بھی۔۔ مزیدار مصالحہ بیف تیار ہے۔۔ نان یا روٹی کے ساتھ پیش کریں

(

لاھوری مرغ چنے

مدیحہ راجپوت



اجزا

1 کپ_ آئل

2 چمچ_ سوڈا

_1/2 کلو سفید چنے

_ 1/2 کلو مرغ

1 چمچ _ کالی مرچ

1 چمچ _ نمک

1 چمچ_ سرخ مرچ

1 چھوٹا چمچ_ ہلدی

_1 چکن کیوب

1 چمچ_ گرم مصالحہ

1 عدد_ بڑا پیاز

1 چمچ_ لہسن/ادرک پیسٹ

4 چمچ_ دہی

ترتیب

سفید چنوں کو 4 گھنٹے بجونے کے بعد 2 چمچ کھانے کا سوڈا لگا کے کسی کپڑے میں باندھ کر 30 منٹ کے لئے رکھ دو۔۔اسکے بعد پریشر کوکر ایک کپ کو کنگ آئل میں کٹے پیاز کو ہلکا براون ہونے دے۔۔اسکے بعد لہسن ادرک کا پیٹ شامل کرے اور چکن ڈال کر بھونے۔۔پھر نمک مرچ ہلدی شامل کرے اور 4 چمچ دہی ڈال کر بھونے۔۔چنوں کو 30 منٹ کے بعد اچھے سے دھولے اور کوکر میں ڈال کو بھونے اور 5 منٹ کے لئے کوکر کی سٹی بجنے پر اتار لے اور کالی مرچ اور ایک عدد چکن کیوب اور گرم مصالحہ شامل کر کے گرما گرما نان کے ساتھ پیش کرے

بادامی شاھی ٹکڑے بنانے کا طریقہ



بریڈ دس سلائس

فریش کریم ایک پیکٹ

چینی ایک سو پچاس گرام

کھویا آدھا کپ

دودھ ڈھائی کپ

گرم دودھ ایک کھانے کا چمچ

کٹے بادام ایک کھانے کا چمچ

کٹے پستے ایک کھانے کا چمچ

کیوڑا ایک کھانے کا چمچ

زعفران آدھا چائے کا چمچ

بریڈ کے سلائسز کو چار ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔

اب گھی گرم کر کے انھیں گولڈن ہونے تک فرائی کریں اور انھیں ٹرے میں رکھ دیں۔ زعفران اور چینی کو ایک کپ دودھ میں ملا کر فرائی کی ہوئی بریڈ پر ڈالیں۔اب بچے ہوئے دودھ میں فریش کریم اور کھویا ڈال کر ایک منٹ تک بلینڈ کریں اور بریڈ پر ڈال کر دس منٹ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اوپر کٹے ہوئے بادام، کٹے پستے اور کیوڑا چھڑک کر پہلے سے گرم اوون میں ایک سواسی ڈگری سینٹی گریڈ پر پندرہ منٹ تک بیک کر لیں۔ بادامی شاہی ٹکڑے تیار ہیں

مزیدار گلاب جامن



اجزا

میدہ آدھی پیالی

خشک دودھ ایک پیالی

سوجی دو کھانے کے چمچ

انڈا ایک عدد

تیل دو کھانے کے چمچ

بیکنگ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ

) بادام پندرہ سے بیس عدد ابلے اور چھلے ہوئے

) تیل حسب ضرورت تلنے کے لیے

:شیرہ کے لیے

چینی تین پیالی

پانی ایک پیالی

چھوٹی الائچی آٹھ عدد

ایک پیالے میں میدہ، خشک دودھ، سوجی، انڈا، تیل اور بیکنگ پاؤڈر ملا کر اچھی طرح گوندھیں اور تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں، تاکہ خمیرہ ہو جائے۔

اب ایک دیگچی میں چینی، الائچی اور پانی ڈال کر شیرہ بنا لیں۔

پھر ایک کڑاہی میں تیل گرم کر لیں۔

اب چھوٹے سائز کے گلاب جامن بنا کر درمیان میں ابلے اور چھلے بادام رکھ دیں۔

اس کے بعد ہلکی آنچ میں انھیں تل لیں۔

ساتھ چمچ چلاتے رہیں، یہاں تک کہ وہ گولڈن براﺅن ہو جائیں۔

آخر میں انھیں شیرے میں ڈالیں اور تھوڑی دیر بعد نکال کر گرم گرم پیش کریں۔

ایلو ویرا کے فوائد

فہمیدہ ناز غوری

ایلو ویرا زمانہ قدیم سے جدید تک کئی امراض میں قدرتی آفاقی شفا بخش عامل کے طور پر مختلف بیماریوں کے علاج میں شفایابی کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے خاص کر السر اور السر کے زخموں کو مندمل کرنے کی اسکی مخفی شفایابی قوتوں کو تحقیق شناسی میں السر کے سوراخوں اور زخموں کو مندمل اور تندرست کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے یہ ان السروں میں "منہ کا السر حلق کا السر غذائی نالی کا السر معدہ کا السر معدہ میں زخم چھوٹی آنت کا السر بڑی آنت کا السر گیسٹرک السر اور کینسر پپٹیک السر اور کینسر سیدھی آنت کا السر مقعد کا السر ورم قولون شگاف مقعدہ یومیو پیتھک علاج میں سب سے پہلے 1864 میں کانسٹظائن ایلو ویرا کو بطور دوا ثابت کیا تھا۔




ایلو یرا بالوں کے لیے کئی طرح تقویت کا باعث ہے، نہانے کے فوری بعد اس کا جیل لگا کر پانی سے بالوں کو دھو لینا بالوں کو نم اور صحت مند رکھنے کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ایلو ویرا کا استعمال کرتے ہوئے بالوں کو روکنے میں بھی معاون ہے، یہ سر کے اندر سے خشکی وسکری کا خاتمہ کر کے دماغ میں سکون پہنچانے کا کام کرتا ہے اور یوں بالوں کے خلیات کے لیے صحت مند ماحول بناتا ہے ساتھ ہی ایلو ویرا کا جیل سر میں پیدا ہونے والے ایک ایسے جز کو بھی روکتا ہے جو بالوں کی جڑوں کو بند کر کے انہیں دوبارہ اگنے نہیں دیتا۔

حکما سر کے بالوں کے لیے تجویز کرتے ہیں کہ ایلو ویرا کو اپنے سر کی جلد پر رگڑیں یا ایلو ویرا سے بنا شیمپو استعمال کریں۔

چہرے کے لیے بہترین

چہرے کی خشکی دور کرنے، جلد کو نرم وملائم کرنے کے جہاں بہت سے ٹوٹکے ہیں وہیں ایک ٹوٹکا یہ بھی ہے کہ بادام کا تیل، زیتون کا تیل، دودھ کی بالائی اور ایلو ویرا جیل ہم وزن لے کر ملا کر رات کو چہرے پر لگائیں اور صبح منہ دھولیں، آپ کو چہرے میں واضح فرق محسوس ہوگا جلد میں موجود خشکی غائب ہو جائے گی، جھریوں کا خاتمہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی جلد روشن، چمکدار اور نرم وملائم ہو جائے گی۔

جھلسی ہوئی جلد بہتر کرنے میں معاون

ایلو ویرا جھلسی ہوئی جلد سے نجات دلانے کا بہترین طریقہ ہے، سونے سے پہلے ایلو ویرا جیل کو جلد کے جلے ہوئے حصے پر لگائیں صبح اٹھ کے اچھی طرح دھولیں جب تک جلن ختم نہ ہو ایلو ویرا کا استعمال جاری رکھیں۔

سینے کی جلن کے خلاف مدافعت

گونا گوں صفات کا حامل گھیکوار کا یہ پودا خدمت خلق کے لیے کئی طرح سے حاضر ہے، یہ پودا سینے کی جلن کے خلاف مدافعت پیدا کرتا ہے جہاں یہ بالوں اور جلد کو جھلسنے سے بچانے میں مدد دیتا ہے وہیں یہ سینے کی جلن میں بھی بہترین دوا ہے، آدھا کپ ایلو ویرا کا جوس کھانے سے پہلے استعمال کریں اور سینے کی جلن سے نجات پائیے۔

رات میں آکسیجن کا اخراج

دوسرے پودوں کے برعکس یہ پودا رات کو بھی آکسیجن کا اخراج کرتا ہے، جس سے آپ پرسکون نیند حاصل کر سکتے ہیں جبکہ اس پودے کو جلدی بیماریوں کو ٹھیک کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے

سجاوٹ میں استعمال

ایلو ویرا اور اس سے ملتے جلتے پودے گھروں یا آفسز کی تزئین وآرائش کے مقاصد کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں، اکثر آفسز میں نظر آنے والے پودے ایلو ویرا یا ایلو فیملی کے پودے ہو سکتے ہیں۔

شوگر میں مفید

شوگر کے مریض اکثر وبیشتر اس پودے کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں، چونکہ گھیکوار کا مادہ) جیل (اپنے اندر انتہائی کڑواہٹ رکھتا ہے اس لیے اس کا استعمال خون میں سے شکر کی مقدار فوری طور پر کم کر دیتا ہے، اس مقصد کے لیے بازاروں میں شوگر کے مریضوں کے لیے گھیکوار کا تیار حلوہ بھی ملتا ہے۔

چہرے کے حسن میں نکھار لانے کیلئے لوگ صدیوں سے ایلو ویرا استعمال کرتے آ رہے ہیں۔عام طور پر ایلو ویرا کو سورج کی تمازت سے متاثرہ جلد کو درست حالت میں واپس لانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔تاہم حال ہی میں کی جانے والی تحقیق کے مطابق ایلو ویرا چہرے کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے بیش بہا خزانے سے کسی صورت کم نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ حسن کی نگہداشت کیلئے مصنوعات تیار کرنے والی بیشتر کمپنیاں ایلو ویرا استعمال کرتی ہیں۔علاوہ ازیں ماہرین صحت کی رائے کے مطابق ایلو ویرا کا جلد کی اوپری سطح پر استعمال بہتر ہے تاہم اس کا رس پینے سے صحت پر بڑی حد تک مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ماہرین کی جانب سے کی جانے والی تحقیق کے مطابق اس پودے میں قدرت نے 200 سے زائد ایکٹیو امائنو ایسڈز، وٹامنز اور اینٹی آکسی ڈینٹس رکھے ہیں جو نا صرف جلد کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے اہم ہیں بلکہ قلبی صحت کیلئے بہترین ہیں۔ماہرین کی جانب سے ایلو ویرا کے جلد کی خوبصورتی میں اضافے کیلئے پانچ فوائد بتائے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔فائدہ نمبر :1 ایلو ویرا جیل میک اپ صاف کرنے کیلئے بہترین میک اپ ریمور کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے۔اس کیلئے آپ کو روئی یا ٹشو اور خالص ایلو ویرا جیل درکا ہوگا۔پس روئی یا ٹشو کو ایلو ویرا جیل میں بھگو کر چہرے کا میک اپ صاف کریں اس کے باقاعدہ استعمال سے جلد جواں ہوگی۔فائدہ نمبر :2 2009 میں شائع ہونے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق 90 روز تک ایلو ویرا کا رس پینے سے چہرے کی جھریاں غائب ہو جاتی ہیں۔پی سی اے سکن کی چیف سائنٹیفک آفیسر معروف ڈرماٹالوجسٹ جینفر لنڈر کا کہنا ہے کہ ایلو ویرا کا جوس استعمال کرنے سے جھریوں میں کمی اور چہرے کی جلد کی لچک میں اضافہ ہوتا ہے۔فائدہ نمبر :3 ایلو ویرا جیل کا استعمال بھنوؤں کو اپنی جگہ پر سیٹ رکھنے کیلئے بہترین ہے۔فائدہ نمبر :4 اگر ایکنی یا دانوں کی وجہ سے جلد سرخ اور سوزش زدہ ہو جائے تو ایلو ویرا جیل کے باقاعدہ استعمال سے سرخی اور سوزش میں آرام ملتا ہے اور جلد تر و تازہ ہو جاتی ہے۔فائدہ نمبر :5 بہت سے لوگوں کو منہ کے اندرونی مسائل کا سامنا ہوتا ہے، جیسے اندرونی حصے میں سوجن یا مسوڑھوں سے خون آنا وغیرہ۔ 2014 میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ایلو ویرا جیل کو منہ کے اندر لگانے سے منہ کی سوجن اور مسوڑھوں سے خون آنے جیسے مسائل سے چھٹکارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ادبی خبریں

سالانہ مشاعرہ مجلسِ فکروفن کے زیرِاہتمام میونسپل کمیٹی منڈی بہاالدین میں زیرِ صدارت جناب میجر شہزاد نیر منعقد ہوا

مہمانانِ خصوصی میں جناب مظہر نیازی، میانوالی، جناب ڈاکٹر عزیز فیصل، اسلام آباد، جناب گل جہان خوشاب، جناب بابر حسین ملتان، جناب بسمل شہزاد، جناب محمد خالد جاوید گوجرانوالہ، جناب اقبال سروبہ جہلم، جناب ناصر عدیم للہ شامل تھے مقامی شعرا میں سید حسنین محسن، محمد شفیق انصاری جنرل سیکرٹری مجلسِ فکروفن، ابرار انجم، اسد عباس راز، ڈنگہ، فیاض تاجور ملکوال، نوید انجم فاروقی، وحیداللہ کاشر اور مظہر اسیر نے کلام پیش کیا۔ ڈاکٹر نگینہ صدف افضال احمد بھٹی اور مرزا راشد محمود کی شرکت، کثیر سامعین نے شرکت کی اور اختتام تک داد کا ماحول رہا اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد ادریس قریشی صدر مجلسِ فکروفن پاکستان نے ادا کیے







حرف اکادمی پاکستان کی جانب سے مرکزی دفتر حرف اکادمی پاکستان میں ایک عید ملن نشست کا اہتمام کیا گیا.

آج کی اس نشست کی صدارت میجر حسن اسماعیل) صدر حرف اکادمی پاکستان (نے کی . مہمانِ خصوصی محمد گل نازک اور مہمانِ اعزاز محترمہ تسنیم تصدق) صدر حرف اکادمی پاکستان خواتین ونگ (تھیں.

آج کی اس نشست میں جن شعرا نے کلام سنایا ان کے نام یہ ہیں

میجر حسن اسماعیل، محمد گل نازک، محترمہ تسنیم تصدق، کرنل سید مقبول حسین، محمد بشیر رانجھا، میاں محمد اعظم، سلیم شرمانی، صدیق سرمد، نصرت یاب نصرت اور محمد نعیم جاوید نعیم

آج کی اس محفل میں تمام احباب نے مختلف موضوعات پر دل کھول کر بحث کی اور تبادلہ خیال کیا

آخر میں چیئرمین حرف اکادمی پاکستان کرنل سید مقبول حسین نے تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا اور مہمانوں کی چائے اور دیگر لوازمات سے تواضع کی گئی

رپورٹ: محمد نعیم جاوید نعیم ناظمِ اعلی حرف اکادمی پاکستان



معروف شاعرہ وافسانہ نگار محترمہ فائزہ شاہ کی دادی کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا ہے .... ادارہ ماہنامہ رومان ڈائجسٹ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحومہ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے

انٹرویو

ہاجرہ نور احمد

ماہراشٹر (انڈیا)



رومان: اصلی نام؟

جواب .... ہاجرہ نور احمد

رومان: تاریخ پیدائش / شہر؟

جواب---------21/2/1978

رومان: بہن، بھائی، اور آپ کا نمبر؟

جواب---تیسرا---

رومان: تعلیم؟

ایم اے اردو، انگریزی، فارسی

ایل ایل بی، بی ایڈ

ڈی ایس ایم

رومان: کیا بننے کی خواہش تھی؟

جواب--ڈاکٹر

رومان: شادی؟

جواب ...مارچ 2003

رومان: لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

جواب-- اس کا مجھے بھی خیال نہیں بس مطالعہ کرتے کرتے تحریر بھی کرنے لگی

رومان: پہلی تحریر؟

جواب--غزل

رومان: کونسی کہانی شہرت کی وجہ بنی؟

جواب۔۔میری غزلیں

رومان: آپ کی فیلڈ کے بارے میں گھر والوں کی رائے؟

جواب۔۔۔گھر والے کبھی بھی رکاوٹ نہیں بنے۔۔۔

رومان: پہلی کمائی؟ کتنی اور کہاں خرچ کی؟

جواب۔۔۔۔تیس روپیہ اپنے بہن بھائیوں پر ان کی ضروریات پوری کی۔۔۔۔

رومان: تحریری دنیا سے متعلق اچھا/برا تجربہ؟

جواب۔۔۔۔اچھا تجربہ رہا ہمیشہ عزت ہی ملی۔۔۔۔۔۔

رومان: فخر کا کوئی لمحہ؟

جواب۔جب دہلی کروڑی مل کالج میں میرا استقبال کیا گیا جیسے گیارہ اخبارات نے نیوز بنایا فرنٹ پیج کی وہ نیا تجربہ میرے لیے بہت خوشی لے آیا تھا۔۔۔

رومان: اچھی یا بری خبر سب سے پہلے کس کو سناتی/سناتے ہیں؟

جواب۔۔اچھی شیئر کرتی ہوں میرے متعلق بری خبر کبھی کسی کو نہیں سنائی لیکن یہ بھی قسمت کہ سب کو بنا کہے ہی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ اخبارات میں شائع ہو جاتی ہے ہمیشہ کا تجربہ رہا۔۔۔۔

رومان: وقت سے پہلے کیا ملا؟

جواب۔۔ محبت جس کے قابل شاید میں نہیں تھی۔۔۔۔۔

رومان: آپ اکثر سوچتی/سوچتے ہیں؟

جواب۔۔۔۔کہ کاش میں پری ہوتی سب کے دکھ درد اپنے پاس سمٹ کر سب کو ڈھیروں خوشیاں دے جاتی۔۔۔

رومان: دنیا میں کوئی تبدیلی لانے کی خواہش؟

جواب۔۔۔دنیا سے مفلسی ختم ہو جائے تو۔۔۔

رومان: پاکستان کے بارے میں آپ کی سوچ؟

جواب۔۔۔اچھا ملک ہے میرے کلمہ شریک بھائی بہن یہاں رہتے ہیں اللہ انکی حفاظت کرے۔۔۔۔

رومان: سیاست؟

جواب۔۔کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔۔۔

رومان: کس لمحے نے زندگی بدل دی؟

جواب۔۔جب والدہ کی ڈانٹ سن کر گھر کے باہر قدم رکھا۔۔۔۔۔۔

رومان: رائٹر نا ہوتیں/ہوتے تو کیا ہوتیں/ہوتے؟

جواب۔۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رومان: پسندیدہ کتاب؟

کلیات اقبال

رومان: پسندیدہ رائٹر؟

ابن صفی

رومان: پسندیدہ رسالہ؟

جواب۔خواتین دنیا، ایوان اردو، نیا دور، ترقیم وترسیل دگر کچھ رسائل جنہوں نے اردو کے معیار کو ہمیشہ زندہ رکھا

دنگل

،ڈرامہ ایک چادر میلی سی وغیرہ کئی تعداد ہے

،گیت؟ کئی گیت پسند ہے

میں نے دیکھی ہے ان آنکھوں کی مہکتی خوشبو، ہونٹوں سے چھو لو تم میرا گیت امر کر دو اور دگر

رومان: پسندیدہ اداکار،

عامر خان

رومان: موسیقار

،لتا منگیشکر، جگجیت سنگھ غزل کے لیے

رومان: ڈرامہ نگار

پریم چندر، راجیند رسنگھ بیدی

رومان: فیس بک انٹرنیٹ انسٹاگرام سے آپ کی دلچسپی؟

فیس بک، واٹس اپ

رومان: محبت؟

وجود زندگانی ہے

رومان: نفرت؟

کبھی کی لیکن کچھ دیر

رومان: آپ کی کوئی عجیب وغریب خواہش؟

بس یہی خواہش ہے کہ دنیا کے سارے دکھ دور میں کروں

رومان: نئے لکھاریوں کے لیے کوئی مشورہ جوان کے لیے لکھتے وقت آسانی کا باعث بنے؟

جواب۔۔مطالعہ کرتے رہیں جواپ کو باسانی اپ کی منزم کی جانب لے جاتا ہے تعلیم حاصل کرتے رہیں چند

لفظوں میں اپنا تعارف بیان کرنا ہوتو؟

انٹرویو

قراۃ العین سکندر

(لاہور)

رومان۔ اصلی نام؟

جواب۔۔۔۔۔قرالعین سکندر

رومان۔ تاریخ پیدائش/شہر؟

جواب۔۔۔۔۔۔۔ 14 دسمبر لاہور میں

رومان۔ بہن، بھائی، اور آپ کا نمبر؟

جواب۔۔۔۔۔چھ بہن بھائی میرا پانچویں نمبر ہے۔

رومان۔ تعلیم؟ا

یم اے

رومان۔ کیا بننے کی خواہش تھی؟

جواب۔۔۔۔۔۔رائٹر ہی بننا تھا

رومان۔ شادی؟

جواب۔۔۔۔۔۔الحمداللہ

رومان۔ لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

جواب۔۔۔۔۔۔لکھ تو بہت بچپن سے رہی ہوں لکھ کر رکھ لیتی تھی دوست کے کہنے پر ادارے میں تحریر بھیجی اور باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا ۔۔

رومان۔ پہلی تحریر؟

جواب۔۔۔۔۔۔۔آنچل ڈائجسٹ میں . شائع ہوئی تھی۔۔

رومان ۔ کونسی کہانی شہرت کی وجہ بنی؟

جواب ۔۔۔ابھی آغاز سفر ہے پھر یہ ادارے میں لکھنا جاری ہے ۔شعاع ڈائجسٹ کی تحریر سود وزیاں کا حساب بہت پسند کی گئی اور شعاع ڈائجسٹ کی ایک تحریر قسمت کو ایوارڈ سے نوازا گیا۔۔۔۔

رومان ۔ اپنی تخلیق کردہ پسندیدہ کہانی؟ کردار؟

جواب ۔۔۔۔۔سب کردار ہی دل سے نکلتے ہیں مگر عشق عین عبادت ایک ایسی تحریر جو دل کی گہرائیوں سے لکھی گئی ابھی منتخب شدہ ہے شائع نہیں ہوئی

رومان ۔ آپ کا تحریری) مختصر (سفرنامہ؟

جواب ۔۔۔میں اب تک پچاس سے زائد افسانے لکھ چکی ہوں جو خواتین شعاع کرن آنچل حجاب پاکیزہ دوشیزہ ردا ریشم سب میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اس کے علاوہ دس کے قریب ناول ناولٹ بھی لکھ چکی ہوں ۔ایک قسط وار ناول حجاب ڈائجسٹ میں شائع ہو رہا ہے ۔اور دوسرا سلسلہ وار ناول اگست سے آن لائن ہوگا۔۔۔

رومان ۔ آپ کی فیلڈ کے بارے میں گھر والوں کی رائے؟

جواب ۔۔۔وہ نہیں پڑھتے ہاں روکتے بھی نہیں۔۔۔

رومان ۔ پہلی کمائی؟ کتنی اور کہاں خرچ کی؟

جواب ۔۔۔بہت کم تھی گھر پر ہی خرچ کی۔۔۔۔۔۔

رومان ۔ تحریری دنیا سے متعلق اچھا/برا تجربہ؟

جواب ۔۔۔۔اچھے برے لوگ ہر جگہ موجود ہیں میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے تمام اداروں سے حوصلہ افزائی ملی ہے ۔۔۔۔۔۔۔

رومان ۔ فخر کا کوئی لمحہ؟

جواب ۔۔۔جی جب خواتین ڈائجسٹ کی مدیرہ نے میری کہانی کی تعریف کی تھی۔۔

رومان ۔ اچھی یا بری خبر سب سے پہلے کس کو سناتی ہیں؟

جواب ۔۔۔اپنی دوست فاطمہ خان کو۔۔۔

رومان ۔ وقت سے پہلے کیا ملا؟

جواب ۔۔۔کچھ نہیں ہر شے وقت مقررہ پر ہی ملتی ہے۔۔۔۔

رومان ۔ آپ اکثر سوچتی ہیں؟

جواب ۔۔۔مستقبل کے بارے میں۔۔۔۔

رومان ▪ دنیا میں کوئی تبدیلی لانے کی خواہش؟

جواب۔۔۔۔محبت امن آتشی۔۔۔۔

رومان ▪ پاکستان کے بارے میں آپ کی سوچ؟

جواب۔پاکستان ہمارا گھر ہے۔۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ سیاست؟

جواب۔۔۔مجھے پسند نہیں۔۔۔۔۔

رومان ▪ کس لمحے نے زندگی بدل دی؟

جواب۔۔۔۔۔ابھی وہ لمحہ نہیں آیا۔۔

رومان ▪ رائٹر نا ہوتیں/ہوتے تو کیا ہوتیں/ہوتے؟

جواب۔۔۔۔۔تب بھی ایک ہمدرد انسان ہوتی۔۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ پسندیدہ کتاب؟ قرآن پاک پسندیدہ رائٹر؟ ایم اے راحت محمود احمد مودی پسندیدہ رسالہ؟

جواب۔۔جن میں میں لکھتی ہوں۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ پسند کی فلم، ڈرامہ، گیت؟

جواب۔۔مجھے انگلش موویز زیادہ پسند ہیں .۔۔۔۔دھواں ڈرامہ سیریل ایلفا براوو چارلی اب ایسے ڈرامہ نہیں بنتے۔۔گیت تجھ سے ناراض نہیں زندگی حیران ہوں میں۔۔۔

رومان ▪ پسندیدہ اداکار

،کوئی خاص نہیں موسیقار اے آر رحمان، ڈرامہ نگار؟ کوئی نہیں

رومان ▪ فیس بک انٹرنیٹ انسٹاگرام سے آپ کی دلچسپی؟

جواب اپنی تحریر کی حد تک۔۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ محبت؟ نفرت؟

جواب یہ جذبات معمول کی بات ہے۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ آپ کی کوئی عجیب وغریب خواہش؟

جواب۔۔۔کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ نئے لکھاریوں کے لیے کوئی مشورہ جوان کے لیے لکھتے وقت آسانی کا باعث بنے؟

جواب تحریر بھیجنے کے بعد اس کا انتظار کرنے کی بجائے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کی بجائے کچھ نیا لکھیں

رومان ▪ چند لفظوں میں اپنا تعارف بیان کرنا ہوتو ؟

جواب ۔۔مخلص حساس ہمدرد انسان ۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ آپ کے اس سفر میں آپ کا سب سے اہم ساتھی ؟

جواب میری تنہائی ۔۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ کوئی ایسا فین جس کے طرز عمل نے آپ کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہو؟

جواب ۔۔نہیں یہ معمول کی باتیں ہیں ۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ ڈرامہ نگاری میں دلچسپی ؟

جواب ۔۔ان شا اللہ لکھنے کا ارادہ ہے ۔۔۔۔۔۔

رومان ▪ کیا محبت اندھی ہوتی ہے؟

جواب ۔۔۔۔ایک وقت آتا ہے ایسا بھی زندگی میں جب انسان اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا ۔۔۔۔۔

رومان ▪ کھانا بنانا آتا ہے؟ پسندیدہ ڈش ؟

جواب ۔جی کھانا بنانا آتا ہے بریانی ۔